
عمران سیریز
گولڈن جوبلی نمبر
ناقابلِ تسخیر مجرم
مظہر کلیم ایم اے

گولڈن جوبلی نمبر

عمران سیریز

ناقابلِ تسخیر مجرم

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

اس ناول کے تمام نام، مقام، کردار، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز قطعی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جزوی یا کلی مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی۔ جس کے لئے پبلشرز مصنف، پرنٹرز قطعی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

ناشران ----- محمد اشرف قریشی
---------- محمد یوسف قریشی
تزئین ------- محمد علی قریشی
طابع ------ سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان





چند باتیں

معزز قارئین! گولڈن جوبلی نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں گوند کا تو تصور ہی محال ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے اب لے دے کر شوق پورا کرنے کے لئے گولڈن کا ہی سہارا لینا پڑتا ہے۔ ویسے اگر آپ اس خیال میں ہوں کہ گولڈن جوبلی نمبر سونے کے صفحات پر چھاپا گیا ہوگا اور آپ کہانی پڑھنے کے بعد سیف نزد گر کے پاس دوڑتے جائیں گے تو یقیناً اسے دیکھ کر آپ طویل سانس لے کر رہ گئے ہوں گے۔ یہ گولڈن ہیں نمبر کی حد تک ہی گولڈن ہے۔ یعنی پچاسواں ناول ــــ اس لئے گولڈن جوبلی نمبر ہوگیا۔ جیسے جیسے گولڈن جوبلی نمبر نزدیک آتا جا رہا تھا۔ قارئین کے خطوط میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ ہر شخص اس تجسس میں تھا کہ گولڈن جوبلی کی کہانی کس موضوع پر ہوگی۔ عمران کیا کرے گا۔ کچھ صاحبان کو تو یہ بھی فکر تھی کہ گولڈن جوبلی نمبر تک پہنچتے پہنچتے کہیں عمران بوڑھا نہ ہو جائے۔ موجودہ دور میں جہاں اوسط عمر ساٹھ سال ہوگئی ہے۔ پچاس کا نمبر خاصا بوڑھا سا نظر آتا ہے۔ اور عمران مجرموں کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اپنے سفید بالوں کو خضاب لگاتا ہی نہ رہ جائے۔ کچھ حضرات کا مطالبہ تھا کہ جناب اس کتاب میں عمران کو کسی اور سیارے میں لے جایا جائے۔ انسان مجرموں سے لڑ لڑ کر تو عمران یقیناً تھک گیا ہوگا۔ اب کسی اور سیارے کی مخلوق سے لڑنے

تو کچھ تازگی کا احساس ہوا۔ اور یار لوگ چاند، مشتری، مریخ سے آگے نکل کر عمران کو سورج پر پہنچانا چاہتے تھے۔ لیکن ان صاحبان کی تمنا اپنی جگہ عمران کی مرضی اور موڈ اپنی جگہ۔ اس نے بھلا سورج پر جا کر اپنے کباب بنوا لینے تھے۔ اس لئے معاملہ زمین تک ہی محدود رہا۔ لیکن اب اسے عمران کی خوش قسمتی کہئے یا بد قسمتی کہ اس بار بات آگئی ناقابل تسخیر مجرموں کی۔ اور جو مجرم ناقابل تسخیر ہوں وہ قابل تسخیر کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہاں کا نا میں بدلنا تو آسان ہے لیکن نا کا ہاں میں بدلنا ناممکن۔ یہ تو ہم انسانوں کی بنیادی نفسیات ہے کہ ایک بار نا منہ سے نکل گیا تو پھر چاہے دنیا بدل جائے نا نہیں بدل سکتی۔ چنانچہ خوب دھوم دھڑکا ہوا۔ شکستیں کھائی بھی گئیں اور کھلوائی بھی گئیں۔ ایسی بلکہ ایسا قیامت کا وقت پڑا کہ عمران کو زمین پر ہی سورج کا مزہ آگیا۔ اور یقین کیجئے اس کہانی میں ایسا تیز رفتار ایکشن ہے۔ ایسا تیز رفتار کہ خلائی جہاز بیل گاڑیاں نظر آنے لگتے ہیں۔ ہر قدم پر نئی آفت، ہر لمحہ نئی مصیبت، ہر گام تیز گام اور عمران اور سیکرٹ سروس کو وہ چکر آئے کہ لٹو بھی شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ بہرحال یہ گولڈن جوبلی نمبر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ ہی گیا ہے۔ آپ اسے پڑھیں، یقیناً آپ خود پکار اٹھیں گے کہ واقعی یہ گولڈن جوبلی نمبر کہلانے کا حقدار ہے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

ستاروں بھرا آسمان آج عام دنوں سے کچھ زیادہ ہی صاف محسوس ہو رہا تھا۔ ستاروں کی بے پناہ جگمگاہٹ نے پورے آسمان اور فضا کو روشن کر رکھا تھا کہ اچانک دور مشرق کی طرف سے بے شمار سیاہ رنگ کے دھبے آسمان پر تیرتے ہوئے محسوس ہوئے۔ یہ دھبے خاصی تیز رفتاری سے مغرب کی طرف بڑھتے چلے آرہے تھے اور پھر ان کی بلندی کم ہونے لگی اور چند ہی لمحوں بعد آسمان دل ہلا دینے والی گڑگڑاہٹوں سے گونج اٹھا۔

سیاہ دھبے بمبار جہاز تھے۔ یہ تعداد میں پچاس کے قریب تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے غوطہ لگایا اور دوسرے لمحے ان دھبوں نے اور بے شمار چھوٹے چھوٹے دھبوں کو اگل دیا۔

یہ چھوٹے دھبے تیزی سے زمین کی طرف بڑھتے چلے گئے اور چند ہی لمحوں بعد زمین خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھی۔

دھماکے مسلسل ہو رہے تھے اور اب ان دھماکوں میں انسانی چیخوں اور کراہوں کی آوازیں بھی شامل ہو گئیں۔ ہر طرف قیامت کا سا سماں تھا۔ چند ہی لمحوں بعد ہر طرف آگ ہی آگ بھڑکتی چلی گئی۔ اور اس آگ میں انسانی جسم جیتے جاگتے

ہوئے چند لمحوں کے لئے دوڑتے نظر آتے اور پھر اس آگ کے سمندر میں ہمیشہ کے لئے ڈوب جاتے۔

یہ دریا سے کوئی پچیس کلو میٹر ہٹ کر ایک انسانی بستی تھی۔ خیموں میں آباد بستی، ہر طرف دس ہزار کے قریب خیمے پھیلے ہوئے تھے اور ان خیموں میں کئی سالوں سے انسان رہتے چلے آ رہے تھے۔ یہ فلسطینی تھے جنہیں یہودیوں نے جلاوطن کر دیا تھا اور یہ لوگ یہاں خیمے لگا کر یہودیوں سے اپنے وطن کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔

ایسی بے شمار بستیاں جگہ جگہ پھیلی ہوئی تھیں۔ یہودی درندے کبھی کبھی ان بستیوں پر بمباری کرتے اور انہیں تباہ کرتے رہتے۔ مگر آزادیٔ وطن کی خاطر لڑنے والے جیالوں کا عزم ہر حملے کے بعد کچھ زیادہ ہی پختہ ہو جاتا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہودی درندے آج تک ان بستیوں کا مکمل خاتمہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھا۔

اس بستی کا نام شاتل تھا اور اس بستی میں تقریباً پچاس ہزار فلسطینی رہتے تھے ان کی ایک نسل انہی خیموں میں پل کر جوان ہوئی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو زندہ ہی اس لئے تھے کہ یہودیوں کا خاتمہ کر کے اپنے ملک کو آزاد کرا کر ہی دم لیں گے۔

یہودی بمبار جہاز حملہ کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے مگر اس بار یہودیوں نے عام بم استعمال کرنے کی بجائے خوفناک ترین نیپام بم استعمال کئے تھے جو بے پناہ تباہی پھیلانے کے ساتھ ساتھ ہر طرف آگ پھیلا دیتے تھے اور یہ انہی نیپام بموں کا ہی نتیجہ تھا کہ تباہی کے ساتھ ساتھ ہر طرف خوفناک آگ پھیلتی چلی گئی اور خیموں کی وہ بستی آناً فاناً آگ کا سمندر بن گئی۔

صبح جب ارد گرد کی بستیوں والوں نے آگ بجھانے میں کامیابی حاصل کی تو

معلوم ہوا کہ پچاس ساٹھ ہزار افراد کی اس بستی میں سے مشکل سے چند سو افراد ہی جان بچا کر نکل سکے تھے اور ان میں سے بھی چند خوش نصیب ہی تھے جو صحیح سلامت نکل آنے میں کامیاب ہو سکے تھے۔ باقی اپنے جسم کے مختلف اعضا سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے تھے۔

یہ انتہائی دردناک اور ہولناک تباہی تھی کہ جس کی مثال اس سے قبل نہیں ملتی تھی اور اس تباہی کی تفصیلات جب پوری دنیا میں پھیلیں تو پوری دنیا میں اس پر شدید احتجاج کیا گیا۔ خاص طور پر اسلامی ملکوں میں اس تباہی پر انتہائی شدید ردعمل ہوا اور تمام اسلامی ملکوں میں یہودیوں کے خلاف نعرے لگائے گئے اور فلسطینیوں کو ہر قسم کی جانی اور مالی امداد دیئے جانے کے اعلانات کئے گئے۔ سرکاری سطح پر بھی اس سلسلے میں شدید احتجاج ہوتے مگر یہودیوں نے ان تمام احتجاجات کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہ دی بلکہ اسرائیل میں خصوصاً اور تمام دنیا کے یہودیوں میں عموماً اس تباہی پر جشن منائے گئے اور اسے یہودی ریاست کا اہم کارنامہ قرار دیا گیا۔

فلسطینی گوریلوں نے اس تباہی کے انتقام میں کئی یہودی چوکیوں پر حملے کئے اور سینکڑوں یہودی مار ڈالے مگر شدید خونریزی کے باوجود وہ اس تباہی کا صحیح طور پر انتقام نہ لے سکے اور یہودیوں کو کوئی ایسا سبق نہ دے سکے جو انہیں تمام عمر یاد رہتا۔

آہستہ آہستہ پوری دنیا خاموش ہو گئی۔

مگر فلسطینی لیڈروں کے دلوں میں انتقام کی آگ سرد نہ ہوئی تھی۔ خاص طور پر آزاد فلسطین تنظیم کے لیڈر ڈاکٹر سرات جو پوری دنیا میں فلسطینیوں کے عظیم اور مستند لیڈر کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ ان کے دل میں ایسی آگ بھڑک اٹھی تھی کہ ان کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ اکیلے ہی دنیا کے تمام یہودیوں کا خاتمہ کر دیں۔ مگر وہ یہودیوں کی طاقت کو اچھی طرح جانتے تھے اور چونکہ وہ بے حد ذہین اور ٹھنڈے مزاج

کے آدمی تھے اس لئے جذباتی اقدامات کرنے کی بجائے وہ کوئی ایسا منصوبہ سوچنے میں مصروف تھے جس سے یہودیوں سے بھرپور اور کامیاب انتقام لیا جا سکے۔

اس وقت بھی وہ اپنے خیمے میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔ اور بار بار اپنی مٹھیاں بھینچتے اور دانت پیستے۔ ان کی آنکھوں میں شعلے جل رہے تھے مگر وہ بے بس تھے۔ ان کے ذہن میں کوئی ایسا منصوبہ نہ آ رہا تھا جسے کامیاب کر کے وہ یہودیوں کو ایک ناقابل فراموش سبق سکھا سکتے۔

ان کے خیمے میں گروپ کے پانچ نائب لیڈر نیم دائرے کی صورت میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ان سب کی نظریں شاکر سرات پر جمی ہوئی تھیں۔

"انتقام بھرپور انتقام" ۔۔۔۔ شاکر سرات ٹہلتے ہوئے بڑبڑاتے اور انہوں نے ایک بار پھر مٹھیاں بھینچ لیں۔

پھر اچانک ان میں سے ایک نائب لیڈر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پر عجیب سی سرخی عود کر آئی تھی جو بیک وقت جوش، جذبہ اور مسرت کا امتزاج معلوم ہو رہی تھی۔

"جناب! ۔۔۔ ابھی ابھی میرے ذہن میں ایک خیال آیا ہے ۔۔۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہم یہودیوں کو ایسا سبق سکھا سکتے ہیں کہ جسے ان کی آنے والی نسلیں بھی فراموش نہ کر سکیں" ۔۔۔۔ نائب لیڈر نے قدرے سودائیانہ مگر جوش بھرے لہجے میں کہا۔

"کیسا کونسا خیال ہے ۔۔ جلدی بتاؤ" ۔۔۔۔ شاکر سرات نے چونک کر نائب لیڈر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور باقی لوگ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"جناب! ۔۔۔ آپ جلد ہی پاکیشیا کا دورہ کرنے والے ہیں" ۔۔۔۔ نائب لیڈر نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ میں دس روز بعد پاکیشیا کا سرکاری دورہ کرنے والا ہوں مگر ۔۔" شاکر سرات نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جناب! ۔۔۔ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس اگر چاہے تو یہودیوں کو ایسا سبق سکھا سکتی ہے کہ ہم سب کا انتقام پورا ہو جائے گا" ۔۔۔۔ نائب لیڈر نے جواب دیا۔

"پاکیشیا کی سیکرٹ سروس ۔۔۔ اور یہودیوں کو سبق! ۔۔۔ میں سمجھا نہیں" شاکر سرات نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جناب! ۔۔ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس جس کی سربراہی ایکسٹو کرتا ہے پوری دنیا میں اپنی بے مثال کارکردگی کے لئے مشہور ہے ۔۔۔ دنیا بھر کے بڑے بڑے مجرم ان کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے ہیں ۔۔۔ بے شمار وسیع جاسوس تنظیموں کو یہ سیکرٹ سروس اپنے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار چکی ہے ۔۔۔ اور اس وقت یہ حال ہے کہ جاسوس اور بین الاقوامی مجرم پاکیشیا کا رخ کرتے ہوئے گھبراتے ہیں اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے پاکیشیا کے دوست ملک اکثر و بیشتر خوفناک بین الاقوامی جاسوسوں اور تنظیموں کے مقابلے میں پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کی امداد حاصل کرتے رہتے ہیں اور نتیجہ ہمیشہ ان کے حق میں رہا ہے ۔۔۔ اگر ہم پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کو اس بات پر آمادہ کر لیں کہ وہ یہودیوں کے خلاف کام کرے تو آپ یقین کیجئے جناب! ۔۔۔ یہودیوں کا ناطقہ بند ہو جائے گا" ۔۔۔۔ نائب لیڈر نے جوش بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ تم نے بات تو ٹھیک کی ہے ۔۔۔ میں نے بھی پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے کارناموں کے متعلق سنا ہوا ہے مگر سیکرٹ سروس اپنے ملک کے انتہائی اہم اور نازک معاملات میں ملوث ہوتی ہے ۔۔۔ آخر پاکیشیا کے صدر کس طرح گوارا

کرلیں گے کہ وہ غیر محدود مدت کے لئے پاکیشیا سیکرٹ سروس کو ہمارے مشن پر لگا دیں" ـــــ شاگر سرات نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"جناب ـــــ آپ پاکیشیا جا رہے ہیں ـــــ اگر ہو سکے تو آپ ایکسٹو سے خود ملاقات کریں اور اُسے اس بات پر راضی کر لیں کہ وہ یہودیوں سے بھرپور انتقام لینے کے لئے ہماری مدد کریں ـــــ اگر وہ تیار ہو گئے تو پھر پاکیشیا کے صدر بھی اُسے نہ روک سکیں گے" ـــــ نائب لیڈر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــ ٹھیک ہے ـــ میں بات کروں گا ـــــ دیکھو کیا نتیجہ نکلتا ہے ویسے مجھے اُمید کم ہے کیونکہ یہ ہماری ذاتی جنگ ہے اور ہم نے اسے خود لڑنا ہے ـــــ دوسرے لوگ ہماری خاطر آگ میں کود نہیں سکتے ـــــ بہرحال میں بات کروں گا۔ اگر وہ لوگ راضی ہو گئے تو پھر اس سے کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہو گا کہ ہم یہودیوں کو کسی حد تک نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے" ـــــ شاگر سرات نے جواب دیا۔

"مگر جناب ـــــ پاکیشیا کی سیکرٹ سروس یہودیوں کے مقابلے میں کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہ دے سکے گی کیونکہ یہودیوں کی سیکرٹ سروس جی۔ پی۔ فائیو انتہائی طاقتور اور خوفناک تنظیم ہے اور آج تک اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی جاسوس یا سیکرٹ سروس نہیں کر سکی ـــــ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں پاکیشیا والے اپنی سیکرٹ سروس سے ہی ہمیشہ کے لئے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں" ـــــ ایک اور نائب لیڈر نے کہا۔

"ہاں! ـــــ جی۔ پی۔ فائیو واقعی بے حد خوفناک اور طاقتور تنظیم ہے بہرحال بات کرنے میں کیا حرج ہے ـــــ یقیناً پاکیشیا سیکرٹ سروس کے سربراہ کو

جی۔ پی۔ فائیو کے متعلق ہم سے زیادہ ہی معلومات ہوں گی ـــــ اگر وہ اپنے آپ کو اس قابل سمجھیں گے کہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو وہ ہماری بات مان جائیں گے ـــــ ورنہ ظاہر ہے ان کا جواب نفی میں ہو گا" ـــــ شاگر سرات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر شاگر سرات نے ہاتھ کو مخصوص انداز میں لہرایا اور اس کے ساتھی مخصوص اشارہ دیکھتے ہی ایک ایک کر کے خیمے سے باہر چلے گئے۔ اور خیمے میں شاگر سرات اکیلا ہی ٹہلتا رہ گیا۔

وہ بڑی تیزی سے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ جاسوس تنظیمیں کسی خاص مشن کو سامنے رکھ کر کام کرتی ہیں۔ اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ ایسا کون سا مشن ہونا چاہیئے جسے ایکسٹو کے سامنے رکھا جائے اور اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس میدان میں کود پڑے اور اس مشن کو کامیابی سے مکمل کرے تو یہودیوں پر ایسی کاری ضرب پڑے کہ ان کے حوصلے ہمیشہ کے لئے ہی پست ہو جائیں۔

مگر ایسا کوئی مشن اس کے ذہن میں نہ آ رہا تھا۔ اور پھر اُسے خیمے میں ٹہلتے ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ عرصہ ہو گیا کہ وہ اچانک اچھل پڑا۔ اس کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح ایک خیال آیا تھا اور پھر جیسے جیسے اس خیال پر وہ سوچتا چلا گیا اس کے چہرے پر سرخی بڑھتی چلی گئی۔ آنکھوں میں موجود چمک میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

"ہاں! ـــ یہ بات ہو گی ـــــ اگر پاکیشیا سیکرٹ سروس اس مشن میں کامیاب ہو جائے تو یہودیوں کو ایک ایسا سبق دیا جا سکتا ہے کہ وہ مدتوں اسے یاد رکھیں گے اور پھر یہودیوں کو کبھی یہ ہمت نہ ہو سکے گی کہ وہ اس طرح فلسطینیوں کی بستیوں پر

سے در پردہ ہماری کر سکتے ہیں" ــــ شاکر سرات نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا اور پھر آہستہ آہستہ اس کا چہرہ پُرسکون ہوتا چلا گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ہر قیمت پر پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اس مشن پر کام کرنے پر آمادہ کرے گا۔
چنانچہ یہ فیصلہ کر کے وہ خیمے میں بنے ہوئے پارٹیشن کی طرف بڑھ گیا جو خواب گاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔



فلسطینیوں کے عظیم اور محبوب لیڈر شاکر سرات پانچ روزہ سرکاری دورے پر پاکیشیا پہنچ چکے تھے۔ پاکیشیا میں ان کا استقبال جس خلوص اور جذبے کے ساتھ کیا گیا تھا اس سے وہ بے حد متاثر ہوئے تھے۔
پاکیشیا کے صدر نے ذاتی طور پر بھی اور پاکیشیا اور اس کے عوام کی طرف سے فلسطینیوں کو ہر قسم کی امداد دینے کا شاکر سرات کو یقین دلایا تھا۔
اور پھر دورے کے دوسرے روز جب وہ پاکیشیا کے صدر سے غیر رسمی ملاقات میں مصروف تھے تو انہوں نے صدر سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جناب صدر! ــــ آپ نے فلسطینیوں کو امداد دینے کا جو یقین دلایا ہے میں تمام فلسطینیوں کی طرف سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس سلسلے میں کچھ مزید کہنے کا بھی خواہشمند ہوں" ــــ شاکر سرات نے بڑے سنجیدہ لہجے میں پاکیشیا کے صدر

سے مخاطب ہو کر کہا۔
"جی فرمائیے" ــــ صدر نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔
"میں آپ کے ملک کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو سے ملاقات کا خواہشمند ہوں ــــ اور میں چاہتا ہوں کہ ان کے سامنے میں اپنے خیالات کا اظہار کروں"۔ شاکر سرات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"ایکسٹو" ــــ صدر نے چونک کر کہا اور پھر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گئے۔
"کیا بات ہے جناب صدر! ــــ کیا آپ ایکسٹو سے میری ملاقات کو پسند نہیں کرتے ــــ اگر ایسی بات ہے تو پھر رہنے دیجئے" ــــ شاکر سرات نے کہا۔
"ارے نہیں ــ ایسی کوئی بات نہیں ــ بلکہ میں سوچ رہا تھا کہ آپ کی ایکسٹو سے ملاقات کا بندوبست کیسے کیا جائے" ــــ صدر نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔
"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ــــ میں سمجھا نہیں" ــــ شاکر سرات نے اُلجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
"دراصل بات یہ ہے کہ اس ملک کی سیکرٹ سروس کے سربراہ ایکسٹو سے ذاتی طور پر یہاں کوئی واقف نہیں ہے ــــ ان کا محکمہ سیکرٹری وزارت خارجہ کے تحت کام کرتا ہے اور وہی ان سے ڈیل کرتے ہیں ــ اور جہاں تک مجھے یقین ہے کہ وہ بھی ان سے ذاتی طور پر واقف نہ ہوں گے" ــــ صدر نے جواب دیا۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے ــــ کیا آپ کی ایکسٹو سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی" ــــ؟ شاکر سرات نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
"کئی بار ہوئی ہے ــــ وہ ہماری اہم میٹنگ میں باقاعدگی سے شامل ہوتا ہے مگر ہمیشہ ہمارے سامنے نقاب میں آتا ہے اور جہاں تک اس کے اختیارات کا تعلق

ہے۔ یوں سمجھئے کہ میں بحیثیت صدر مملکت نہ انہیں معزول کر سکتا ہوں اور نہ ان سے کسی قسم کی جواب طلبی کر سکتا ہوں" ۔۔۔ صدر نے جواب دیا۔

"اوہ! ۔۔۔ اور اگر ان سے جواب طلبی کا موقع آ جائے تو پھر" ۔۔۔ ٹھاکر سرات نے اور بھی زیادہ حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"یہی تو عجیب بات ہے کہ آج تک ایسا موقع کبھی نہیں آیا ۔۔۔ ایکسٹو نے ہمیشہ ہر کام میں کامیابی حاصل کی ہے ۔۔۔ اور یقین جانئے کہ ایکسٹو اس ملک کی ایک ایسی دولت ہے کہ ہم پورا ملک دے کر بھی اس کا بدل حاصل نہیں کر سکتے" ۔۔۔ صدر نے جواب دیا۔

"تو کیا نقاب میں رہ کر بھی وہ مجھ سے ملاقات نہیں کر سکتے" ۔۔۔ ٹھاکر سرات نے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ اس کا بندوبست ہو سکتا ہے ۔۔۔ مگر آپ ان سے کیا کہنا چاہتے ہیں" ۔۔۔ صدر نے پوچھا۔

"میں تمام فلسطینیوں کی طرف سے انہیں پیغام دینا چاہتا ہوں ۔۔۔ اگر انہوں نے قبول کر لیا تو یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی" ۔۔۔ ٹھاکر سرات نے گول مول سا جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ بے فکر رہیں ۔۔۔ میں جلد ہی ایکسٹو سے آپ کی ملاقات کا بندوبست کر دوں گا" ۔۔۔ صدر نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا اور ٹھاکر سرات نے ان کا بھرپور شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ غیر رسمی ملاقات ختم ہو گئی۔

عمران آجکل بالکل فارغ تھا۔ کئی ماہ سے کوئی کیس ہی نہیں آیا تھا۔ اور عمران آوارہ گردی کرتے کرتے جب تھک گیا تو اس نے مطالعے میں پناہ لی۔

اس وقت بھی وہ ایک آرام کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک ضخیم کتاب کھولے اس کے مطالعے میں مصروف تھا۔ سامنے چھوٹی سی میز پر چائے کی پیالی پڑی ٹھنڈی ہو گئی تھی مگر عمران کتاب میں کچھ اس قدر غرق تھا کہ اسے معلوم ہی نہیں ہوا کہ کب سلیمان چائے رکھ کر چلا گیا۔

سلیمان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ عمران جب مطالعے میں مصروف ہو تو پھر معمولی سی آہٹ بھی پسند نہیں کرتا اس لئے آجکل وہ سارا کام دبے پاؤں کرتا تھا۔

عمران نے کتاب پڑھتے پڑھتے ایک طویل سانس لی اور پھر کتاب بند کر کے اس نے میز پر رکھ دی۔ اسی لمحے سامنے پڑی ہوئی چائے کی پیالی نظر آئی اور وہ چونک پڑا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک لطیف سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ پیالی میں ایک مکھی بڑے اطمینان سے تیراکی میں مصروف تھی۔

"سلیمان! ۔۔۔ ارے او سلیمان" ۔۔۔ عمران نے زور سے ہانک لگائی۔

اور دوسرے لمحے سلیمان کسی جن کی طرح دروازے میں نمودار ہو گیا۔

"کیا تم نے یہاں تیراکی سکھانے کا کوئی کلب کھول لیا ہے" ۔۔۔

سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"تیراکی سکھانے کا کلب؟" —— سلیمان نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔ اُسے عمران کی بات سمجھ میں نہ آئی تھی۔

"ادھر میرے پاس آؤ" —— عمران نے کہا اور سلیمان قدم بڑھاتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا۔

"یہ دیکھو تمہاری ایک شاگرد —— کس مزے سے تیراکی میں مصروف ہے —— غضب خدا کا —— تم نے کلب کھول لیا اور مجھے بتایا ہی نہیں —— ساری فیسیں خود ہی ہضم کرتے رہے ہو" —— عمران نے اچھل کر سلیمان کا کان پکڑتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے صاحب میرا کان تو چھوڑیئے —— یہ کان ہے فیسیں جمع کرنے والا بینک تو نہیں" —— سلیمان نے کان چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے کہا۔

"ارے جاہل باورچی! —— تمہیں آج تک کان کا مطلب ہی نہیں معلوم ہوا۔ لیے سونے کی کان —— چاندی کی کان —— نمک کی کان —— اور ظاہر ہے کہ یہ فیسوں کی صورت میں بھرے ہوئے روپے کی کان ہے —— میں اسے کیسے چھوڑ دوں" —— عمران نے جواب دیا۔

"صاحب! —— کاش آپ نے اُردو گرامر بھی پڑھ لی ہوتی تو اس ملک کا کتنا بھلا ہوتا۔ —— میں تو کبھی بات سمجھاتے سمجھاتے رہ گیا ہوں کہ کاش میں کسی پڑھے لکھے کا باورچی ہوتا" —— سلیمان نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ابے علی عمران ایم۔ ایس سی۔ ڈی۔ ایس سی (آکسن)، تمہیں جاہل معلوم ہوتا ہے —— غضب خدا کا —— ڈگریوں کی اتنی لمبی قطار بھی مجھے پڑھے لکھوں میں شامل نہیں کر سکی" —— عمران نے جھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جناب! —— آپ کم سے کم مجھ پر ان ڈگریوں کا رعب نہ ڈالا کریں۔ میں ان کی

اصل حقیقت جانتا ہوں —— شکر کریں میں نے آج تک یہ راز کسی کو نہیں بتایا ورنہ ——" سلیمان نے اپنا کان چھڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"اصل حقیقت —— ارے اصل حقیقت کیا ہے" —— عمران نے سچ مچ حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جناب! —— آپ نے وہ مثل سنی ہوتی ہے کہ چوہے کو کہیں سے پیاز کی گٹھی مل گئی اور وہ پنساری کا بن بیٹھا —— آپ کا بھی وہی حال ہے —— ایک ڈبہ سے کچھ آکسن حاصل کر لیا اور بس بیٹھے بیٹھے میں پڑھے لکھے" —— سلیمان نے اپنا کان مسلتے ہوئے کہا جو سرخ ہو چکا تھا۔

"ڈبہ سے آکسن؟" —— عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر واقعی حیرت کے آثار نمایاں تھے۔

"بس جناب! —— اسی لئے تو میں کسی کو بتاتا نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے کہ کتنے جاہل کا باورچی ہے —— بس تقدیر کا چکر ہے —— وقت گزار رہا ہوں" سلیمان نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے کہا۔

"ابے جلدی بتا —— اس سارے چکر کا مطلب! ورنہ یاد رکھو تیری ساری علمیت ناک کے راستے سے نکال دوں گا" —— عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"جناب! —— یہ بھی جاہلیت کا ایک بدترین مظاہرہ ہے کہ جب اور کچھ نہ ہو سکا تو رعب ڈالنا شروع کر دیا" —— سلیمان نے اسی لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا

اور عمران مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"بتاتا ہے یا پھر ——" عمران نے بڑا سنجیدہ چہرہ بناتے ہوئے کہا۔

"بتاتا ہوں صاحب! ۔۔۔ آکسن ایک جڑی بوٹی کا نام ہے ۔۔۔ بڑی مشہور جڑی بوٹی ہے ۔۔۔ کاش آپ نے طب پڑھی ہوتی" ۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"ارے جاسوسوں کی ناخلف اولاد ۔۔۔ آگے بول" ۔۔۔ عمران نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"یہی تو رہا ہوں جناب ۔۔۔ بس آپ مزید جہالت کا مظاہرہ نہ کیجئے ۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ شرم کے مارے مجھے خودکشی کرنی پڑے ۔۔۔ گالیاں دینا جہالت کی سب سے بڑی نشانی ہے" ۔۔۔ سلیمان نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"پھر تو بھی سہی ۔۔۔ تو نے اتنی نشانیاں بتانا شروع کر دی ہیں کہ مجھے بھی اپنی جہالت پر یقین آتا جا رہا ہے ۔۔۔ اور میں سوچ رہا ہوں کہ آکسفورڈ یونیورسٹی پر دعویٰ کر دوں کہ اس نے مجھ جیسے جاہل کو سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کیوں دے ڈالی" ۔۔۔ عمران نے بے اختیار اپنا سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے آپ کو اپنی جہالت پر یقین آ گیا ۔۔۔ بہرحال سنیئے! ۔۔۔ آپ جن کو ڈگریاں بنا کر مجھ جیسے پڑھے لکھے علامہ فاضل باورچی پر رعب ڈالتے ہیں اس کا مطلب ہے ۔۔۔ مصیبت سے کسی ذریعہ سے کچھ آکسن حاصل کیا ہے اور بس" ۔۔۔ سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مصیبت سے کسی ذریعہ سے کچھ آکسن" ۔۔۔ عمران نے آنکھیں پھاڑ کر دہراتے ہوئے کہا۔

"ہاں جناب! ۔۔۔ آپ ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ وا آکسن کہتے ہیں نا اپنے آپ کو ۔۔۔ اب خود فیصلہ کر لیجئے ۔۔۔ ایم سے مراد مصیبت۔

ایس کا مطلب ہے ۔۔۔ سی سے بنا کسی ۔۔۔ ڈی تو ظاہر ہے ذریعہ کا مخفف ہے ۔۔۔ اور ایس کا مطلب پہلے ہی بتا گیا ہوں سے ۔۔۔ اور سی کا ہوا کچھ ۔۔۔ آگے آکسن ۔۔۔ یعنی مصیبت سے کسی ذریعہ سے کچھ آکسن آپ کو مل گیا اور آپ نے رعب ڈالنا شروع کر دیا ۔۔۔ وہی چوہے والی مثال" ۔ سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں عمران کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

اور عمران دھڑام سے واپس کرسی پر گر گیا۔

"خدا کی پناہ! ۔۔۔ اتنا پڑھا لکھا باورچی! ۔۔۔ بھلا مجھ جیسے جاہل کا تمہارے ساتھ کیسے گزارہ ہو سکتا ہے ۔۔۔ اس لئے علامہ باورچی صاحب! ۔۔۔ آج سے آپ کی چھٹی" ۔۔۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"صاحب سوچ لیں ۔۔۔ لیبر کورٹس کھلی ہوئی ہیں اور وکیل کو فیس دینے جتنی رقم میرے پاس ہے ہی" ۔۔۔ سلیمان نے روکھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ خدایا! ۔۔۔ اب میں کہاں جاؤں" ۔۔۔ عمران نے دوبارہ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑتے ہوئے کہا۔

"فی الحال آپ لیٹرین کا چکر لگا آئیں ۔۔۔ کچھ طبیعت ہلکی ہو جائے گی" ۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا اور میز پر پڑی پیالی اٹھا کر تیر کی طرح باورچی خانے کی طرف بڑھ گیا۔

اور اس کے دروازے میں غائب ہوتے ہی عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ کئی گھنٹوں کے مطالعے نے ذہن پر سنجیدگی کی جو گرد چڑھا دی تھی وہ سلیمان نے چند ہی لمحوں میں صاف کر دی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ چند لمحوں بعد اس کے سامنے گرم چائے کی پیالی موجود ہو گی۔ اسی لمحے میز پر پڑا ہوا ٹیلیفون گھنگھنا اٹھا

اور عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور اٹھا لیا۔

"یس علی عمران جابل سپیکنگ" ـــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"میں سلطان بول رہا ہوں عمران بیٹے" ـــــ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔ انہوں نے شاید جان بوجھ کر جابل کا لفظ نظر انداز کر دیا تھا۔

"کیا زندگی میں پہلی بار بولے ہیں آپ ـــــ ؟ جو مجھ پر احسان جتا رہے ہیں" ـــــ عمران نے لہجے میں جھنجلاہٹ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"آج شاید سلیمان نے کچھ زیادہ ہی مرچیں ڈال دی ہیں ـــــ بہرحال سنو! تم فوراً پریذیڈنٹ ہاؤس میں پہنچ جاؤ ایکسٹو کے روپ میں۔ شاکر سرات تم سے ملنا چاہتے ہیں" ـــــ سر سلطان نے جلدی جلدی کہا اور پھر عمران کی طرف سے جواب سنے بغیر ہی انہوں نے رابطہ ختم کر دیا۔

"شاکر سرات" ـــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور رکھ دیا۔

اس کے چہرے پر سوچ کی گہری لکیریں پھیلتی چلی جا رہی تھیں۔

عمران ایکسٹو کے روپ میں جب پریذیڈنٹ ہاؤس کے مخصوص میٹنگ ہال میں داخل ہوا تو ہال میں موجود صدر مملکت بے اختیار اس کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور صدر مملکت کی وجہ سے وہاں موجود باقی افراد کو بھی اٹھنا پڑا۔ جن میں شاکر سرات بھی شامل تھے۔

عمران نے سر کو ذرا سا جھکا کر صدر مملکت اور شاکر سرات کو سلام کیا اور پھر وہ اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

شاکر سرات انتہائی اشتیاق آمیز نظروں سے عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ ہمارے ملک کی سیکرٹ سروس کے سربراہ مسٹر ایکسٹو ہیں ـــــ اور یہ فلسطین کے محبوب اور عظیم لیڈر اور ہمارے مہمان جناب شاکر سرات ہیں" ـــــ صدر مملکت نے دونوں کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میں معزز مہمان کو اپنے ملک میں خوش آمدید کہتا ہوں ـــــ فلسطینیوں کے لئے آپ کی ذات انتہائی گرانقدر سرمایہ ہے" ـــــ عمران نے استقبالیہ فقرے بولتے ہوئے کہا۔

"آپ کا بے حد شکریہ جناب ـــــ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے کم از کم

آپ کو نقاب میں ہی دیکھنے کا موقعہ مل گیا ہے ۔۔۔ ورنہ دنیا کے ہزاروں افراد اس موقعہ کی حسرت لئے دنیا سے گزر جاتے ہیں" ۔۔۔ شاکر سرات نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"جناب شاکر سرات! ۔۔۔ آپ کے سامنے کوئی خاص بات کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کی خواہش پر اس میٹنگ کا بندوبست کیا گیا ہے" ۔۔۔ صدر مملکت کے قریب بیٹھے سر سلطان نے فوراً ہی بات کا رخ پلٹتے ہوئے کہا۔

"فرمایئے" ۔۔۔ عمران نے مخصوص باوقار لہجے میں کہا۔

"جناب صدر و مسٹر ایکسٹو! آپ کو فلسطینیوں کی بستی شاتل کی ہولناک تباہی کا اچھی طرح علم ہوگا" ۔۔۔ شاکر سرات نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ میں نے اس کی تفصیلات پڑھی ہیں ۔۔۔ یہودیوں نے انتہائی درندگی کا ثبوت دیا ہے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ پوری دنیا کے یہودی چاہے وہ کسی بھی پیشے یا مقام پر موجود ہوں، اسرائیل کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے ۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طاقت دن بدن بڑھتی چلی جا رہی ہے ۔۔۔ اور اب ان کا حوصلہ اس قدر بلند ہو چکا ہے کہ وہ سینہ زوری سے پوری دنیا کے احتجاج کو نظر انداز کر کے فلسطینیوں کا قتل عام کرنے میں مصروف ہیں ۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک انہیں کوئی ایسی کاری ضرب نہ لگائی جائے گی کہ جس کے بعد انہیں یقین ہو جائے کہ اگر پھر فلسطینیوں پر اس طرح کا غیر انسانی حملہ کیا گیا تو طاقت کا جواب طاقت سے دیا جا سکتا ہے ۔۔۔ اس وقت تک خالی باتوں یا زبانی احتجاجات سے کچھ نہیں ہوگا" ۔۔۔ شاکر سرات نے بڑے

جوشیلے لہجے میں کہا۔

"آپ کی بات بالکل درست ہے" ۔۔۔ صدر مملکت نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

"اور میں اسی سلسلے میں مسٹر ایکسٹو کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں" ۔۔۔ شاکر سرات نے کہا اور صدر مملکت سمیت سب چونک پڑے۔

"آپ فرمائیں! ۔۔۔ ہم آپ کی کیا امداد کر سکتے ہیں ۔۔۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ فلسطینیوں کے لئے ہمارے بس میں جو کچھ بھی ہو سکا ضرور کریں گے" ۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

"آپ کے جواب نے میرا حوصلہ بڑھا دیا ہے ۔۔۔ دراصل بات یہ ہے کہ اسرائیل نے اکریفا کی مدد سے ایٹم بم تیار کر لیا ہے اور اب وہ اس ایٹم بم کو استعمال کرنے کے لئے میزائل کی تیاریوں میں مصروف ہے ۔۔۔ اور مجھے یقین ہے کہ جیسے ہی اس نے ایسے میزائل تیار کر لئے وہ سب سے پہلے ان ایٹم بموں کو عربوں پر عموماً اور فلسطینیوں پر خصوصاً استعمال کرنے میں ذرا بھی نہ ہچکچائے گا ۔۔۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ ایٹم بم بردار میزائل تیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں ۔۔۔ ہم ان کے تیار ایٹم بم کو فارمولے سمیت اڑا لیں ۔۔۔ تاکہ وہ ایٹم بم کی دوبارہ تیاری میں اگر فوری طور پر مصروف بھی ہو جائیں تو کم از کم ہمیں اتنا وقفہ ضرور مل جائے گا کہ ہم اپنی حفاظت کا انتظام کر سکیں ۔۔۔ دوسری بات یہ کہ جب انہیں معلوم ہو گا کہ فلسطینیوں کے پاس ایٹم بم پہنچ چکا ہے تو پھر وہ لامحالہ بے دریغ حملے کرنے سے رک جائیں گے ۔۔۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ وہ ایٹم بم طاقت کے توازن کے لئے ہمیں دے دیں اور فارمولا اپنے پاس رکھ لیں تاکہ آپ اسلامی ملکوں اور

اپنے لئے اس فارمولے کے تحت ایٹم بم تیار کر سکیں ۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ پورے اسلامی ممالک میں آپ کا ملک ایسا ہے جو ایٹم بم کی تیاری کے لئے کام کر سکتا ہے ۔۔۔ جب آپ ایٹم بم تیار کر لیں گے تو اسرائیل کو اچھی طرح یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ کا تیار کردہ بم پورے اسلامی ممالک کے کام آسکتا ہے ۔ اس طرح ان کی طاقت اور حوصلہ کم ہو جائے گا اور اس سے فلسطینیوں کے مقاصد آسانی سے پورے ہو سکیں گے" ۔۔۔ شاکر سرات نے پورا منصوبہ تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اسرائیلی ایٹم بم چرائیں اور ایکریمیا اسے ایٹم بم سپلائی کر دے" ۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

"نہیں ۔۔۔ اول تو ایکریمیا ایسا نہیں کرے گا ۔۔۔ اگر اس نے ایسا کرنا ہوتا تو پھر یقیناً وہ اب تک اسرائیل کو ایٹم بم سپلائی کر چکا ہوتا ۔۔۔ پھر اسرائیل کو اتنا عرصہ محنت کرنے اور اتنا سرمایہ لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی ۔ یہ دراصل ایکریمیا اور روسیاہ کی پالیسی ہے کہ ایٹمی ہتھیار دوسرے ملکوں کو نہ سپلائی کئے جائیں اور اپنی چودھراہٹ قائم رکھی جائے ۔۔۔ اگر ایکریمیا نے اسرائیل کو بنا بنایا ایٹم بم سپلائی کیا تو روسیاہ بھی لیبیا کو سپلائی کر سکتا ہے اور پھر شوگران پاکیشیا کو سپلائی کر سکتا ہے ۔۔۔ اگر ایسا ہونے لگے تو آپ اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پوری دنیا ایٹمی ہتھیاروں سے لیس ہو جائے گی جس کا نتیجہ لازماً آخری اور مکمل تباہی ہوگا" ۔۔۔ شاکر سرات نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں ۔۔۔ آپ چاہتے ہیں کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اسرائیلی ایٹم بم چرائے اور آپ کے حوالے کر دے" ۔۔۔ عمران نے چند

لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ میں یہی چاہتا ہوں ۔۔۔ آپ اچھی طرح غور کر لیں۔ یہ کوئی مجبوری نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی سودے بازی ہے ۔۔۔ اسرائیلی سیکرٹ سروس جی۔ پی۔ فائیو انتہائی خطرناک ہے۔ اس کے باوجود میری یہ خواہش ہے کہ آپ فلسطینیوں کی امداد ضرور کریں ۔۔۔ آپ کا یہ احسان ہم قیامت تک نہ بھلا سکیں گے" ۔۔۔ شاکر سرات نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ آپ کو اس سلسلے میں مطلع کر دیا جائے گا" ۔۔۔ صدر مملکت نے گھمبیر لہجے میں کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے جس کا مطلب تھا کہ میٹنگ برخواست اور پھر صدر شاکر سرات کے ساتھ ہی میٹنگ ہال سے باہر نکل گئے۔

باقی لوگ بھی آہستہ آہستہ باہر چلے گئے اور سب سے آخر میں عمران اٹھا اور پھر وہ بھی میٹنگ ہال سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران دانش منزل میں موجود تھا۔ اس نے بلیک زیرو کو اس میٹنگ کا تمام حال بتا دیا۔

"پھر آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے ۔۔۔ ؟ کیا آپ اس کیس کو ڈیل کریں گے ؟" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ہاں! ۔۔۔ میں سوچ رہا ہوں کہ شاگل کا یہودیوں سے بھرپور انتقام لیا جائے۔ میں نے اس تباہی کو ذہنی طرح محسوس کیا تھا اور اس وقت بھی میں نے انتقام کے متعلق سوچا تھا مگر چونکہ کوئی لائحہ عمل سامنے نہ تھا اس لئے خاموش ہو رہا" ۔ عمران نے جواب دیا۔

"مگر عمران صاحب! ۔۔۔ اسرائیل کے ساتھ ہمارے سفارتی تعلقات نہیں

ہیں اور نہ ہی ہمارا کوئی نمائندہ آفس وہاں کام کر رہا ہے ۔۔۔ ایسی حالت میں ہم وہاں کیسے کام کریں گے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے جو مجرم ہمارے ملک میں آتے ہیں ان کے فارن آفس یہاں کام کر رہے ہوتے ہیں ۔۔۔ ہم نے وہاں بطور سیکرٹ سروس کام نہیں کرنا" ۔۔۔ عمران نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ تو آپ کا مطلب ہے کہ آپ مجرموں کی حیثیت سے کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں" ۔۔۔ بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ اسرائیل اور جی۔ پی۔ فائیو کی نظر میں ہماری حیثیت مجرموں جیسی ہوگی اور میں مجرموں کا سرغنہ ۔۔۔ یعنی ان کا باس ۔۔۔ مزہ آئے گا بلیک زیرو ۔۔۔ میں کبھی کبھی سوچتا تھا کہ کاش میں بھی مجرم ہوتا اور سیکرٹ سروس سے ٹکراتا ۔۔۔ مگر آج تک دل کی حسرت دل میں ہی رہی۔ بہرحال اب وہ موقع آگیا ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑے ہی جوشیلے انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ ناقابل تسخیر مجرم ثابت ہوں گے" ۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے ایسی کوئی بات نہیں ۔۔۔ کوئی مجرم ناقابل تسخیر نہیں ہوتا ہے چارہ مجرم تو ایک خوبصورت سی عورت کے ہاتھوں تسخیر ہو جاتا ہے اور پھر میرے ساتھ جولیا بھی ہوگی۔ اس کی موجودگی میں بھلا میں ناقابل تسخیر کیسے رہ سکتا ہوں۔ وہ اگر آنکھ بھی مار دے تو میں ناقابل تسخیر مجرم سے انتہائی قابل تسخیر مجرم بن چکا ہوں گا ۔۔۔ کیا خیال ہے" ۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔

"میرا خیال ہے کہ تم نعمانی ۔۔۔ چوہان ۔۔۔ اور تنویر سمیت یہاں رہو تاکہ اگر ہماری عدم موجودگی میں کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے تو تم آسانی سے اس سے نپٹ سکو ۔۔۔ میں اپنے ساتھ جولیا ۔۔۔ صفدر ۔۔۔ کیپٹن شکیل ۔۔۔ اور جوزف کو ساتھ لے جاؤں گا ۔۔۔ بس مجرموں کی اتنی بڑی تنظیم اسرائیل کی جی۔ پی۔ فائیو کے لئے کافی ہے" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جولیا یہاں رہے اور میں آپ کے ساتھ جاؤں۔ وہ یہاں کا مسئلہ بڑی آسانی سے سنبھال سکتی ہے" ۔۔۔ ؟ بلیک زیرو نے اُمید افزا لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں ۔۔۔ یہ غضب نہ کرنا ۔۔۔ بڑی مشکل سے تو میں نے یہ موقع نکالا ہے کہ تنویر کی عدم موجودگی میں جولیا کے ساتھ چند دن گزار سکوں ۔۔۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ پھر تو میں واقعی ناقابل تسخیر مجرم بن جاؤں گا ۔۔۔ جو میں بننا نہیں چاہتا ۔۔۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ تم جولیا کی جگہ کیسے لے سکتے ہو ۔۔۔ ؟ ابھی میرا ذوق اتنا گھٹیا نہیں ہوا" ۔۔۔ عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا ۔۔۔ اور بلیک زیرو جواب میں کھسیانی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

اسرائیلی سرحد سے پانچ سو کلو میٹر دور ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ گاؤں میں ہر طرف کچے جھونپڑے نما مکان پھیلے ہوئے تھے۔ صرف گاؤں کے درمیان میں ایک دو منزلہ پختہ مکان تھا۔

یہ پختہ مکان گاؤں کے سردار زبیر بن طالب کا تھا۔ یہ عربوں کا گاؤں تھا جو صحرا کے کنارے پر واقع تھا۔ اس گاؤں کے بعد ایک خوفناک صحرا تھا۔ یہ خوفناک صحرا پانچ سو کلو میٹر میں پھیلا ہوا تھا اور اس صحرا میں کہیں بھی کوئی پانی کا چشمہ یا نخلستان نہ تھا۔ اس لئے اسے ناقابل عبور سمجھا جاتا تھا۔ صحرا میں ہر وقت خوفناک آندھیاں چلتی رہتی تھیں۔ اس لئے آج تک کسی قافلے نے اس صحرا کو عبور کرنے کی جرأت نہ کی تھی۔ اس صحرا کے ختم ہونے پر اسرائیل کی حدود شروع ہو جاتی تھیں۔

گاؤں کے پختہ مکان میں اس وقت عمران — جولیا — صفدر — کیپٹن شکیل — اور جوزف موجود تھے۔ ان کے جسموں پر عربی لباس تھا اور کمرے میں ہر طرف موٹے کپڑے کے کئی بڑے بڑے تھیلے بکھرے پڑے تھے۔ وہ تھوڑی دیر پہلے ایک خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعے اس گاؤں میں پہنچے تھے اور عمران کا

ارادہ اس صحرا کو پار کر کے اسرائیل میں داخل ہونا تھا۔

"کیا ہم کسی اور ذریعے سے اسرائیل میں داخل نہیں ہو سکتے" — جولیا نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"بالکل داخل ہو سکتے ہیں — وہاں ہوائی جہاز جاتے ہیں — ٹرینیں جاتی ہیں — ہیلی کاپٹر پہنچتے ہیں — کاروں کے ذریعے انسان جاتے ہیں" — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ہمیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ اس خوفناک صحرا سے گزر کر جائیں" — جولیا نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مس جولیا — اس وقت ہم جس مشن پر جا رہے ہیں وہ ہماری پیشہ ورانہ زندگی کا سب سے خوفناک اور انتہائی خطرناک مشن ہوگا — اسرائیل کی خفیہ تنظیم جی پی فائیو دنیا کی انتہائی خوفناک اور خطرناک تنظیم ہے۔ وہ اسرائیل کی حدود میں رہنے والے ایک ایک آدمی کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتے ہیں۔ اور جہاں انہیں ذرا سا بھی شبہ پڑ جائے پھر بغیر کسی مزید پوچھ گچھ کے وہ گولی مار کر آئندہ کے لئے اپنا درد سر ختم کر دیتے ہیں — اور ہم وہاں مجرموں کی حیثیت سے جا رہے ہیں — وہاں ہمارا کوئی دوست نہ ہوگا — کوئی امدادی نہ ہوگا — کوئی یہودی وہاں پوری دنیا کی دولت لیکر بھی اس ملک کے خلاف کام کرنے کو تیار نہ ہوگا — لے دے کر اگر کوئی ہماری معمولی سی مدد کر سکیں گے تو وہ عرب ہوں گے جو وہاں کے باشندے ہیں — مگر جی۔ پی۔ فائیو سب سے زیادہ توجہ ان عربوں پر دیتے ہیں — اگر ہم کسی بھی معروف راستے سے کسی بھی بھیس میں وہاں داخل ہوں گے تو ہماری انتہائی کڑی نگرانی کی جائے گی کہ ہم سوائے سیر کرنے کے انگلی بھی نہ ہلا سکیں گے۔ اسی لئے

میں نے پروگرام بنایا ہے کہ ہم ایسے راستے سے اسرائیل میں داخل ہوں جس راستے سے کسی کے آنے کا امکان تک نہ ہو" ـــــ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے عمران صاحب! ـــــ وہاں ایسے ہی حالات پیش آئیں گے ـــــ میں جب فوج میں تھا تو ایک خفیہ مشن پر اسرائیل گیا تھا اور مجھے معلوم ہے کہ وہ لوگ کس طرح کام کرتے ہیں" ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا اس بار کا مشن بے حد وسیع ہے ـــــ ہم یہودیوں کے لئے موت بن کر جا رہے ہیں ـــــ ہم نے وہاں بے دریغ قتل و غارت کرنی ہے ـــــ ان کی ہر اہم تنصیبات جو ہمارے سامنے آئیں ہم نے انہیں تباہ کرنا ہے تاکہ جی پی فائیو ہماری کارکردگی کو فلسطینی گوریلا کارروائی سمجھ لے اور پھر اس کی توجہ فلسطینی گوریلوں کی طرف رہے اور اس دوران ہم اپنا اصل مشن پورا کر سکیں ـــــ بس یوں سمجھئے کہ ہم مرنے کے لئے جا رہے ہیں ـــ زندہ واپس آنے کے لئے نہیں" ـــــ عمران پر تو جیسے سنجیدگی کا دورہ پڑا ہوا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں عمران صاحب ـــــ ہم یہودیوں کو بتا دیں گے کہ موت کسے کہتے ہیں" ـــــ صفدر نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی اور بات کرتا، دروازہ کھلا اور بوڑھا عبدالمطلب اندر داخل ہوا۔ اس کے احترام میں سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میرے بچو! ـــ بیٹھ جاؤ ـــ مجھے معلوم ہے کہ تم ایک مقدس مشن پر جا رہے ہو ـــ اس لئے تمہاری ہر خدمت میرا فرض ہے" ـــــ بوڑھے نے کہا اور

پھر وہ بھی ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا ہماری روانگی کا سامان تیار ہے" ـــــ عمران نے بوڑھے سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ہاں! ـــ تمام بندوبست ہو گیا ہے ـــــ صبح پو پھٹنے سے پہلے سامان یہاں پہنچ جائے گا ـــ بے فکر رہو" ـــ بوڑھے نے جواب دیا اور عمران نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

بوڑھا کافی دیر تک انہیں صحرا میں سفر کرنے کے متعلق احتیاطی تدابیر بتاتا رہا پھر وہ انہیں آرام کرنے کا مشورہ دے کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

رات کا کھانا کھا کر وہ سب ایک دائرے کی صورت میں بیٹھ گئے اور عمران نے جیب سے ایک نقشہ نکال کر درمیان میں رکھا اور پھر نقشے کے مطابق انہیں مشن کے متعلق تفصیلات بتانے میں مصروف ہو گیا۔

تقریباً آدھی رات تک وہ باتیں کرتے رہے۔ پھر فرش پر بچھے ہوئے قالینوں پر ہی سونے کے لئے لیٹ گئے۔

صبح پو پھٹنے سے پہلے بوڑھے نے انہیں اٹھایا اور پھر ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے بعد وہ تمام فائنل سفر پر جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ تھیلے انہوں نے اپنی کمروں سے باندھ لئے اور پھر بوڑھے کے پیچھے چلتے ہوئے وہ اس مکان سے باہر آ گئے۔ اور پھر گاؤں کی کچی گلیوں سے گزر کر وہ صحرا کے کنارے پر پہنچ گئے۔

یہاں دس اونٹ موجود تھے جن میں سے پانچ پر سامان بندھا ہوا تھا اور ان کی مہاریں رسیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔

"تمہارا سامان ان اونٹوں پر موجود ہے" ـــ بوڑھے نے سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا

اور پھر ایک اونٹ کی طرف بڑھ گیا۔

تمام اونٹ رسیوں کی مدد سے ایک دوسرے سے بندھے ہوئے تھے اور زمین پر بیٹھے تھے۔

عمران پہلے اونٹ پر سوار ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے اونٹ پر جولیا ——— تیسرے اونٹ پر صفدر ——— جو تھے اونٹ پر کیپٹن شکیل ——— اور پانچویں اونٹ پر جوزف بیٹھ گیا۔

جوزف کے پیچھے سامان سے لدے ہوئے اونٹ تھے۔

عمران نے اپنے اونٹ کو اٹھایا اور اس اونٹ کے اٹھتے ہی باقی اونٹ بھی کھڑے ہو گئے اور عمران نے ہاتھ ہلا کر بوڑھے زبیر کو الوداع کہا اور اونٹ کا رخ صحرا کی طرف موڑ دیا۔

اونٹوں کی قطار ایک دوسرے کے پیچھے چلتی ہوئی صحرا میں داخل ہو گئی۔ ان کی رفتار خاصی تیز تھی۔ اس لئے جلد ہی گاؤں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور وہ ہر طرف پھیلے ہوئے صحرا کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ گئے۔



اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب کے مضافات میں ایک چھوٹی سی عمارت تھی جس کی پیشانی پر ایک بڑا سا بورڈ لگا ہوا تھا۔ اس بورڈ پر سرخ رنگ میں پانچ تارے بنے ہوئے تھے۔ یہ اسرائیل کی سیکرٹ سروس جی۔ پی۔ فائیو کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ عمارت کے صدر دروازے پر دو مسلح فوجی بڑے چوکنا انداز میں ایستادہ رہتے تھے کہ ایک سیاہ رنگ کی کار تیز رفتاری سے اس عمارت کی طرف بڑھتی نظر آئی۔ کار کی نمبر پلیٹ پر بھی پانچ تارے بنے ہوئے تھے۔

اس کار کو آتے دیکھ کر پہریدار اور زیادہ مستعد ہو گئے۔ کار دروازے پر آ کر رکی اور اس کا پچھلا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ایک لمبا تڑنگا کرخت چہرے والا آدمی باہر نکلا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ درشتی نمایاں تھی۔ پہریداروں نے اسے دیکھتے ہی سلیوٹ مارا مگر وہ انہیں نظر انداز کرتا ہوا دروازے میں داخل ہو گیا۔ اور کار اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔

یہ جی۔ پی۔ فائیو کا سربراہ کرنل ڈیوڈ تھا جسے پورے اسرائیل میں سب سے زیادہ با اختیار اور طاقتور سمجھا جاتا تھا۔ اور تھا بھی ایسا ہی۔ پورے اسرائیل میں اس کے ایجنٹوں کا جال پھیلا ہوا تھا۔

کرنل ڈیوڈ تیزی سے چلتا ہوا اپنے مخصوص کمرے میں پہنچا۔ اس کمرے میں ایک میز اور چند کرسیاں موجود تھیں۔ میز کے پیچھے سٹیل کی ایک بڑی سی الماری تھی۔ میز پر چار پانچ مختلف رنگوں کے ٹیلیفون پڑے ہوئے تھے اور میز کے کناروں پر مختلف رنگوں کے بٹنوں کی ایک قطار تھی۔

کرنل ڈیوڈ کرسی پر بیٹھا اور پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔

”کافی“ ——— کرنل ڈیوڈ نے درشت لہجے میں کہا اور نوجوان تیزی سے واپس چلا گیا۔

چند لمحوں بعد کرنل ڈیوڈ کے سامنے کافی کے پیالے کے ساتھ دس بارہ فائلیں

بھی پہنچ گئیں۔

کرنل نے کافی پینے کے ساتھ ساتھ فائلیں کھول کر پڑھنا شروع کر دیں۔ ایک سرخ رنگ کی فائل دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اس فائل پر موٹے موٹے حروف میں پاکیشیا لکھا ہوا تھا۔

کرنل نے کافی کا پیالہ میز پر رکھا اور پھر تیزی سے فائل کھول کر پڑھنے لگا فائل میں صرف ایک کاغذ تھا۔ کرنل بڑے انہماک سے اسے پڑھتا رہا۔ اس کے چہرے پر شکنوں کا جال سا بچھ گیا۔

پھر اس نے میز پر پڑا ہوا سرخ رنگ کا ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور تیزی سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"کرنل ڈیوڈ سپیکنگ" ——— کرنل ڈیوڈ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"یس باس! — رحمدین بول رہا ہوں" ——— دوسری طرف سے ایک مودبانہ آواز سنائی دی۔

"میرے پاس آؤ" ——— کرنل نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اور ایک بار پھر فائل کھول کر پڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ کرنل نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اسے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے دوبارہ فائل میں گم ہو گیا۔

رحمدین بڑے مودبانہ انداز میں سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یہ رپورٹ کب پہنچی ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے فائل بند کرتے ہوئے رحمدین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے" ——— رحمدین نے جواب دیا۔

"گریٹ کرسرات کی پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے سربراہ سے ملاقات کا کیا مقصد ہوگا" ——— کرنل ڈیوڈ نے سوچنے کے سے انداز میں کہا۔

"یہی تو چونکا دینے والی بات ہے ——— اس لئے میں نے سوچا کہ اسے فوری طور پر آپ کے نوٹس میں لایا جائے" ——— رحمدین نے جواب دیا۔

"کیا پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل ہمارے ریکارڈ میں ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"ضرور ہوگی جناب" ——— رحمدین نے جواب دیا۔

اور کرنل ڈیوڈ نے انٹرکام کا بٹن دبایا اور سیکرٹری کو پاکیشیا سیکرٹ سروس کی فائل لانے کا حکم دیا۔

"پاکیشیا میں ہمارا ایجنٹ کیا کرتا ہے ——— تفصیلات بتاؤ" ——— کرنل ڈیوڈ نے رحمدین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب! ——— پاکیشیا میں ہمارا ایجنٹ پریذیڈنٹ ہاؤس میں پروٹوکول آفیسر ہے ——— یہی وجہ ہے کہ گریٹ کرسرات کی ایکسٹو سے ملاقات کا علم اسے ہو گیا۔ مگر وہ اس ملاقات کی تفصیل حاصل نہ کر سکا" ——— رحمدین نے تفصیل سے بتاتے ہوئے جواب دیا۔

"ہوں" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

اور اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک فائل دبی ہوئی تھی۔ اس نے وہ فائل بڑے مودبانہ انداز میں کرنل ڈیوڈ کے سامنے رکھ دی اور پھر واپس مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

کرنل ڈیوڈ نے فائل کھولی اور اسے پڑھنے لگا۔ فائل میں دس بارہ کاغذ تھے انہیں پڑھنے کے بعد کرنل نے فائل بند کر دی۔

"اس فائل میں تفصیلات نہیں ہیں ——— صرف یہی بتایا گیا ہے کہ یہ تنظیم انتہائی خطرناک ہے ——— اور خاص طور پر ایک احمق سا نوجوان علی عمران سب سے زیادہ خطرناک ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔
"ایکسٹو کے متعلق زبردست کوششوں کے باوجود اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکا ——— اس لئے اتنے پر ہی اکتفا کرنا پڑا ...... بہرحال پوری دنیا میں وہ سب سے خطرناک سیکرٹ سروس سمجھی جاتی ہے" ——— ربقہ عین نے جواب دیا۔
"ہوں! ——— شاکر یرات کا ایکسٹو سے ملنا یقیناً ایک چونکا دینے والی بات ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے سوچتے ہوئے کہا۔
"جناب! ——— جہاں تک میرا اندازہ ہے، شاکر یرات نے ایکسٹو کو ہمارے خلاف کام کرنے پر اکسایا ہو گا" ——— ربقہ عین نے جواب دیا۔
"ہاں ہے ظاہر ہے اس کے سوا اور سوچا بھی کیا جا سکتا ہے ——— بہرحال تم ایسا کرو کہ اپنے ایجنٹ کو کال کرو اور اسے مزید تفصیلات حاصل کرنے کے لئے کہو ——— اور اس کے ساتھ ساتھ اسرائیل میں آنے والے تمام راستوں پر کڑی نگرانی کرو ——— فی الحال ہم اس سے زیادہ اور کیا کر سکتے ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔
"آپ بے فکر رہیں جناب! ——— میں نے پہلے ہی آپ کے حکم کی تعمیل کر دی ہے ——— اگر ایکسٹو یا اس کا کوئی ساتھی ہماری سرحد میں داخل ہوا تو آسانی سے پکڑا جائے گا" ——— ربقہ عین نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔
"ٹھیک ہے جاؤ" ——— کرنل ڈیوڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ——— اور پھر ربقہ عین اسے سلام کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

کرنل ڈیوڈ نے ربقہ عین کے جانے کے بعد فائل ایک طرف رکھ دی اور پھر اس نے ایک ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
"ریڈ فائیو سپیکنگ" ——— رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔
"کرنل ڈیوڈ" ——— کرنل ڈیوڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔
"یس باس" ——— ریڈ فائیو نے مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا ریڈ فائیو جی۔ پی۔ فائیو کا ایک خفیہ شعبہ تھا جس کا علم جی۔ پی۔ فائیو کے ڈائرکٹر جنرل کو نہ تھا اور اس شعبے کا کنٹرول کرنل ڈیوڈ نے براہ راست اپنے پاس رکھا تھا۔ یہ انتہائی خطرناک مواقع پر کام دیتا تھا۔ اور عام حالات میں یہ جی۔ پی۔ فائیو کے دیگر ممبران کی نگرانی کرتا تھا۔
"ریڈ فائیو! ——— ہو سکتا ہے کہ آئندہ چند روز میں مجرموں کی ایک جماعت اسرائیل میں داخل ہونے کی کوشش کرے ——— یہ عام قسم کے مجرم نہیں ہوں گے ——— بلکہ ان کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہو گا گو جی۔ پی۔ فائیو حفاظتی اقدامات کر رہی ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارا شعبہ اس سلسلے میں پوری تندہی سے کام کرے ——— کسی بھی مشکوک آدمی سے متعلق پوری چھان بین کی جائے" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔
"بہتر جناب" ——— ریڈ فائیو نے جواب دیا۔
"مجھے برابر رپورٹ ملنی چاہیئے ——— یہ لوگ ہمارے ملک کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔
"آپ بے فکر رہیں جناب! ——— اگر انہوں نے اسرائیل میں داخل ہونے کی کوشش کی تو وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتے" ——— ریڈ فائیو نے

مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

اور اس کے ساتھ ہی کرنل ڈیوڈ نے ریسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر ایکسٹو والی فائل کھول کر اس کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔



سورج پوری آب و تاب سے طلوع ہو گیا اور گرمی کی شدت بڑھنے لگی تو عمران نے اونٹ روک لیا۔

"کیمپ لگاؤ جوزف ۔۔۔ اب باقی سفر رات کو ہو گا" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ اچھل کر اونٹ سے نیچے کود پڑا۔ باقی لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی اور پھر تھوڑی دیر بعد وہاں دو کیمپ لگا دیئے گئے۔ ان میں سے ایک چھوٹا کیمپ جولیا کے لئے اور دوسرا بڑا کیمپ باقی لوگوں کے لئے تھا۔ اونٹوں کو ان کیمپوں کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اور پھر کھانا کھا کر وہ سب آرام کرنے کے لئے کیمپوں میں لیٹ گئے۔ چونکہ اونٹوں کے سفر نے ان کا جوڑ جوڑ تک ہلا دیا تھا اس لئے لیٹتے ہی انہیں گہری نیند آ گئی۔

اور پھر اونٹوں کے زور سے بلبلانے کی آوازوں سے عمران کی آنکھ کھل گئی۔ اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ باہر تیز ہوا چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں عمران تیزی سے کیمپ سے باہر نکلا۔ مگر اس کے چہرے پر ہوا کا ایک زوردار

تھپیڑا لگا اور عمران کی آنکھوں میں پڑنے والی ریت نے اُسے بُری طرح بوکھلا دیا۔ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے سرخ مرچیں اس کی آنکھوں میں ڈال دی ہوں۔

ہوا کا شور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جا رہا تھا اور پھر باقی ممبران بھی جاگ پڑے۔

"طوفان آ رہا ہے ۔۔۔ جلدی سے کیمپ لپیٹو ۔۔۔ ورنہ یہ سب کچھ اُڑ جائے گا" ۔۔۔ عمران نے چیخ کر کہا۔

اور پھر وہ سب کیمپ لپیٹنے میں مصروف ہو گئے۔

جولیا بھی جاگ کر کیمپ سے باہر نکل آئی تھی اور پھر اس نے بھی اپنا کیمپ اکھاڑنا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی انہوں نے کیمپ لپیٹ کر سامان دوبارہ اونٹوں پر باندھ دیا۔

اب ہوا کی رفتار میں تشویشناک اضافہ ہو چکا تھا۔ اور انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہوا انہیں حقیر تنکوں کی طرح اڑا کر لے جائے گی۔

"اونٹوں کو بٹھا کر ان کی اوٹ میں ہو جاؤ ۔۔۔ جلدی" ۔۔۔ عمران نے چیخ کر کہا۔

اور پھر صفدر اور کیپٹن شکیل نے بڑی پھرتی سے بلبلاتے ہوئے اونٹوں کو نیچے بٹھایا اور جوزف نے مضبوط رسیوں سے ان اونٹوں کے گھٹنے باندھ دیئے اب اونٹ اٹھ کر بھاگ نہ سکتے تھے۔ اور پھر وہ سب ہوا کی مخالف سمت میں اونٹوں کی اوٹ میں دبک گئے۔

طوفان لمحہ بہ لمحہ شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ اب ہر طرف گہرا اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں من ریت ہوا میں اڑاتی ہوئی ان کے جسموں پر گر رہی تھی۔

آہستہ آہستہ وہ سب ریت میں دبتے چلے گئے اور پھر ریت ان کے منہ تک آپہنچی اور انہوں نے سر اوپر کو اٹھا لیے۔

طوفان کچھ اس شدت کا تھا کہ الاماں ——— یوں لگتا تھا جیسے لاکھوں عفریت مل کر چیخ رہے ہوں۔ ریت میں دب جانے کی وجہ سے وہ ہوا کے جھکڑوں سے تو بچ گئے۔ مگر جس رفتار سے ریت ان پر گر رہی تھی اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر طوفان جلد ختم نہ ہوا تو وہ ریت میں زندہ دفن ہو کر رہ جائیں گے۔ ریت کی سطح لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتی چلی جا رہی تھی۔

اور پھر سب سے پہلے ایک اونٹ بلبلاتا ہوا اٹھا اور اس کے ساتھ ہی باقی اونٹ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اونٹوں نے جھٹکے مار کر اپنے گھٹنے آزاد کرا لیے اور پھر وہ سب سرپٹ بھاگ کھڑے ہوئے۔ گہرے اندھیرے میں عمران اور اس کے ساتھی اونٹوں کو بے بسی سے جاتے دیکھتے رہ گئے۔ ان کے جسموں پر اتنی ریت تھی کہ کوشش کے باوجود وہ اٹھ کر کھڑے ہونے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور اونٹ گہرے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

طوفان کا شور اور زیادہ شدت اختیار کر گیا۔ اور ریت گرنے کی رفتار کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی۔

"اٹھ جاؤ ——— اٹھ جاؤ ——— ورنہ ریت میں دفن ہو جاؤ گے ——— ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لو" ——— عمران نے چیخ کر کہا۔ اور پھر سب سے پہلے عمران نے زور لگا کر اپنے دونوں بازو ریت سے باہر نکالے اور پھر اس نے انتہائی تیزی سے اپنے جسم کے گرد ریت ہٹانی شروع کر دی۔

چند ہی لمحوں میں عمران زور لگا کر ریت سے باہر آ گیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سنبھل کر کھڑا ہوتا۔ خوفناک طوفان نے اس کے جسم کو یوں فضا میں اٹھا لیا جیسے

وہ کوئی حقیر سا تنکا ہو اور عمران طوفانی تھپیڑوں میں ہاتھ پیر مارتا ہوا دور جا گرا۔

نیچے گرتے ہی اس نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی مگر اس بار بھی اس کا یہی حشر ہوا اور وہ ہوا میں چکراتا ہوا فضا میں بلند ہوتا چلا گیا اور ایک بار پھر ہوا نے اسے پوری قوت سے ریت پر پٹخ دیا۔ عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے طوفان اسے یوں پٹخ پٹخ کر مار ڈالے گا۔

مگر اسی لمحے طوفان کی شدت کم ہونے لگی اور عمران وہیں ریت پر اوندھے منہ لیٹے طوفان کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسے اپنے ساتھیوں کی فکر بھی کہ نجانے ان کا کیا حشر ہوا ہوگا۔ اور اب نجانے ان سے کبھی ملاقات بھی ہو سکے گی یا نہیں۔

طوفان کی شدت تیزی سے کم ہوتی چلی گئی۔ اور تھوڑی دیر بعد سورج پھر پہلے کی طرح چمکنے لگا۔ اور ہوا ساکت ہو گئی۔

عمران کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے سر پر بندھا رومال اتار کر چہرے اور گردن کو اچھی طرح صاف کیا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ مگر ہر طرف ریت کے ٹیلے پھیلے ہوئے تھے۔ کہیں کوئی انسان نظر نہ آ رہا تھا۔

عمران نے لبادے کے اندر پہنے ہوئے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ٹرانسمیٹر پر پلاسٹک کا خول چڑھا ہوا تھا۔ عمران نے ٹرانسمیٹر کو خول سے باہر نکالا اور پھر اس نے اس کا بٹن دبا دیا۔ چند ہی لمحوں میں ٹرانسمیٹر کا بلب جلنے لگا۔

"ہیلو صفدر ——— عمران کالنگ اوور" ——— عمران نے کہا۔

"صفدر بول رہا ہوں ——— آپ کہاں ہیں اوور" ——— دوسری طرف

سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

"میں عالم بالا سے بول رہا ہوں ــــــ فی الحال یہ بتا دو کہ باقی ساتھی ٹھیک ہیں۔ اور" ــــــ ؟ عمران نے چہکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ! ــــ ہم سب ٹھیک ہیں ــــــ گو وقتی طور پر ہوا نے ہمیں اٹھا لیا تھا مگر ہم نے بروقت ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لئے تھے۔ اور" ــــــ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ پکڑنے میں تو تمہارا جواب نہیں ــــ مجھے یقین ہے کہ تم نے سب سے پہلے جولیا کا ہاتھ پکڑا ہوگا ــــــ بہرحال ریچ فائر کرو تاکہ میں تم تک پہنچ سکوں۔ اوور اینڈ آل" ــــــ عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے بٹن دبا کر ٹرانسمیٹر بند کیا اور اسے پلاسٹک کے خول میں ڈال کر دوبارہ جیب میں رکھ لیا اب وہ غور سے ہر طرف دیکھ رہا تھا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد اسے مشرق کی سمت فضا میں ایک ہوائی سی بلند ہوتی ہوئی دکھائی دی۔ کافی اوپر جا کر وہ ایک دھماکے سے پھٹ گئی اور اس میں شعلہ سا بلند ہوا۔

عمران سمجھ گیا کہ اس کے ساتھی اسی سمت ہیں لہذا اس نے مشرق کی طرف دوڑ لگا دی۔

کافی دور آنے کے بعد اس سمت سے ایک اور ریچ فائر ہوا اور عمران نے رفتار اور بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد اسے دور سے ریت پر موجود اپنے ساتھیوں کے چہرے نظر آنے لگ گئے۔

عمران کو دیکھ کر انہوں نے ہاتھ فضا میں لہرانے شروع کر دیئے اور تھوڑی دیر بعد عمران ان کے پاس پہنچ گیا۔ وہ سب ریت سے اٹے ہوئے تھے۔

"خدا کی پناہ ! ــــ کس قدر خوفناک طوفان تھا" ــــــ جولیا نے کہا۔

"یہ تو یہاں کا معمول ہے ــــ اس لئے تو میں سب انتظام کر کے چلا تھا۔ ــــ دیکھو ــــ اگر ریچ فائر اور ٹرانسمیٹر نہ ہوتے تو شاید ہم زندگی میں کبھی بھی نہ مل سکتے" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں ! ــــ وہ اونٹ" ــــ ؟ جوزف نے پہلی بار زبان ہلائی۔

"ہاں ! ــــ ان اونٹوں کو بھی پتہ کرنا ہے ــــــ اگر وہ نہ ملے تو پھر ہم اسی صحرا میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے" ــــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے" ــــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا پن نما آلہ نکال لیا۔ اس نے آلے کا بٹن دبایا تو اس آلے کی نوک پر لگا ہوا بلب جل اٹھا۔ نوک سے آخر تک چھوٹے چھوٹے بلب ایک قطار میں موجود تھے۔

"اونٹ یہاں سے دو کلو میٹر کے فاصلے پر ہیں" ــــــ عمران نے کہا اور پھر اس نے آلے پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی نوک پر لگا ہوا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔

"آؤ میرے ساتھ" ــــــ عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے شمال کی طرف بڑھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ بلب کے جلنے بجھنے میں تیزی آتی چلی گئی۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک چلنے کے بعد انہیں دور ریت کے ٹیلوں پر کھڑے ہوئے اونٹ نظر آ گئے۔ ان پر سامان لدا ہوا تھا اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر خاموش کھڑے تھے۔

"کمال ہے ــــــ اس آلے نے سمت کیسے بتا دی" ــــــ ؟ کیپٹن شکیل

نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"پہلے چار بلب سمت بتاتے ہیں ۔۔۔ اس آلے میں سے مخصوص لہریں نکل کر پھیل جاتی ہیں اور پھر جیسے ہی وہ لہریں کسی جاندار سے ٹکراتی ہیں تو بلب جل اٹھتا ہے ۔۔۔ پہلا بلب مغرب ۔۔۔ دوسرا مشرق ۔۔۔ تیسرا شمال ۔۔۔ اور چوتھا بلب جنوب کی سمت ظاہر کرتا ہے"۔۔۔ عمران نے انہیں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب اس آلے کی حیرت انگیز کارکردگی پر دنگ رہ گئے۔

جوزف نے اونٹوں کو قابو کیا اور ایک بار پھر انہوں نے کیمپ لگانے شروع کر دیئے۔

رات کو انہوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا اور پھر تمام رات وہ سفر کرتے رہے تین دن کے سفر کے بعد ان کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک سامان بردار اونٹ ذبح کیا اور پھر اس کے پیٹ میں موجود پانی نکال کر ڈولوں میں بھر لیا۔ یہ پانی رنگت میں بالکل شفاف اور ذائقے میں بھی صحیح تھا۔

اسی طرح ہر تین دن بعد وہ ایک اونٹ ذبح کرتے۔ اس کا پانی انہیں تین دن کام دیتا اور ان تینوں دنوں میں وہ اسی اونٹ کا گوشت پکا کر کھاتے رہتے۔ یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ ابھی تک پہلے کی طرح کوئی بڑا طوفان نہ آیا تھا اس لئے ان کا سفر خاصی تیز رفتاری سے جاری رہا۔

انہیں سفر کرتے ہوئے پندرہ روز ہو چکے تھے اور اس دوران نہ ہی وہ نہا سکے تھے اور نہ منہ ہاتھ دھو سکے تھے۔ اس لئے ان کی حالت بے حد خستہ تھی لباس بھی خستہ ہو رہا تھا کہ انہیں دور سے انسانی آبادی کے آثار نظر آنے لگے اور انہیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار یہ سب کچھ دیکھ رہے ہوں

سب سے خستہ حالت جولیا کی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار صحرا کا اس قدر طویل سفر کیا تھا۔ مگر اس نے بے مثال ہمت و جرأت کا مظاہرہ کیا تھا کہ اس نے کسی کو محسوس نہ ہونے دیا تھا کہ اس کی حالت اس قدر خراب ہے۔

آبادی کے آثار آہستہ آہستہ واضح ہوتے چلے گئے۔

"کیا اس آبادی میں ہمیں کوئی امداد ملے گی"۔۔۔ صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں ۔۔۔ گو یہ آبادی اسرائیلی حدود میں ہے ۔۔۔ مگر یہ خالصتاً عربوں کی آبادی ہے اور وہاں ہمارے پہنچنے کی اطلاع بھیجی جا چکی ہے ۔۔۔ مگر ہمیں وہاں رات کو داخل ہونا پڑے گا"۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ایک بڑے سے ٹیلے کی اوٹ میں کیمپ لگانے کا حکم دے دیا۔

پھر رات تک وہ اسی ٹیلے کے پیچھے آرام کرتے رہے۔ جب رات کا گہرا اندھیرا ہر طرف چھا گیا تو انہوں نے آبادی کا رخ کیا اور پھر آبادی سے تھوڑی دور عمران نے انہیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود تیزی سے آبادی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جب عمران آبادی میں داخل ہوا تو وہاں ہر طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ عمران مختلف گلیوں سے گزرتا ہوا ایک دروازے پر رک گیا۔ جس مکان کا یہ دروازہ تھا اس مکان کے اوپر ایک بڑا سا مور بنا ہوا تھا جس کا ہیولہ اندھیرے میں بھی صاف دکھائی دے رہا تھا۔

عمران نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔ دروازے پر ایک عرب نوجوان کھڑا تھا۔ عمران کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

"موت کا پیاسا ہوں" ـــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــ آپ لوگ پہنچ گئے" ـــــ عرب نے اچانک سنبھلتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــ ہم پہنچ گئے ہیں" ـــ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"آئیے! ـــ اندر آجائیے" ـــ عرب نوجوان نے تیزی سے کہا اور دروازے سے ایک طرف ہٹ گیا۔

"مگر میرے ساتھی" ـــــ عمران نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں ـــــ ان کا بندوبست بھی ہو جائے گا" ـــــ عرب نوجوان نے کہا اور پھر عمران کے اندر داخل ہونے پر وہ اسے ایک کمرے میں لے گیا۔

"آپ کے ساتھی بستی سے کتنی دور ہیں" ـــــ ؟ عرب نوجوان نے کمرے میں پہنچتے ہی پوچھا۔

"وہ شمال کی سمت آدھے کلو میٹر کے فاصلے پر ہیں" ـــــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ـــ میں ابھی انہیں لے آتا ہوں ـــ آپ آرام کریں" ـــ عرب نوجوان نے کہا۔

"کوڈ "موت" ـــ ہوگا۔ انہیں بتا دینا" ـــــ عمران نے کہا اور پھر ایک کرسی پر دھم سے گر گیا۔

عرب نوجوان نے سر ہلایا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اور پھر تقریباً آدھے گھنٹے بعد ایک ایک کر کے عمران کے ساتھی بھی اس کمرے میں آگئے۔ سب سے آخر میں وہ عرب نوجوان اندر آیا۔

"آپ کا سامان بھی پہنچ گیا ہے ـــــ اونٹوں کو میں نے واپس صحرا میں

دھکیل دیا ہے ـــــ میں آپ کے نہانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ ویسے مجھے آپ کی جرأت اور بہادری پر حیرت ہے۔ ـــ آپ شاید پہلے انسان ہیں جنہوں نے اس صحرا کو اس انداز میں پار کیا ہے ـــــ ورنہ اس کا تصور بھی ناممکن سمجھا جاتا ہے" ـــــ عرب نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کے نہانے کا بندوبست ہو گیا اور پھر نہانے اور نئے لباس پہننے کے بعد جب وہ دوبارہ کمرے میں اکٹھے ہوئے تو وہ سب پوری طرح چاق و چوبند تھے۔

پھر عرب نوجوان جس کا نام زید تھا۔ کھانے کا بندوبست کیا۔ اور پھر وہ سب کھانے میں مصروف ہو گئے۔

کھانے کے بعد باقی سب تو وہیں قالینوں پر ہی لیٹ گئے اور گہری نیند نے انہیں ایک لمحے میں اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ البتہ عمران زید سے کافی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ پھر زید اسے آرام کرنے کا مشورہ دے کر کمرے سے باہر باہر نکلتا چلا گیا۔

"ہیلو — ریڈ فائیو ون سپیکنگ" ——— میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک قوی ہیکل جسم کے مالک نوجوان نے رسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ریڈ فائیو فرام سیکشن تھرٹین سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

"یس — کیا بات ہے نمبر تھرٹین" ——— ؟ ریڈ فائیو ون نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"باس! — ڈیزرٹ پوائنٹ کے قریب پانچ خالی اونٹ پکڑے گئے ہیں — اونٹوں کی حالت سے محسوس ہو رہا ہے کہ انہوں نے صحرا میں ایک طویل سفر کیا ہے مگر سیکشن تھرٹین میں کوئی ان کی ملکیت تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے" ——— نمبر تھرٹین نے کہا۔

"اوہ! — بڑی اہم رپورٹ ہے ——— پانچ اونٹ آخر کہاں سے آ گئے — فوری طور پر تفتیش کرو اور مجھے رپورٹ دو" ——— ریڈ فائیو ون نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

"جناب! — میں نے تفتیش کی ہے ——— سرحدی پٹی پر ایک گاؤں اسما

ہے۔ ہمارے مخبر نے رپورٹ دی ہے کہ وہاں کے ایک عرب نوجوان زید کے دروازے پر ایک ایسے آدمی کو دیکھا گیا ہے جس کی ظاہری حالت سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ صحرا میں طویل سفر کر کے آیا ہے" ——— نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"پھر کیا زید کے گھر کی تلاشی لے لی گئی" ——— ؟ ریڈ فائیو ون نے چونکتے ہوئے کہا۔

"نہیں جناب! — آپ کی اجازت کی ضرورت تھی ——— کیونکہ زید اس گاؤں کا سردار ہے اور احکام کے مطابق سردار کے مکان کی تلاشی بغیر پرمٹ کے نہیں لی جا سکتی" ——— نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"اوہ نو نان سنس! ——— وہ پابندی صرف پولیس کے لئے ہے ——— تم فوراً اپنا گروپ لے کر اس کے مکان پر چڑھائی کر دو ——— اگر وہ رکاوٹ ڈالے تو بے دریغ گولی مار دو" ——— نمبر ون نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب! ——— میں ابھی اس بارے میں رپورٹ دیتا ہوں؟" ——— نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"سنو! ——— اگر مشکوک لوگ تمہیں وہاں مل جائیں تو انہیں ہیڈ کوارٹر بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے ——— انہیں وہیں گولی مار دینا، پھر ان کی لاشیں میرے پاس بھجوا دینا" ——— نمبر ون نے کرخت لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب! ——— آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی" ——— نمبر تھرٹین نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور دیکھو! ——— خالی اونٹوں کی تعداد چونکہ پانچ ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ مشکوک افراد کی تعداد پانچ سات یا دس ہو۔ اس لئے اپنا پورا دستہ لے کر جاؤ۔ اور اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی مشکوک آدمی زندہ بچ کر نکلنے نہ پائے" ——— نمبر ون

نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" ـــــ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"آپریشن کے بعد مجھے فوری رپورٹ دو ـــــ میں اس رپورٹ کا انتظار کروں گا" ـــــ نمبر ون نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس ـــــ میں آپریشن مکمل ہوتے ہی رپورٹ دوں گا" ـــــ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"دیگر سیکشنوں کو بھی الرٹ کر دو ـــــ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ نکل کر جا کر کسی اور جگہ داخل ہو سکے ہوں" ـــــ نمبر ون نے کہا۔

"میں نے پہلے ہی سب کو الرٹ کر دیا ہے" ـــــ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"اگر مشکوک لوگ زید کے مکان میں نہ ملیں تو پھر پورے گاؤں کی تلاشی لینا ہو سکتا ہے کہ وہ مختلف گھروں میں چھپے ہوئے ہوں ـــــ بہرحال میں ناکامی کی رپورٹ ہرگز نہیں سنوں گا" ـــــ نمبر ون نے ہدایات کا سلسلہ مزید طویل کرتے ہوئے کہا۔

"ناکامی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جناب! ـــــ ہم پاتال میں سے بھی ان مشکوک افراد کو کھینچ نکالیں گے" ـــــ نمبر تھرٹین نے بڑے فخریہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے ہمارے سیکشن میں ناکامی کے معنی موت ہی ہوتا ہے" ـــــ نمبر ون نے کہا۔

"اوکے باس ـــــ اب اجازت ـــــ میں مشکوک افراد کی تلاش میں نکلتا ہوں" ـــــ نمبر تھرٹین نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

"ان اونٹوں کے متعلق کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے" ـــــ؟ نمبر ون نے شاید ابھی رسیور رکھنے کے موڈ میں نہ تھا۔

"جناب! ـــــ فی الحال تو یہی معلوم ہو سکا ہے کہ وہ ایک طویل سفر کر کے آئے ہیں ـــــ البتہ چوکی میں موجود اونٹوں کا ایک ماہر کہہ رہا تھا کہ یہ اونٹ صحرا کے پار علاقوں کے ہیں ـــــ کیونکہ ان اونٹوں پر ایسے نشان لگے ہوئے ہیں جو زیادہ تر اسی طرف ہی پائے جاتے ہیں" ـــــ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"اوہ! ـــــ ایسا ناممکن ہے ـــــ کوئی شخص اونٹ پر اس صحرا کو پار نہیں کر سکتا ـــــ پندرہ بیس روز کا طویل سفر بغیر پانی کے ـــــ اور پھر اس صحرا میں مسلسل ایسے خوفناک طوفان آتے رہتے ہیں کہ ایسا تصور بھی ناممکن ہے ـــــ یقیناً یہ اونٹ سرحد پر سے کسی اور گاؤں سے آئے ہوں گے" نمبر ون نے سوچتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے جناب! ـــــ آپ کا خیال درست ہو" ـــــ نمبر تھرٹین نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے ـــــ تم آپریشن مکمل کرو ـــــ بعد میں اس مسئلے پر بھی غور کر لیا جائے گا" ـــــ نمبر ون نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

عمران اور اس کے ساتھی زید کے مکان میں گھوڑے بیچ کر سو رہے ہوئے تھے کہ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور زید بوکھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔ دروازے کے زوردار دھماکے سے ان سب کی نیند یکلخت اکھڑ گئی اور وہ اچھل کر بیٹھ گئے۔

"غضب ہو گیا —— تمہیں چیک کر لیا گیا ہے —— ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ جیپوں میں سوار مسلح افراد گاؤں کو گھیرے میں لے رہے ہیں" —— زید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ! —— سب لوگ اٹھ جاؤ اور سامان باندھ کر یہاں سے نکل چلو" —— عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اور پھر انہوں نے بجلی کی سی تیزی سے سامان اٹھا کر اپنی اپنی کمر سے باندھا اور پھر وہ عمران کی پیروی میں کمرے سے باہر آ گئے۔

"تم لوگ کیسے باہر جاؤ گے —— وہاں ہر طرف مسلح افراد پھیلے ہوئے ہیں" زید نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو —— صرف اتنا بتا دو کہ وہ جیپیں کس طرف ہیں" —— عمران

نے بڑے سکون آمیز لہجے میں پوچھا۔ اور زید اس کے سکون کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"ایک جیپ تو یہاں سے مکان کے ساتھ ملحقہ گلی میں ہے —— اور دوسری گاؤں کے شمالی حصے کی طرف" —— زید نے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے —— او کے! تمہاری مہمان نوازی کا شکریہ" ——

عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مکان کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی سورج پوری طرح نہ نکلا تھا اس لئے ہر طرف دھندلکا سا پھیلا ہوا تھا۔ عمران دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اور پھر باری باری سب لوگ بھی اس کے پیچھے باہر آ گئے۔

گلی چند قدم سیدھی جا کر آگے جنوب کی طرف مڑ گئی تھی۔ وہ سب دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

اور ابھی وہ موڑ کے قریب ہی پہنچے تھے کہ انہیں دو تین آدمیوں کے قدموں کی آوازیں اپنی طرف آتی سنائی دیں۔

"ہوشیار! —— انہیں زندہ پکڑنا ہے" —— عمران نے قریب موجود ساتھیوں سے سرگوشیانہ لہجے میں کہا اور وہ آنے والوں پر جھپٹنے کے لئے تیار ہو گئے۔

پھر پہلا آدمی جیسے ہی موڑ مڑ کر ان کے سامنے آیا۔ عمران اس پر عقاب کی طرح جھپٹ پڑا۔ اس کا ایک ہاتھ اس آدمی کے منہ پر جم گیا۔ اور دوسرے ہاتھ کو عمران نے اس کی گردن میں ڈال کر اسے اپنے سینے کے ساتھ بھینچ لیا۔

اسی لمحے دوسرا آدمی موڑ پر نظر آیا اور عمران کی طرح تنویر اس پر جھپٹ پڑا۔ اس کے حلق سے بھی آواز نہ نکل سکی اور پھر تیسرے آدمی کا حشر کیپٹن شکیل کے ہاتھوں ہوا۔ اب قدموں کی آوازیں بند ہو گئی تھیں۔

"انہیں بے ہوش کر کے ان کے کپڑے اتار لو اور جیبوں سے تمام سامان بھی نکال لو" ـــــ عمران نے کہا اور پھر اس نے فوراً ہی اپنا ایک ہاتھ کرتے نکال کر بجلی کی سی تیزی سے اس آدمی کی کنپٹی پر جڑ دیا۔ اور وہ آدمی عمران کے ہاتھوں میں جھول گیا۔

عمران نے انتہائی پھرتی سے اس آدمی کے کپڑے اتارے اور پھر اپنی عبا اتار کر اس نے انتہائی تیزی سے اس کے کپڑے اپنے لباس کے اوپر پہن لئے جب فارغ ہو کر اس نے سر اٹھایا تو صفدر اور کیپٹن شکیل بھی دونوں افراد کے کپڑے اتار چکے تھے۔ اور پھر اسے اتفاق ہی کہا جا سکتا ہے کہ تینوں افراد کے لباس انہیں پورے آ گئے۔

عمران نے اشارہ کیا اور پھر وہ تینوں تیزی سے گلی کی طرف مڑ گئے۔ جولیا اور جوزف کو عمران نے اپنے آگے کر لیا تھا اور اب ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں جو انہوں نے بے ہوش افراد سے چھینی تھیں۔

ان کے چلنے کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جولیا اور جوزف کو گرفتار کر کے لا رہے ہوں۔ عمران کی ہدایت پر جولیا اور جوزف نے اپنے ہاتھ سروں پر رکھے ہوئے تھے۔

گلی کے بالکل سامنے ایک طاقتور جیپ صاف نظر آ رہی تھی اور دو مسلح آدمی ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے گلی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"انہیں گولی مار دو ـــــ کیوں زندہ لے کر آ رہے ہو" ـــــ جیپ والوں نے انہیں دیکھتے ہی چیخ کر کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے مشین گنیں سیدھی کر لیں۔

مگر دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن نے شعلے اگلے اور دونوں اچھل کر دور جا گرے۔

مشین گن کے دھماکوں کی آواز اس سناٹے میں دور دور تک گونج اٹھی تھی۔

"بھاگو ـــــ جلدی سے جیپ پر قبضہ کر لو" ـــــ عمران نے کہا اور پھر وہ بے تحاشا جیپ کی طرف بھاگ اٹھے۔ جیپ کے قریب پڑے ہوئے دونوں افراد ختم ہو چکے تھے۔ گولیاں ٹھیک ان کے دلوں پر لگی تھیں۔

عمران اور اس کے ساتھی جیسے ہی بھاگتے ہوئے جیپ کے قریب پہنچے گلی میں بھاگنے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں۔ شاید گلی میں چھپے ہوئے لوگ فائرنگ کی آواز سن کر ادھر آ رہے تھے۔ عمران اچھل کر جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور صفدر اس کی دوسری طرف ـــــ اور باقی لوگ پچھلی نشستوں پر سوار ہو گئے۔

دوسرے لمحے عمران نے جیپ سٹارٹ کر دی۔ چابی اگنیشن میں ہی موجود تھی اس لئے عمران کے چند لمحے بچ گئے تھے۔

عمران نے جیپ تیزی سے آگے بڑھائی۔ مگر ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ سامنے سے کسی قسم کی ایک اور جیپ آتی دکھائی دی۔ یہ گلی نما سڑک انتہائی تنگ تھی اور اس میں دو بڑی جیپیں کراس نہ کر سکتی تھیں۔

اس لئے دونوں جیپیں انتہائی تیز رفتاری سے ایک دوسرے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھیں۔ پھر ان دونوں کے درمیان ابھی سو گز کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ عمران کے قریب بیٹھے ہوئے صفدر نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دستی بم نکالا اور پھر اس نے انتہائی پھرتی سے بم سامنے والی جیپ پر اچھال دیا۔ اسی لمحے عمران نے پھرتی

سے بریک لگتے اور جیپ ایک جھٹکا کھا کر رک گئی۔

بم سامنے والی جیپ کے ٹھیک انجن پر جا کر پھٹا اور پھر ایک زوردار دھماکہ سے جیپ کے پرزے فضا میں بکھرتے چلے گئے۔ اور عمران نے اسی لمحے ریورس گیئر لگایا اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے اس نے جیپ کو بیک کرنا شروع کر دیا کیونکہ دھماکے سے تباہ ہونے والی جیپ کا ملبہ کچھ اس بری طرح گلی میں پھیلا تھا کہ وہاں سے جیپ آگے نہ نکل سکتی تھی۔

مگر ابھی وہ بیس پچیس گز ہی پیچھے گئے ہوں گے کہ پیچھے سے ان پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ مگر جولیا اور جوزف نے سٹین گنوں کے رخ گلی کی طرف کیے اور پھر انہوں نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ مسلسل ڈالنا شروع کر دیا۔ دوسرے لمحے گلی میں چیخیں ابھریں اور پھر دوسری طرف سے فائرنگ رک گئی۔

عمران جیپ کو خاصی تیز رفتاری سے پیچھے لئے چلا جا رہا تھا۔ گو تنگ گلی میں جیپ کو اتنی تیز رفتاری سے بالکل سیدھ میں بیک کرنا بظاہر ناممکن نظر آ رہا تھا مگر سٹیرنگ عمران جیسے آدمی کے ہاتھ میں تھا اس لئے ظاہر ہے کہ جیپ بالکل ناک کی سیدھ میں بیک ہوتی چلی جا رہی تھی۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ اس گلی تک پہنچ گئے جہاں سے بھاگ کر وہ جیپ میں آئے تھے اور پھر عمران نے پوری قوت سے سٹیرنگ کاٹا اور گلی میں جیپ دوڑاتا چلا گیا۔

چند ہی لمحوں بعد جیپ زبیر کے دروازے کے سامنے سے سائرن کی آواز نکالتی ہوئی گزرتی چلی گئی۔

وہ گلی بالکل سیدھی آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی اور آگے جا کر اس میں سے چھوٹی چھوٹی تنگ گلیاں اس گلی کو کراس کر رہی تھیں۔ ان گلیوں میں سے ایک

گلی میں سے جیپ پر فائرنگ کی گئی۔ مگر جیپ کی رفتار اتنی تیز تھی کہ گولیاں اس پر گری ہی نہیں اور جیپ انتہائی تیز رفتاری سے بھاگتی ہوئی آگے نکلتی چلی گئی۔

گلی میں سے ان پر فائرنگ کرنے والے جیپ کے گزرنے کے بعد بڑی گلی میں آ کر ان پر فائرنگ کرنے لگے۔ مگر جولیا اور جوزف پہلے ہی ہوشیار تھے چنانچہ ان کی سٹین گنوں نے اتنی تواتر سے گولیاں برسائیں کہ گلی میں سے صرف چیخیں ہی سنائی دیں اور جیپ ان کی زد سے باہر آ گئی۔

یہ گلی آگے جا کر ایک بڑی سڑک پر ملتی تھی۔ وہاں چار افراد موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے کونے سے جیپ پر دستی بم پھینکا۔ مگر عمران نے گلی کے کونے سے نکلتے ہوئے بم کو دیکھ کر اتنی پھرتی سے بریک لگائے کہ جیپ ایک زوردار جھٹکے سے رک گئی۔ اور جیپ میں موجود افراد ایک دوسرے پر گر گئے۔

بم جیپ سے چند فٹ کے فاصلے پر زمین پر گرا اور ایک زوردار دھماکے سے پھٹ گیا۔

اسی لمحے عمران نے یکدم ایکسیلیٹر دبا دیا اور جیپ جیسے اڑتی ہوئی گلی کراس کر کے ہوئی بڑی سڑک پر چڑھتی چلی گئی۔ عمران نے انتہائی تیزی سے سٹیرنگ گھمایا اور جیپ لٹو کی طرح گھومتی ہوئی شمال کی طرف مڑی اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

چند ہی لمحوں میں وہ گاؤں کو کافی پیچھے چھوڑ آئے تھے۔

"خدا کی پناہ! ——— بڑا خوفناک محاصرہ تھا ——— مگر انہیں ہماری اطلاع کیسے مل گئی" ——— صفدر نے کہا۔

"جی ٹی ایل فائیو بڑی باخبر اور وسیع تنظیم ہے" ——— عمران نے مختصر سا

جواب دیا۔

اور پھر تھوڑی دور جانے کے بعد انہیں سڑک پر ایک چوکی نظر آئی۔ سڑک پر لکڑی کی باڑ نے راستہ بند کر دیا تھا اور نیلی وردیوں میں ملبوس دو افراد سڑک کے قریب کھڑے جیپ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے کاندھوں پر سٹین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔

جیسے ہی جیپ چوکی کے قریب پہنچی، ان میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر جیپ کو رکنے کا اشارہ کیا اور عمران نے ان دونوں کے قریب جا کر ایک جھٹکے سے جیپ روک دی۔

"کیا ہوا ہے ——؟" ایک سپاہی نے بڑے اشتیاق آمیز نظروں سے عمران کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ مگر قریب سے عمران کو دیکھتے ہی وہ جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔ شاید عمران کی اجنبی شکل نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا ہاتھ تیزی سے سٹین گن کی طرف اٹھا۔

مگر دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ میں ریوالور نظر آیا اور پھر اس سے پہلے کہ سپاہی کی سٹین گن اٹھتی یا اس کا ساتھی صورت حال کو سمجھتا عمران کے ریوالور نے شعلے اگلے اور وہ دونوں اچھل کر پشت کے بل زمین پر جا گرے اور عمران نے ایک جھٹکے سے جیپ آگے بڑھا دی اور طاقتور جیپ لکڑی کی باڑ کو توڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

جیپ میں خاموشی طاری تھی۔ پے در پے اس قدر ہنگاموں سے دو گزرنے کے بعد ان کے اعصاب خاصے تنے ہوئے تھے۔

خاصی دور آنے کے بعد ایک چوک آیا اور عمران نے دائیں طرف جیپ کو موڑ دیا۔ یہ سڑک شمال کی طرف جا رہی تھی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے شہر میں داخل ہو گئے۔ اب سورج پوری طرح نکل آیا تھا اور شہر میں خاصی گہمی تھی۔ لوگ آجا رہے تھے۔

عمران نے جیپ ایک گلی میں جا کر روک دی۔ اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ سب اچھل کر جیپ سے باہر آگئے۔

"اپنا سامان اٹھا لو" —— عمران نے کہا۔

اور پھر جب جیپ میں سے تمام سامان باہر آگیا تو عمران تیزی سے ساتھ والی گلی میں مڑتا چلا گیا۔

مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ شہر کی مین روڈ پر آگئے۔ یہاں بازار کھل گئے تھے۔ عمران کا رخ ایک چھوٹی سی عمارت کی طرف تھا جس کی پیشانی پر پس قہوہ خانے کا بورڈ لگا ہوا تھا۔

عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ قہوہ خانے کا ہال بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند بھری ہوئی تھی کیونکہ اس کی آنکھیں ادھ کھلی ہوئی تھیں۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کو اندر آتے دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ شاید اسے اتنے سویرے گاہکوں کے آنے کی امید نہ تھی۔

عمران سیدھا کاؤنٹر پر پہنچا۔

"مالک سے کہو کہ پرنس آیا ہے —— پرنس سیکارڈ" —— عمران نے نوجوان سے مخاطب ہو کر قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس!" —— نوجوان نے حیرت سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"آئیے! —— میرے پیچھے آجایئے —— باس آپ کا انتظار کر رہے ہیں" نوجوان نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر باہر آگیا پھر

وہ تیزی سے ایک راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

راہداری سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا جس میں کاٹھ کباڑ پڑا ہوا تھا۔ نوجوان نے اندر داخل ہو کر ان سب کو بھی اندر بلا لیا اور پھر اس نے تیزی سے بیرونی دروازہ بند کیا اور کمرے کی اندرونی دیوار پر لگے ہوئے ایک ہک کو کھینچا۔ ہک کھینچتے ہی اندرونی دیوار درمیان سے پھٹتی چلی گئی اور اب سیڑھیاں نیچے جاتی صاف نظر آ رہی تھیں۔

"سیدھے چلے جائیں ——— باس آپ کے منتظر ہیں" ——— کاؤنٹر مین نے کہا اور عمران اور اس کے ساتھی سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

جیسے ہی آخر میں جوزف نے سیڑھیوں پر قدم رکھا، ان کے پیچھے دیوار بند ہوتی چلی گئی۔

سیڑھیوں کے خاتمے پر ایک دروازہ تھا جس کے درمیان ایک قوی ہیکل عرب نوجوان کھڑا بڑی اشتیاق آمیز نظروں سے انہیں آتا ہوا دیکھ رہا تھا اس کے ایک ہاتھ میں مشین گن پکڑی ہوئی تھی۔

"ہیلو" ——— عرب نوجوان نے عمران کے قریب پہنچنے پر قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"پرنس ہیکارڈ" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ پرنس! ——— میں صبح سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں" ——— عرب نوجوان نے آگے بڑھ کر عمران سے گلے ملتے ہوئے کہا۔

"بس مجھ سے ہی گلے مل لو ——— میرے پیچھے آنے والے سے نہ ملنا" ——— عمران نے کہا۔

"اوہ! ——— وہ کیوں؟ ..." ——— عرب نوجوان نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر عمران

کو پیچھے ہٹتا دیکھ کر وہ بے اختیار ہنس پڑا۔

"ٹھیک ہے ——— ٹھیک ہے ——— آؤ میرے ساتھ" ——— عرب نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچ گئے۔ جہاں ایک بڑی سی میز کے ساتھ سات آٹھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

پھر عمران نے ایک کرسی سنبھال لی اور باقی لوگ بھی کرسیوں پر ڈھیر ہو گئے۔ عرب نوجوان طالع نے بھی میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی سنبھال لی۔

"تو پرنس! ——— یہاں تک پہنچنے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی ——— ؟" عرب نوجوان نے مسکراتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں ——— کوئی خاص تکلیف تو نہیں ہوئی ——— بس چھ سات آدمی ہلاک ہوئے ۔ ۔ ایک جیپ تباہ ہوئی ——— چوکی پر موجود پولیس کے دو افراد کو گولی ماری گئی ——— اور ہم یہاں پہنچ گئے" ——— عمران نے یوں طفلیانہ بھرے لہجے میں کہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

"اوہ! ——— تو اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں کو ٹریس کر لیا گیا تھا" ——— عرب نوجوان نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جلدی سے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔

"سالم! ——— محتاط رہنا ——— چیکنگ پارٹی ضرور آئے گی" ——— عرب نوجوان نے کہا اور پھر دوسری طرف سے جواب سن کر اس نے بٹن آف کر دیا۔

"ایسے حالات میں آپ کو کم از کم ایک ہفتہ یہاں رہنا پڑے گا ——— پورے علاقے کی زبردست پڑتال کی جائے گی" ——— عرب نوجوان نے کہا۔

"ارے نہیں ——— ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے ——— تم ایسا کرو کہ ہمیں لباس مہیا کر دو اور اس کے ساتھ ہی یہاں کا تفصیلی نقشہ ——— باقی کام

ہمارا" ــــ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مہیں پرنس! ــــ آپ یہاں کے حالات نہیں جانتے ــــ چونکہ قریب ہی ایک بڑا ڈیم زیر تعمیر ہے اس لئے اس علاقے میں ہر جگہ پولیس، انٹیلی جنس اور جی۔ پی۔ فائیو کے ارکان پھیلے ہوئے ہیں ــــ آپ یہاں اتنی آسانی سے نہیں نکل سکتے" ــــ عرب نوجوان نے کہا۔

"وہ دیکھا جائے گا ــــ تم بہرحال ہمارے لئے لباس مہیا کر دو" ــــ عمران نے بے نیازانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے کرسی کی پشت سے سر لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔



سرحدی گاؤں کے ارد گرد پولیس اور اعلیٰ حکام کا ہجوم موجود تھا۔ کا سربراہ بھی وہیں موجود تھا۔ وہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کی وردی میں تھا۔ اسی طرح جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکشن کا سربراہ بھی انتہائی افسردہ تھا۔ تباہ شدہ جیپ کا ملبہ گلی میں پھیلا ہوا تھا۔ ۳ مقامی افراد ہلاک ہو چکے تھے۔ ریڈ فائیو ہیڈ کوارٹر میں بھی تھا۔

پورے گاؤں کی تلاشی لی گئی تھی مگر ایک بھی مشکوک آدمی وہاں سے جی۔ پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ کا انتظار کیا جا رہا تھا کیونکہ ریڈ فائیو والن تمام حالات کی اطلاع دے چکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک ہیلی کاپٹر وہاں پہنچ گیا اور پھر اس ہیلی کاپٹر میں سے جی۔ پی۔ فائیو کا سربراہ کرنل ڈیوڈ باہر آ گیا۔ اس نے بذات خود تمام موقعہ دیکھا۔

"مجرموں کے متعلق مزید کیا معلوم کیا گیا ہے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے ریڈ فائیو والن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جناب! ــــ مجرم ہماری جیپ میں سوار ہو کر یہاں سے کیمرگ پہنچے ہیں۔ خالی جیپ وہاں کھڑی مل گئی ہے ــــ راستے میں انہوں نے چوکی کے دو سپاہیوں کو بھی ہلاک کر دیا ہے ــــ کیمرگ کا مکمل طور پر محاصرہ کر لیا گیا ہے اور باہر جانے اور اندر آنے والوں کی سختی سے نگرانی کی جا رہی ہے" ــــ ریڈ فائیو والن نے جواب دیا۔

"کیمرگ کی تلاشی لی گئی ہے" ــــ کرنل ڈیوڈ نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں جناب! ــــ باقاعدہ تلاشی تو نہیں لی گئی ــــ کیونکہ کیمرگ خاصا بڑا قصبہ ہے ــــ البتہ ہمارے آدمی وہاں مشکوک لوگوں کو تلاش کر رہے ہیں" ــــ ریڈ فائیو والن نے جواب دیا۔

اتنے میں جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکشن کا سربراہ تیزی سے کرنل ڈیوڈ کے پاس پہنچا۔

"جناب! ــــ ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ کیمرگ میں پانچ مشکوک افراد کو داخل ہوتے دیکھا گیا ہے ــــ ایک شخص نے صبح اپنے گھر کی کھڑکی سے انہیں اندر جاتے دیکھا ہے ــــ وہ تعداد میں پانچ تھے ــــ ان میں ایک عورت تھی اور ایک لمبا تڑنگا حبشی تھا۔ انہوں نے اپنی پشت پر سیاہ رنگ کے تھیلے اٹھائے ہوئے تھے" ــــ جی پی فائیو کے مقامی سیکشن کے انچارج نے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ تو کیا کیفے طالع کی تلاشی لی گئی" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"رپورٹ ابھی ملی ہے جناب" ۔۔۔ اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ میرے ساتھ آؤ ۔۔۔ میں خود اسے چیک کرنا چاہتا ہوں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ مقامی سیکشن کے انچارج اور ریڈ ونگ وان کو ہمراہ لئے دوبارہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کا ہیلی کاپٹر کیمبرک پہنچ گیا. ہیلی کاپٹر کے وائرلیس سے ریڈ فائیو ولن اور جی. پی. فائیو کے مقامی انچارج نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دی تھیں۔

اس لئے جیسے ہی ان کا ہیلی کاپٹر وہاں پہنچا. دس مسلح افراد وہاں موجود تھے. ہیلی کاپٹر مین روڈ سے تھوڑی دور ایک چوک کے پاس اترا تھا۔

"کیفے طالع کی مکمل نگرانی کی جا رہی ہے جناب" ۔۔۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر مؤدبانہ انداز میں کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہوں! ۔۔۔ آؤ دیکھ لیتے ہیں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب کیفے طالع کی طرف بڑھنے لگے۔

پھر سب سے پہلے کرنل ڈیوڈ کیفے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا. کیفے میں اس وقت دس بارہ آدمی مختلف میزوں پر موجود تھے. وہ بھی جی. پی. فائیو کے مسلح آدمیوں کو دیکھ کر گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

کاؤنٹر پر موجود سالم بھی انہیں دیکھ کر چونک پڑا. اس نے پھرتی سے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

کرنل ڈیوڈ کی تیز نظروں نے ایک لمحے میں ہال کا تفصیلی جائزہ لے لیا اور پھر آ

اپنے ہمراہیوں کو ہال میں موجود افراد کو چیک کر کے باہر بھیجنے کے احکامات صادر کئے اور خود کاؤنٹر کی طرف بڑھنے لگا۔

"وہ پانچ افراد جو صبح سویرے تمہارے کیفے میں داخل ہوئے ہیں ۔۔۔ کہاں ہیں؟" کرنل ڈیوڈ نے انتہائی سخت لہجے میں سالم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پانچ افراد ۔۔۔ جی ہاں! وہ پانچ ہی تھے وہ منہ اندھیرے کیفے میں آئے تھے اور ناشتہ کرنے کے بعد واپس چلے گئے تھے" ۔۔۔ سالم نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں! ۔۔۔ وہ باہر نہیں گئے ۔۔۔ یہاں موجود ہیں ۔۔۔ جلدی بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں ۔۔۔ ؟ تم جانتے ہو کہ جی. پی. فائیو کے سامنے جھوٹ ... والے ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"جناب! ۔۔۔ میں سچ کہہ رہا ہوں ۔۔۔ وہ پانچ افراد جن میں ایک عورت ۔۔۔ ایک حبشی اور تین نوجوان تھے ۔۔۔ یہاں آئے ضرور تھے مگر آدھے گھنٹے بعد واپس چلے گئے تھے ۔۔۔ جناب! مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے" ۔۔۔ سالم نے انتہائی اعتماد بھرے لہجے میں کرنل ڈیوڈ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

کرنل ڈیوڈ چند لمحے سالم کی آنکھوں میں دیکھتا رہا. پھر مسلح افراد کی طرف مڑتے ہوئے اس نے حکم دیا۔

"اس کیفے کی مکمل تلاشی لو ۔۔۔ خاص طور پر اس نظریئے سے کہ یہاں کوئی تہہ خانہ موجود ہو" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس کا حکم ملتے ہی مسلح افراد تیزی سے کیفے کی عمارت میں پھیلتے چلے گئے۔

کرنل ڈیوڈ بڑی بے چینی کے عالم میں کاؤنٹر پر انگلیاں بجانے لگا۔

"جناب کچھ پیش کروں" ـــــ سالم نے پوچھا۔

"شٹ اپ" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے اسے بڑی طرح جھڑک دیا اور سالم سہم کر خاموش ہو رہا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد تلاشی لینے والوں نے اپنی ناکامی کا اعلان کر دیا۔

"جناب! ـــــ کیفے کا چپہ چپہ ٹھونک بجا کر دیکھ لیا گیا ہے ـــــ یہاں کوئی تہہ خانہ نہیں ہے۔"

"ہوں! ـــــ اس کا مطلب ہے کہ مجرم یہاں آنے سے قبل ہی نکل گئے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا اور پھر وہ واپس مڑ گیا۔

کیفے سے باہر آ کر اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔

"پورے قصبے کی کڑی نگرانی کی جائے ـــــ مجرم اتنی جلدی یہاں سے نہیں نکل سکتے ـــــ ہر شخص کے شناختی کارڈ چیک کئے جائیں اور جیسے ہی کوئی مشکوک آدمی ملے ـــــ فوراً مجھے اطلاع دی جائے۔"

"بہتر جناب" ـــــ ریڈ ٹائیگرز اور مقامی انچارج نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اور سنو! ـــــ اس کیفے کی بھی مکمل نگرانی کی جائے۔ ـــــ ہو سکتا ہے کہ یہاں تہہ خانے ہوں جو ہم تلاش نہ کر سکے ہوں ـــــ اگر مجرم یہاں ہیں تو کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی انداز میں یہاں سے نکلنے کی کوشش ضرور کریں گے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ـــــ مجرم کسی حالت میں ہم سے بچ کر نہیں جا سکتے" ـــــ مقامی انچارج نے کہا۔

اور کرنل ڈیوڈ واپس اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کی پیشانی

سوچ کی گہری لکیریں نمایاں تھیں۔ مجرموں نے جس جرأت اور دیدہ دلیری سے ریڈ ٹائیگرز کے آدمیوں کا گھیرا توڑا تھا اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ مجرم انتہائی خطرناک اور دلیر لوگ ہیں۔

بہرحال اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی جی۔ پی۔ فائیو کے جال میں ضرور پھنسیں گے کیونکہ اسے اپنی تنظیم کی کارکردگی پر مکمل اعتماد تھا۔



عمران اور اس کے ساتھیوں نے لباس تبدیل کر لیا تھا۔ اور عمران ان سب کے لئے کپ میں مشروب ڈال رہا تھا کہ اچانک کمرے میں گھنٹی کی تیز آواز گونج اٹھی۔ اور گھنٹی کی آواز سنتے ہی کرسی پر بیٹھا ہوا طالع بری طرح چونک پڑا۔

"ہمارے کیفے کی تلاشی شروع ہو گئی ہے" ـــــ اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا تمہارا تہہ خانہ انہیں مل جائے گا" ـــــ عمران نے چونک کر پوچھا۔

"امید تو نہیں ہے کہ وہ اسے تلاش کر سکیں ـــــ بہرحال ـــــ" طالع نے فرش کا ڈھکن چھوڑتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ـــــ اگر انہوں نے تلاش بھی کر لیا تو ہم ان سے بھی نپٹ لیں گے" ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا اور پھر اس کے ہاتھ

پہلے سے زیادہ تیزی سے چلنے لگے۔ وہ اس وقت جوزف کے میک اپ میں مصروف تھا اور پھر جب اس نے ہاتھ روکا تو جوزف حبشی کی بجائے ایک غیر ملکی معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا رنگ گورا ہو چکا تھا۔ چہرے کے نقوش بدل چکے تھے اور سر پر سنہرے بالوں کی وگ نے اسے مکمل طور پر بدل دیا تھا۔

"حیرت انگیز ——— پرنس آپ تو جادوگر ہیں" ——— طالع نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے ——— میں تو مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنا سکتا ہوں" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جولیا کی طرف دیکھا جو اب عمران کے سامنے کرسی پر بیٹھ چکی تھی اور پھر عمران اس کے میک اپ میں مصروف ہو گیا۔ جیسے ہی وہ اس کے میک اپ سے فارغ ہوا۔ کمرہ ایک بار پھر گھنٹی کی تیز آواز سے گونج اٹھا اور طالع نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی۔

"خطرہ ٹل گیا ہے" ——— طالع نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹل نہیں گیا ——— یوں کہو کہ خطرے نے اپنی جان بچالی ہے" ——— عمران نے ہنستے ہوئے کہا

اور طالع بھی ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد طالع کے سامنے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا بلب جل اٹھا۔

"باس ——— جی۔ پی۔ فائیو کا سربراہ کرنل ڈیوڈ خود چیکنگ کے لئے آیا تھا لیکن شکر ہے کہ وہ تہہ خانے تلاش نہیں کر سکے ——— ویسے ہمارے کیفے کی مکمل نگرانی کی جا رہی ہے" ——— انٹرکام سے سالم کی آواز ابھری۔

"اوہ ——— کرنل ڈیوڈ خود آیا ہے" ——— طالع نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں جناب ——— اس کے ساتھ جی۔ پی۔ فائیو کے مقامی سیکشن کا انچارج بھی تھا اور بارہ کے قریب مسلح افراد تھے ——— انہوں نے پورے قصبے میں رف ہمارے کیفے کو مکمل طور پر چیک کیا ہے" ——— سالم نے جواب دیا۔

"اوکے ——— بہرحال تم ہوشیار رہنا" ——— طالع نے جواب دیا اور پھر اس نے انٹرکام کا بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

"کیا پہلے بھی اس بات پر کرنل ڈیوڈ خود آتا ہے" ——— عمران نے طالع سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں پرنس ——— آج سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا" ——— طالع نے جواب دیا۔

"ہوں" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب نئے میک اپ میں مصروف تھے۔

طالع کمرے سے اٹھ کر اوپر کیفے میں چلا گیا۔ تاکہ کیفے کی نگرانی کی تفصیلات معلوم کر سکے۔

عمران نے طالع کا مہیا کردہ نقشہ نکالا اور درمیانی میز پر رکھتے ہوئے دیکھنے لگا۔

"اب ہم گروپوں میں کام کریں گے ——— اس ملک میں ہمارا نام آج سے فلائنگ ڈیتھ ہو گا ——— ہر آدمی کے سامان میں فلائنگ ڈیتھ کے کارڈ وافر مقدار میں موجود ہیں۔ ہر واردات میں یہ کارڈ ضرور پھینکے جائیں" تاکہ اس کی زیادہ سے زیادہ پبلسٹی ہو ——— جولیا اور جوزف کا ایک گروپ ہو گا اور جولیا اس گروپ کی انچارج ہو گی ——— صفدر اور کیپٹن شکیل کا ایک گروپ ہو گا اور صفدر اس گروپ کا انچارج ہو گا ——— اور میں اکیلا کام کروں گا" ——— عمران نے

انہیں تفصیل سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"باس" ——— جوزف نے کچھ کہنا چاہا۔

"جو میں نے کہہ دیا ہے ——— وہ فائنل ہے" ——— عمران نے انتہائی سخت لہجے میں جوزف کو جھڑکتے ہوئے کہا۔

اور جوزف سہم کر خاموش ہو گیا۔

"جولیا اور جوزف! ——— تم یہاں سے شمالی اسرائیل ہوتے ہوئے تل ابیب پہنچو گے ——— راستے میں کوشش کرو کہ اہم پوائنٹس ——— ڈیم ——— ملیں یا جو چیز نظر آئے اُسے اڑا دو ——— صفدر اور کیپٹن شکیل جنوبی اسرائیل کا دورہ کر کے ہوتے تل ابیب پہنچیں گے ——— ان کے ذمہ بھی یہی کام ہو گا۔ اور میں تم لوگوں سے تل ابیب میں ملوں گا ——— ہر ممبر اپنے پاس ای ٹی ٹرانسمیٹر رکھے گا اور صرف رابطے کا یہی ذریعہ استعمال کیا جائے گا" ——— عمران نے کہا۔

"مگر کام کا طریقہ کار اور اس کے لئے ضروری سامان؟" ——— صفدر نے کہا۔

"اس کا انتظام آپ لوگوں نے خود کرنا ہے ——— اور اپنے اپنے گروپ کا طریقہ کار بھی آپ لوگوں نے خود طے کرنا ہے ——— ہمارا مقصد اسرائیل میں زیادہ سے زیادہ دہشت پھیلانا ہے تاکہ ہم انہیں ان کاموں میں الجھا لیں اور اس طرح ان کی توجہ اصل مشن کی طرف نہ جا سکے گی" ——— عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے ——— سب سے پہلے تو یہاں سے نکلنے کا مسئلہ ہے۔ کیونکہ گرانڈ ڈیم کی بدولت چیکنگ کا مطلب یہ ہے کہ اب قصبے کی سختی سے نگرانی کی جا رہی ہو گی" ——— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اس کا حل بھی میں نے سوچ لیا ہے ——— آج رات کو ہم یہیں رہیں گے اور میں کوشش کروں گا کہ یہاں کا بلیارڈ ڈیم رات کو تباہ ہو جائے ——— اگر ڈیم تباہ ہو گیا تو اس قصبے میں اس قدر افراتفری پھیلے گی کہ تمام نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور اس افراتفری میں سارا ہم سب آسانی سے نکل سکیں گے" ——— عمران نے جواب دیا۔

"تو کیا ڈیم آپ اکیلے ہی تباہ کریں گے؟" ——— جولیا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ——— یہ کام میرا گروپ یعنی میں خود کروں گا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر ہم سب مل کر" ——— صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

"نہیں صفدر! ——— زیادہ آدمی نظروں میں آجاتے ہیں ——— میں اکیلا ہی کام کر لوں گا ——— تم سب فی الحال آرام کرو" ——— عمران نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر تہہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اس وقت عمران مقامی مزدوروں کے میک اپ میں تھا۔ تہہ خانے سے ہوتا ہوا وہ جب ہال میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ طالع اور سالم دونوں کاؤنٹر پر موجود تھے۔

عمران سیدھا کاؤنٹر پر پہنچا اور اس نے طالع کو ایک پیالہ کافی دینے کے لئے کہا۔

طالع نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر دھیرے سے مسکرا دیا۔ سالم نے کافی کا پیالہ لا کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر شناسائی کا کوئی اثر تک موجود نہیں تھا۔

عمران نے بڑے اطمینان سے کافی پی اور بیرے کو ادائیگی کرکے وہ کیفے کے دروازے سے باہر آگیا۔ مختلف بازاروں میں گھومتا ہوا وہ آہستہ آہستہ ڈیم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ڈیم قصبہ کمیرگ سے تقریباً دو میل مشرق میں تھا اور ایک بہت بڑے دریا پر یہ ڈیم پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے بنایا جا رہا تھا۔

ڈیم کے قریب جا کر عمران رک گیا۔ یہاں ایک چیکنگ چوکی بنی ہوئی تھی جہاں ڈیم کی طرف جانے والے ہر آدمی کی مکمل تلاشی لی جاتی تھی۔ اور چوکی پر عام وردی سے کچھ زیادہ لوگ موجود تھے۔ وہ ہر آنے جانے والوں کی کڑی نظروں سے نگرانی کر رہے تھے۔ ڈیم پر کام کرنے والے مزدوروں کی دوسری شفٹ شروع ہونے والی تھی۔ اس لئے وہاں اندر جانے والے مزدوروں کی ایک طویل قطار موجود تھی۔

عمران بھی خاموشی سے اس قطار میں شامل ہو گیا۔

قطار آہستہ آہستہ کھسکتی گئی اور پھر آخرکار عمران کا نمبر بھی آگیا۔

"نام ۔۔۔۔ ؟" ایک آفیسر نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"ہاشم" ۔۔۔۔ عمران نے خالص عرب لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کونسے شعبے میں کام کرتے ہو" ۔۔۔۔ ؟ آفیسر نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"ڈائنامیٹ شعبے میں" ۔۔۔۔ عمران نے اسی طرح اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"کب سے کام کر رہے ہو ۔۔۔۔ ؟" آفیسر نے پوچھا۔

"تین ماہ سے" ۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ ادھر جاؤ" ۔۔۔۔ آفیسر نے مطمئن ہو کر سر ہلاتے ہوئے

کہا اور پھر عمران تیزی سے قریبی کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جہاں مزدوروں کی تلاشی لی جا رہی تھی۔

کمرے میں تین مسلح افراد موجود تھے۔

"کپڑے اتار دو" ۔۔۔۔ ان میں سے ایک نے کرخت مگر شستہ لہجے میں کہا اور عمران نے بڑی پھرتی سے لباس اتار دیا۔ اب وہ ایک زیر جامے میں موجود تھا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔۔ پہن لو کپڑے" ۔۔۔۔ اسی آدمی نے کہا۔

اور عمران نے دوبارہ لباس پہن لیا۔

ایک سپاہی نے بڑھ کر عمران کے لباس کی تلاشی لی اور پھر سر ہلا دیا۔ ظاہر ہے کہ عمران کے پاس کچھ ہوتا تو انہیں ملتا۔

پھر آفیسر کے اشارے پر عمران کمرے کے دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔

اس دروازے سے نکل کر وہ سیدھا ڈیم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ڈیم بہت بڑا تھا اور اب عمران سوچ رہا تھا کہ اتنے بڑے ڈیم کو آخر وہ کس طرح تباہ کر سکتا ہے ۔۔۔۔!

بیشمار لوگ ڈیم کی تعمیر میں مصروف تھے۔ ڈیم کا تین چوتھائی کام مکمل ہو چکا تھا۔ صرف ایک حصے کا کام زیر تعمیر تھا۔ ڈیم کے ساتھ ایک بہت بڑی جھیل میں پانی کو ذخیرہ کیا گیا تھا۔ اس ڈیم میں پانی کے نکاس کے لئے دس بڑی بڑی سرنگیں تعمیر کی گئی تھیں۔ ان میں سے آٹھ سرنگیں مکمل ہو چکی تھیں جب کہ دو سرنگیں زیر تعمیر تھیں۔

اور پھر پورے ڈیم کا ایک چکر لگا کر عمران نے اپنا لائحہ عمل طے کر لیا۔ اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ان میں سے اگر سب سے بڑی سرنگ کو تباہ کر دے تو اس میں سے

نکلنے والا پانی باقی سرنگوں کو بھی لے بیٹھے گا اور پھر اس میں سے پھیلنے والا پانی قصبہ کمبرگ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔

عمران نے یہ بھی سوچا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کر جھیل کا پانی پورے قصبے کو تباہ کر دے اور اس طرح ہزاروں بے گناہ لوگ مارے جائیں۔ اسی لئے اس نے بڑی سرنگ کو تباہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق اس سرنگ کی تباہی سے جھیل کا صرف مغربی کنارہ ہی تباہ ہوگا۔ اور اس سے صرف اتنا پانی قصبے میں پھیلے گا کہ جس سے تباہی کی بجائے شاید قسم کی افراتفری پھیل جائے اور اتنا ہی وہ چاہتا تھا۔

سرنگیں کھودنے کے لئے ڈائنامیٹ استعمال کیا جا رہا تھا اور وقفے وقفے سے دھماکے ہو رہے تھے۔

عمران سیدھا اس شعبے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

شعبے کا انچارج ایک طرف کرسی ڈالے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ سیدھا انچارج کے پاس پہنچ گیا۔

"مجھے کام چاہیئے جناب" ـــــ عمران نے اس کے قریب جا کر کہا۔

"کام چاہیئے! ـــــ کیا مطلب ـــــ کیا میں نے یہاں بیروزگاری کا کوئی دفتر کھولا ہوا ہے" ـــــ؟ انچارج نے کرخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جناب! ـــــ میں نے ڈائنامیٹ کے استعمال کی خصوصی تربیت حاصل کی ہوئی ہے ـــــ آپ یقیناً میری کارکردگی سے خوش ہوں گے" ـــــ عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

"ہوں ـــــ خصوصی تربیت لی ہوئی ہے ـــــ پہلے کہاں کام کیا ہے" ؟ انچارج نے قدرے نرم لہجے میں پوچھا۔

"جناب میں نے جنگل ڈیم پر کام کیا ہے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"اچھا ـــــ مجھے ضرورت تو ہے۔ مگر میں پہلے تمہاری کارکردگی چیک کروں گا" انچارج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے قریب سے گزرنے والے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"فورمین ـــــ اس آدمی کو لے جاؤ ـــــ اس کا کہنا ہے کہ اس نے ڈائنامیٹ کے استعمال کی خصوصی تربیت لے رکھی ہے۔ اسے چیک کر کے مجھے رپورٹ دو" ـــــ انچارج نے کہا۔

"بہتر باس! ـــــ میں ابھی چیک کر لیتا ہوں" ـــــ فورمین نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر فورمین عمران سے مخاطب ہو کر بولا۔

"میرے پیچھے چلے آؤ" ـــــ اور خود آگے بڑھ گیا۔ عمران اس کے پیچھے خاموشی سے چل دیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران نے فورمین پر ڈائنامیٹ کے استعمال کی مہارت ثابت کر دی اور فورمین اس کی کارکردگی پر اتنا خوش ہوا کہ وہ اسے لے کر دوبارہ انچارج کے پاس پہنچا۔

"مسٹر رابرٹ! ـــــ یہ بہترین کارکن ہے ـــــ میں اس کے لئے ڈبل معاوضے کی سفارش کرتا ہوں" ـــــ فورمین نے انچارج سے عمران کی سفارش کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ـــــ ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے ـــــ کیا نام ہے تمہارا" ـــــ ؟ انچارج نے ایک رجسٹر اپنی طرف کھسکاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاشم" ـــــ عمران نے جواب دیا اور پھر چند لمحے بعد غلط ملط تفصیلات

بتا کر جان چھڑالی اور زرینہ کے ساتھ واپس سرنگوں کی طرف چل پڑا۔

عمران کی ڈیوٹی سرنگ نمبر ۹ پر لگائی گئی تھی اور پھر عمران اپنے کام میں مگن ہو گیا۔

سب سے بڑی سرنگ کا نمبر پانچ تھا اور اس میں پانی پوری رفتار سے چل رہا تھا۔ یہ سرنگ تقریباً تین ہزار فٹ طویل تھی اور اس میں سے گزرنے والا پانی اتنا تیز بہہ رہا تھا کہ اس کے شور سے ہی کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی آرام کے وقفے پر عمران ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا۔ کچھ کارکن کینٹین کی طرف بڑھ گئے اور کچھ ٹولیاں بنا کر اپنے ساتھ لائے ہوئے تھرماسوں سے چائے انڈیل کر پینے لگے۔

عمران چونکہ نیا تھا اس لئے کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ ڈائنامیٹ کا ذخیرہ سامنے ہی بالکل قریب ہی موجود تھا۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور انتہائی طاقتور ڈائنامیٹ کی دس سلاخوں کا پیکٹ اٹھا کر اس نے بڑی پھرتی سے اپنے لباس کے اندر چھپا لیا۔

پھر وہ اٹھا اور ٹہلتا ہوا زیر تعمیر سرنگ سے باہر آ گیا۔ ہر شخص کھانے پینے اور آرام کرنے میں مصروف تھا۔ اس لئے عمران بڑے اطمینان سے سرنگ نمبر پانچ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس سرنگ کے قریب مسلح فوجیوں کا ایک دستہ پہرہ دے رہا تھا مگر انہوں نے بھی اپنی سٹین گنیں ایک طرف رکھی ہوئی تھیں اور وہ بھی ایک جگہ اکٹھے ہو کر چائے پینے میں مصروف تھے۔

عمران سرنگ کی دیوار سے ہوتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ سرنگ نمبر آٹھ خالی تھی وہ حال ہی میں تعمیر ہوئی تھی اور ابھی اس میں سے پانی نہیں گزارا گیا تھا۔ عمران اس سرنگ میں داخل ہو گیا۔ اور پھر تیزی سے بھاگتا ہوا سرنگ کے آخری سرے پر

پہنچ گیا۔

یہاں سے سرنگ نمبر پانچ میں جانے کے لئے ایک کاٹری کا کٹہرا بنا ہوا تھا جو سرنگ نمبر پانچ کے بڑے گیٹ کے پاس جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ عمران بڑی تیزی سے اس کٹہرے پر چڑھا اور پھر تیزی سے سرنگ نمبر پانچ کی طرف بڑھنے لگا۔

چونکہ کام سرنگوں کی دوسری طرف ہو رہا تھا اس لئے ادھر کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ سرنگ نمبر پانچ کے قریب پہنچ کر عمران رک گیا۔

سرنگ نمبر پانچ سے پانی مخزن کے حساب سے انتہائی تیز رفتاری سے گزر رہا تھا اور عمران کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اس طرف سے سرنگ میں داخل ہو کر پانی میں بہتا ہوا دوسری طرف سے نکل جائے گا اور اس دوران سرنگ کے کسی رخنے میں ڈائنامیٹ فٹ کر دے گا۔ مگر نزدیک سے دیکھنے پر اسے اپنا منصوبہ انتہائی بچگانہ محسوس ہو رہا تھا۔

سرنگ میں پانی جس رفتار سے گزر رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ اگر وہ پانی میں اترا تو سرنگ کی دوسری طرف صحیح سلامت نہیں پہنچ سکتا۔ پانی اسے کسی حقیر تنکے کی طرح بہا کر لے جائے گا اور جس رفتار سے پانی گزر رہا تھا اس لحاظ سے تو شاید سرنگ کی دوسری طرف پہنچنے سے قبل ہی اس کا جسم ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکا ہو گا۔ اور پھر اتنے تیز بہاؤ میں بہتے ہوئے ڈائنامیٹ فٹ کرنا اور اسے سلگانا تقریباً ناممکن ہی تھا۔ مگر عمران کی فطرت ہی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے منصوبے رد نہیں کیا کرتا۔ اس لئے اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈائنامیٹ کا فلیتہ سلگانے والا مخصوص قسم کا لائٹر نکالا اور پھر اس کی کارکردگی چیک کر کے اسے دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔ یہ لائٹر اس قسم کا تھا کہ اس پر پانی اثر نہیں کرتا تھا۔ ڈائنامیٹ کی سلاخوں پر مخصوص قسم کا پلاسٹک چڑھا ہوا تھا۔ اس

لئے اس کا بھی پانی میں جمپنگ کرنا کارہ ہونے کا خدشہ نہ تھا۔

اور پھر عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور دوسرے لمحے اس نے آنکھ بند کر کے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ پہلے چند لمحوں کے لئے عمران کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ کسی سپیڈنگ بوٹ سے باندھ دیا گیا ہو جو انتہائی تیز رفتاری سے چل رہا ہو۔ اس کا پورا جسم پانی میں لٹو کی طرح گھومتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ مگر جلد ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور وہ پانی کی سطح پر مردہ مچھلی کی طرح لیٹ گیا۔

پانی کی رفتار چونکہ انتہائی تیز تھی اس لئے جلد ہی وہ سرنگ کے اندر پہنچ گیا۔ سرنگ میں گھپ تاریکی چھائی ہوئی تھی اور عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے کسی اندھے کنویں میں چھلانگ لگا دی ہو۔

عمران نے سرنگ کے اندر پہنچتے ہی اپنے جسم کو مخصوص انداز میں حرکت دی اور پھر جلد ہی وہ سرنگ کی دیوار کے پاس پہنچ گیا۔ مگر دیوار کے پیچھے پہنچنے کے باوجود اس نے اس بات کا خیال رکھا کہ اس کا جسم دیوار کے ساتھ رگڑ نہ کھائے ورنہ اسے یقین تھا کہ ایک ہی رگڑ میں اس کے خوبصورت جسم کے پرخچے اڑ جائیں گے۔

سرنگوں کی اندرونی بناوٹ کے متعلق اسے پہلے سے ہی معلوم تھا کہ یہ ڈبل پائپ صورت میں بنائے جاتے ہیں۔ یعنی ایک ٹیوب باہر کو نکلا ہوا اور دوسرا ٹیوب اندر کو ہوا ہوتا تھا۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا تھا کہ پانی کی رفتار دیوار سے ٹکراتے وقت کم ہو جاتی تھی۔ اور اس طرح دیوار کو پانی کی مسلسل رگڑ سے نقصان نہ پہنچتا تھا۔ عمران نے تیزی سے ہاتھ مارے اور پھر پانی کی سطح سے بلند ایک ابھرے ہوئے ڈبے کا کنارہ اس کے ہاتھ میں آگیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے کنارے کو مضبوطی سے تھام لیا۔ پانی کی تیز رفتاری سے اس کا پورا جسم ایک جھٹکے سے آگے کو

مگر عمران نے ہاتھوں پر چونکہ پوری قوت مرکوز کر دی تھی۔ اس لئے جلد ہی وہ سنبھل گیا اور پھر اس نے دونوں پیر پانی کے اندر ایک ابھرے ہوئے ڈبے میں اٹکا دیئے۔

اب عمران کا جسم آدھا پانی سے باہر اور آدھا پانی کے اندر تھا اور وہ کسی چھپکلی کی طرح دیوار کے ساتھ چپٹا ہوا تھا۔

چند لمحے وہ اسی حالت میں کھڑا رہا۔ پھر اس نے ایک ہاتھ کو کنارے سے علیحدہ کیا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر ڈائنا میٹ کا پیکٹ باہر نکالا اور ہاتھ اونچا کر کے اوپر والے باہر کو نکلے ہوئے ڈبے میں اس نے پھرتی سے پیکٹ رکھ دیا۔ اس دوران اس کے جسم نے خاصا تیز جھکولا کھایا۔ مگر اس نے جیسے تیسے کر کے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ پھر چند لمحے بے حس و حرکت رہ کر اس نے ایک بار پھر جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس بار جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں لائٹر موجود تھا۔ اس نے پانی سے ہاتھ باہر نکالا اور پھر لائٹر روشن کیا۔ گھپ اندھیرے میں لائٹر کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی پھیل گئی۔ یہ دیکھ کر عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں کہ اتفاق سے ڈائنا میٹ کا پیکٹ اس انداز میں رکھا گیا تھا کہ اس کا فلیتہ باہر لٹک رہا تھا۔ فلیتہ کا آخری سرا پانی کی سطح سے صرف ایک انچ بلند تھا اور پھر عمران نے لائٹر سے نکلنے والے شعلے کو فلیتے کے سرے سے لگا دیا۔ چند ہی لمحوں بعد فلیتہ سلگنے لگا۔

جب عمران کو یقین ہو گیا کہ اب فلیتہ بجھے گا نہیں تو اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے لائٹر بجھا دیا اور اسے جیب میں ڈال لیا۔

اور پھر عمران نے ہاتھ چھوڑ دیئے اور اس کا جسم ایک بار پھر پانی میں ہچکیاں کھانے لگا۔ چند ہی لمحوں میں عمران نے اپنے جسم کو سکیڑا اور پھر وہ تیزی سے پانی

کے بہاؤ کی مخالف سمت میں تیرنے لگا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ تیر رہا تھا جہاں پانی کی رفتار درمیان کی نسبت قدرے کم تھی۔

مگر پانی کا بہاؤ اس قدر تیز تھا کہ عمران بے پناہ محنت کے باوجود چند ہی گز آگے بڑھ سکا۔ اس کوشش میں ہی اس کا جسم تھک کر چور ہو گیا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی لمحے وہ بے دم ہو کر پانی میں گر جائے گا اور پھر پانی کا یہ خوفناک ریلا اُسے بہا کر لے جائے گا۔

ابھی سرنگ کا سرا خاصا دور تھا۔ اس لئے عمران مسلسل کوشش میں لگا رہا مگر پانی کے اس قدر خوفناک بہاؤ کو کاٹنا تقریباً ناممکن تھا۔

پھر مزید محنت کے بعد وہ تقریباً دس گز اور آگے بڑھ گیا۔ مگر اب اس کے حواس جواب دیتے جا رہے تھے۔ یہ زندگی اور موت کی جنگ تھی اور اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ موت آہستہ آہستہ اس کے قریب آتی جا رہی ہے۔ مگر عمران آخری لمحے تک جدوجہد کرنے کا قائل تھا۔ اس لئے وہ مسلسل آگے بڑھنے کی کوششوں میں لگا رہا اور پھر آہستہ آہستہ وہ سرنگ کے دہانے کے قریب ہوتا چلا گیا۔

پھر جب وہ سرنگ کے دہانے پر پہنچا تو اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ صدیوں سے اسی طرح تیر رہا ہے۔ پورا جسم جواب دے چکا تھا۔ یہ تو صرف عمران کی بے پناہ قوت ارادی تھی کہ وہ ابھی تک آگے بڑھ رہا تھا۔ کنارے پر پہنچ کر اس نے سر اونچا کیا اور اُسے کٹہرا دیوار سے ایک گز اونچا نظر آیا۔

عمران نے آخری بار اپنی بچی کھچی ہمت کو مجتمع کیا اور پھر اس نے پوری قوت سے پانی پر سے ہی چھلانگ لگا دی۔ اور پھر اس کے ہاتھ کٹہرے کے کنارے پر جم سے گئے۔ وہ چند لمحے لمبے لمبے سانس لیتا کٹہرے سے ہاتھوں کے بل لٹکا رہا۔ اُسے یقین تھا کہ اگر ایک ہی چھلانگ میں اس کے ہاتھ کٹہرے تک نہ پہنچ سکتے تو

پھر دنیا کی کوئی طاقت اُسے نہیں بچا سکتی تھی۔

چند لمحے کٹہرے سے لٹکنے کے بعد اس نے اپنے جسم کو سمیٹا اور پھر ہاتھوں کے بل اٹھتا ہوا وہ کٹہرے پر پہنچ گیا۔ اب وہ یقینی موت کے منہ سے نکل آیا تھا اور اس نے ایک ایسا کام کر دکھایا تھا جو ہر لحاظ سے ناممکن تھا۔

وہ کافی دیر کٹہرے پر لیٹا لمبے لمبے سانس لیتا رہا۔ پھر جب قدرے نارمل ہو گیا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ ڈائنامیٹ کا فلیتہ سلگ رہا ہوگا اور اس بارے میں فی الحال اُسے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ یہ ڈائنامیٹ اس انداز سے بنائے ہوئے تھے کہ فلیتہ سلگنے اور بم پھٹنے میں دو گھنٹوں کا وقفہ رکھا جاتا تھا تاکہ کارکن متعلقہ جگہوں پر آسانی سے پہنچ جائیں۔ پھر کٹہرے سے ہوتا ہوا عمران واپس سرنگ نمبر آٹھ میں پہنچ گیا۔ اب وہ جلد از جلد ڈیم کی حدود سے نکل جانا چاہتا تھا۔

چنانچہ سرنگ نمبر آٹھ سے نکل کر عمران باہر آیا تو اس نے جان بوجھ کر اپنا رُخ باہر جانے والی سڑک کی طرف موڑ دیا۔

اور تھوڑی دیر بعد وہ اس سڑک کے کنارے پر پہنچ گیا۔ جو سیدھا بیرونی چیکنگ چوکی کی طرف جاتی تھی۔ عمران کو معلوم تھا کہ ابھی چھٹی ہونے میں دو گھنٹے باقی رہتے ہیں اس لئے یہ لوگ بغیر پوچھ گچھ کے باہر نہ جانے دیں گے۔ مگر اس کے باوجود وہ تیزی سے چلتا ہوا چوکی کے پاس پہنچ گیا۔

"کیا بات ہے ـــ ؟ ابھی چھٹی ہونے میں دیر ہے" ـــ چوکی کے محافظ نے تیز نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"چیف انجینئر کا ایک ضروری پیغام ان کی بیوی کو پہنچانا ہے" ـــ عمران نے جواب دیا۔

"کونسے شعبے کے چیف انجینئر" ۔۔۔۔ محافظ نے مشکوک نظروں سے عمران کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر رابرٹ ۔۔۔۔ شعبہ ڈائنامیٹ ۔۔۔۔ انہوں نے مجھے خصوصی طور پر بھیجا ہے" ۔۔۔۔ عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا جاؤ" ۔۔۔۔ محافظ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

عمران دروازے سے ہو کر باہر آ گیا۔ اس کا یہ نفسیاتی حربہ کام آ گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ باہر جاتے وقت زیادہ چیکنگ نہیں کی جاتی، اور پھر چیف انجینئر فرمودات کو ذاتی کام کے لئے بھیجتے ہی رہتے ہیں۔

باہر آتے ہی عمران نے اپنی رفتار بڑھا دی، اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ قصبے کے قہوہ خانے پر پہنچ گیا۔

ڈائنامیٹ اس کے اندازے کے مطابق پھٹنے کے قریب ہوگا۔ اس لئے وہ جلد از جلد اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا۔

کاؤنٹر پر سالم اور طالع دونوں ہی موجود تھے اور ہال بھرا ہوا تھا۔

"میرے ساتھ آئیں" ۔۔۔۔ عمران نے طالع کے قریب پہنچ کر دبے لہجے میں کہا اور طالع نے چونک کر اسے دیکھا، دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں حیرت چھا گئی۔

مگر عمران تیزی سے راہداری کی طرف مڑتا چلا گیا۔ طالع بھی اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

جب وہ تہہ خانے میں پہنچے تو اس کے ساتھیوں نے اسے گھیر لیا۔

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے" ۔۔۔۔ جولیا نے پریشان لہجے میں کہا۔

"مسٹر طالع ۔۔۔۔ ڈیم تباہ ہونے والا ہے اور پھر اس کا پانی قصبے میں پھیل

جائے گا ۔۔۔۔ اس افراتفری میں ہم یہاں سے نکل جانا چاہتے ہیں ۔۔۔۔ کیا تم آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہمارے لئے ایک کار کا بندوبست کر سکتے ہو" ۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

"کیا کہا ۔۔۔۔ ڈیم تباہ ہونے والا ہے ۔۔۔۔ خدا کی پناہ! ۔۔۔۔ پھر تو یہ قصبہ تباہ و برباد ہو جائے گا" ۔۔۔۔ طالع کی آنکھیں خوف کی وجہ سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔

"ایسی بات نہیں ۔۔۔۔ صرف تھوڑا سا پانی آئے گا جس پر جلد ہی قابو پا لیا جائے گا ۔۔۔۔ تم فکر نہ کرو" ۔۔۔۔ عمران نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اگر واقعی ایسی بات ہے تو پھر شاید اتنا خطرہ نہ ہو ۔۔۔۔ بہر حال میں کار کا بندوبست کر دیتا ہوں" ۔۔۔۔ طالع نے سر ہلاتے ہوئے کہا، اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکلتا چلا گیا۔

"ہم ایک ہی کار میں یہاں سے چلیں گے ۔۔۔۔ قصبے سے باہر نکل کر ہم کار سے اتر جائیں گے ۔۔۔۔ اور پھر اپنے منصوبے کے تحت آگے بڑھیں گے" ۔۔۔۔ عمران نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

"عمران صاحب! ۔۔۔۔ ہم سب نے آپ کی غیر حاضری میں یہ سوچا ہے کہ اگر ہم اکٹھے رہیں تو زیادہ بہتر انداز میں کام کر سکتے ہیں ۔۔۔۔ اکیلے شاید ہم کامیاب نہ ہو سکیں" ۔۔۔۔ صفدر نے کہا۔

"نہیں ۔۔۔۔ اکٹھے رہنے سے ہم جلد ہی جی۔ پی۔ فائیو کی نظروں میں آ سکتے ہیں ۔۔۔۔ چلو دو گروپ بنا لو ۔۔۔۔ جولیا، جوزف اور میں اکٹھے رہیں گے اور تم اور کیپٹن شکیل اکٹھے رہو گے ۔۔۔۔ ٹی۔ ٹرن کے ذریعے ہمارے درمیان رابطہ قائم رہے گا" ۔۔۔۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"چلو ایسے ہی سہی ——— ہمیں بھی زیادہ فکر جوزف اور جولیا کی تھی" ——— تنویر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے طالع واپس تہہ خانے میں آیا۔ اس کے ہاتھ میں چابی تھی۔

"کار تہہ خانے کے سامنے موجود ہے ——— یہ اس کی چابی ہے" ——— اس نے چابی عمران کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔

"اپنا اپنا سامان جیبوں میں بھر لو ——— اب ہمیں اوپر ہال میں چلنا چاہئے کیونکہ کسی بھی وقت ہم یہاں سے نکل سکتے ہیں" ——— عمران نے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تہہ خانے سے نکل کر ہال میں پہنچ گئے اور سب بکھر کر مختلف میزوں پر بیٹھ گئے۔

ابھی وہ مشکل سے کرسیوں پر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک انہیں دور سے کسی خوفناک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ گو دھماکے کا مرکز وہاں سے کافی دور تھا مگر اس کے باوجود دھماکا اتنا شدید تھا کہ قہوہ خانے کی عمارت لرز گئی۔ ایک لمحے کے لئے ہال میں خاموشی طاری ہو گئی۔ اور پھر وہ سب لوگ تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ کیونکہ وہ سب اس خوفناک دھماکے کی وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔

چند لمحوں بعد ایک اور خوفناک دھماکہ ہوا اور پھر پے در پے خوفناک دھماکے ہونے شروع ہو گئے۔ اور عمران سمجھ گیا کہ ڈائنامیٹ کے ذخیرے کو آگ لگ گئی ہے۔

اب خوفناک دھماکوں کے ساتھ خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ اور پھر ہال میں موجود افراد کے ساتھ عمران اور اس کے ساتھی بھی قہوہ خانے سے باہر آ گئے۔

باہر سڑکوں پر لوگ تیزی سے بھاگ رہے تھے۔ پھر دوسرے لمحے قصبے میں خطرے کے سائرن بری طرح چیخنے لگے۔

وہ سب تیزی سے کار میں سوار ہو گئے اور انہوں نے کار آگے بڑھا دی۔ پورے قصبے میں شور مچ گیا تھا کہ ڈیم تباہ ہو گیا ہے اور جھیل کا پانی قصبے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں خوفناک افراتفری مچ گئی۔ لوگ بے تحاشہ قصبے سے باہر جانے والی سڑک پر بھاگنے لگے۔ ہر طرف چیخ و پکار مچ گئی۔ جس پر پولیس کی گاڑیوں کے سائرن کی آوازیں اور بھی زیادہ دہشت پھیلا رہی تھیں۔ ابھی عمران کی کار مین روڈ سے باہر آئی تھی کہ لاؤڈ سپیکروں پر قصبے کے باشندوں کو فوری طور پر قصبہ خالی کرنے کی اپیلیں کی جانے لگیں اور ان اعلانات کے بعد تو جیسے قصبے پر قیامت ہی ٹوٹ پڑی۔

بیرونی سڑک پر کاروں کی قطاریں سی لگ گئیں۔ سب لوگ ہر قیمت پر قصبے سے نکل جانے کے لئے ٹوٹ پڑے تھے۔ ظاہر ہے ایسے حالات میں حفاظتی چوکیاں کیسے قائم رہ سکتی تھیں۔

چنانچہ اس ہجوم میں وہ بڑے اطمینان سے کار چلاتے ہوئے قصبے سے باہر نکل گئے۔

"کیا تم نے اتنا بڑا ڈیم اکیلے ہی تباہ کیا ہے" ——— ؟ جولیا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اتنا بڑا ڈیم میں نے تباہ نہیں کیا ——— میں نے صرف ایک سرنگ میں ڈائنامیٹ لگا دیا تھا ——— باقی کام اس ڈائنامیٹ نے کر دیا" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اب ان کی کار فراٹے بھرتی ہوئی ہائی وے پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

جی۔ پی۔ ناٹیو کے ہیڈ کوارٹر میں ایک ہنگامی اجلاس ہو رہا تھا۔ کرنل ڈا
میز کے پیچھے بڑی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ اس کے سامنے دس کرسیوں پر
آدمی براجمان تھے۔ ان سب کے چہرے مایوسی سے لٹکے ہوئے تھے۔ جبکہ کرنل ڈ
کے چہرے سے وحشت اور غصہ کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔

"مجرموں نے انتہائی خوفناک کارروائی کی ہے ـــــ انہوں نے ہمیں اتنی
ضرب پہنچائی ہے کہ ہم عرصہ تک نہ سنبھل سکیں گے ـــــ کیا اب جی۔ پی۔ نا
اتنی نکمی ہو چکی ہے کہ چند مجرم اپنی من مانی کرتے پھر رہے ہیں ـــــ اور ہم
سے تماشہ دیکھ رہے ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے میز پر مکہ مارتے ہوئے انتہا
سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں! ـــــ مجرم بے حد ہوشیار اور چالاک واقع ہوئے ہیں ـــــ اب ہما
تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ اس طرح ڈیم کو تباہ کر کے قصبے میں پھیلنے والی افراتفری
میں وہاں سے نکل جائیں گے" ـــــ ایک نوجوان نے اپنے دانت بھینچ
ہوئے کہا۔

"آخر یہ سب کچھ کیسے ہوا ـــــ؟ ڈیم کیسے تباہ ہوا ـــــ اتنا بڑا ڈیم

نے کے لئے طویل عرصے کی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے ـــــ ایک پوری تنظیم
ضرورت ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"یہی بات تو حیران کن ہے ـــــ مکمل تفتیش سے صرف یہی بات معلوم ہوئی
ہے کہ شیپ ڈائنامیٹ میں ایک عرب مزدور ہاشم داخل ہوا اور وہاں کام کرتا رہا۔
اسے سرنگ نمبر آٹھ میں داخل ہوتے دیکھا گیا جو کہ خالی پڑی تھی۔ اس کے بعد
آخری رپورٹ یہ ہے کہ ہاشم نامی وہی مزدور ہیڈ لائٹ گیٹ پر آیا اور اس نے
انجینئر سے ایسے ذاتی پیغام کا بہانہ بنا کر باہر نکلنے کی اجازت حاصل کی۔ اس
جانے کے تقریباً آدھے گھنٹے بعد بڑی سرنگ ایک دھماکے سے بیٹھ گئی۔ اور پھر
کے ساتھ والی سرنگ بھی بیٹھتی چلی گئی ـــــ سرنگ کے پیچھے ڈائنامیٹ کے
ذخیرے پر گرے اور وہاں آگ لگ گئی۔ جس سے زبردست دھماکے ہوتے اور پھر
پورا ڈیم ہی تباہ ہو گیا۔ اور پانی کمبرگ کے قصبے کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا۔ جس
نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں ہنگامی حالات کا اعلان کرنا پڑا۔ اور پورا قصبہ باہر نکلنے کے لئے
ٹوٹ پڑا ـــــ اب ظاہر ہے کہ وہاں نگرانی کیسے کی جاتی" ـــــ اسی نوجوان نے
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بڑی سرنگ آخر کس طرح بیٹھ گئی" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"ماہرین کی رائے میں اس کے اندر طاقتور ڈائنامیٹ فٹ کئے گئے تھے جو یقیناً
پھٹنے سے کم از کم گھنٹہ پہلے لگائے گئے اور یہ تقریباً وہی وقت بنتا ہے جب اس
مزدور کو سرنگ نمبر آٹھ میں جاتے دیکھا گیا ـــــ مگر دیکھنے والا اس لئے خاموش
رہا کہ شاید مزدور ضرورت کی حاجت کے لئے جا رہا ہے ـــــ اس سرنگ کی پشت
پر ایک کمرہ سرنگ نمبر پانچ تک جاتا ہے" ـــــ اسی نوجوان نے جواب دیا۔

"اوہ ـــــ مگر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس بڑی سرنگ میں جہاں منزل کے حساب

سے پانی انتہائی خوفناک رفتار سے گزر رہا ہو ——— کوئی شخص پانی میں کود کر جائے ——— سرنگ میں ڈائنا میٹ فٹ کرکے پھر اس خوفناک بہاؤ کو کاٹتا ہوا واپس صحیح سلامت نکل آئے ——— نہیں ——— یہ ناممکن ہے ——— کم از کم کوئی انسان ایسا نہیں کر سکتا ——— یہ اور بات ہے کہ وہ مجرم کوئی مافوق الفطرت کی چیز ہوں" ——— کرنل ڈیوڈ نے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے ——— مگر اس کے سوا اور کوئی بات ہو بھی تو سکتی" ——— اسی نوجوان نے جواب دیا۔

"بہرحال ——— اب یہ موقعہ نہیں کہ ہم اس بات پر بحث کریں کہ مجرموں نے کیسے ڈیم تباہ کیا ——— بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مجرم ہمارے ہاتھ سے نکل چکے ہیں وہ ملک میں مزید نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس لئے ان کی فوری گرفتاری کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں" ——— ایک اور شخص نے بڑے مدبرانہ لہجے میں کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اور یہ بات بھی غور طلب ہے کہ آخر مجرموں کا اصل مشن کیا ہے" ایک اور نوجوان نے کہا۔

"ہاں ——— یہ باتیں واقعی غور طلب ہیں ——— مگر جب تک مجرموں میں سے کوئی ہاتھ نہ آجائے ——— اس وقت تک ان کا جواب نہیں مل سکتا" کرنل ڈیوڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میز کی دراز سے ایک نقشہ نکال کر میز پر پھیلا دیا۔

"یہ دیکھو ——— یہ کیرک ہے ——— مجرم اس سرنگ سے فرار ہوئے ہیں ——— اب آگے جا کر دو اور قصبے آتے ہیں اور ان دو قصبوں کے بعد یہ ایک اہم پل ہے جو مشرقی اسرائیل کو مغربی اسرائیل سے ملاتا ہے ——— جہاں تک میں سمجھا

ہوں ——— مجرم اس پل کو اڑانے کی کوشش کریں گے ——— اور اگر یہ پل تباہ ہو گیا تو یہ ایک ایسا نقصان ہوگا جس کا تصور بھی محال ہے ——— لہذا میرا خیال ہے کہ ہم ہر طرف سے توجہ ہٹا کر فی الحال اس پل پر اپنی توجہ مرکوز کر دیں اگر مجرموں نے اس پل کو اڑانا چاہا تو وہ ہمارے قابو میں آ سکتے ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"بالکل بجا ——— آپ کا خیال درست ہے ——— مجرم ضرور اس پل کو اڑانے کی کوشش کریں گے اور ہم اس پل کی نگرانی کرکے مجرموں کو آسانی سے پکڑ سکتے ہیں" ——— تمام افراد نے بڑے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——— اب تم سب کی یہ ڈیوٹی ہے کہ اپنے گروپوں کے ساتھ پل کے قریبی قصبوں میں پھیل جاؤ ——— اور اس پل کی انتہائی خفیہ طور پر نگرانی کی جائے جیسے ہی کوئی مشکوک آدمی نظر آئے اسے فوراً گرفتار کر لیا جائے ——— اور اگر وہ زندہ گرفتار نہ ہو سکے تو اسے گولی مار دی جائے ——— اور اس آپریشن کی نگرانی میجر دالسن کرے گا" ——— کرنل ڈیوڈ نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب ——— اس بار مجرم ہم سے بچ کر نہیں جا سکتے ——— ہم اس پل کی اس طرح نگرانی کریں گے کہ مجرم ہمارے پنجے میں تڑپ رہے ہوں گے" ——— کونے میں بیٹھے ہوئے کرخت چہرے کے مالک میجر دالسن نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"اوکے ——— میٹنگ برخواست ——— مجھے باقاعدہ رپورٹ ملتی رہنا چاہئے" ——— کرنل ڈیوڈ نے سکون کی سانس لیتے ہوئے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی وہ دسوں افراد اٹھے اور پھر ایک ایک کرکے کمرے سے باہر نکل گئے۔

کمبرگ سے کافی دور نکل آنے کے بعد عمران نے کار سڑک کے کنارے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے ریسٹورنٹ کے سامنے روک دی۔

"آؤ کچھ کھا پی لیں ___ اور آئندہ کا لائحہ عمل بھی طے کر لیں" ___ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب کار سے باہر نکل آئے۔

چند لمحوں بعد وہ سب ایک بڑے سے کیبن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے ویٹر کو کھانا انگلش قسم کا آرڈر دے دیا تھا۔

"عمران صاحب! ___ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ہم خانہ بدوشوں کی طرح کب تک گھومتے رہیں گے ___ میرا خیال ہے کہ ہم یہاں سے سیدھے تل ابیب جائیں ___ وہاں کوئی رہائشی جگہ حاصل کر کے اطمینان سے اپنی کارروائیوں کا آغاز کریں" ___ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تمہارا ارادہ یہاں کوئی بزنس وغیرہ کرنے کا ہے" ___ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بزنس ___ کیسا بزنس" ___؟ کیپٹن شکیل نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"یعنی تل ابیب میں تمہارا شاندار دفتر ہو ___ اور ہم سب تمہارے سیلز مین

بن کر پورے اسرائیل میں تمہاری فرم کا مال فروخت کرتے پھریں" ___ عمران نے جواب دیا۔

"یہ بات نہیں ___ مگر" ___ کیپٹن شکیل نے کچھ کہنا چاہا۔

"ارے ارے ٹھہرو ___ آئیڈیا اچھا ہے ___ واقعی اب تک ہمارا منصوبہ غلط رہا ہے ___ ہم نے مجرموں کی بجائے سیکرٹ ایجنٹوں جیسا رویہ اختیار کر رکھا ہے ___ یہ اچھا آئیڈیا ہے کہ تل ابیب میں کسی بڑی فرم پر قبضہ کیا جائے اور پھر اسے ہیڈ کوارٹر بنا کر ہم اپنی کارروائیوں کا آغاز کریں" ___ عمران نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"واقعی اچھا آئیڈیا ہے" ___ جولیا نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"میں چیئرمین ___ جولیا میری سیکرٹری ___ جوزف میرا باڈی گارڈ اور صفدر اور کیپٹن شکیل میرے سیلز مین ___ واہ واہ مزہ آ جائے گا" ___ عمران نے میز پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ کوئی اور کچھ کہتا ___ ویٹر کیبن میں داخل ہوا اور اس نے کھانے کے برتن میز پر چن دیئے۔

"اچھا بھئی ___ پہلے طعام پھر کلام" ___ عمران نے کہا اور پھر اس قدر تیزی سے کھانے میں جت گیا جیسے وہ صرف اسی کام کے لئے یہاں آیا ہو۔ کھانے کے دوران خاموشی رہی۔ پھر ویٹر برتن سمیٹ کر لے گیا اور عمران نے کافی کا آرڈر دے دیا۔

جب ویٹر چلا گیا تو عمران نے جیب سے نقشہ نکالا اور اسے میز پر پھیلا کر غور سے دیکھنے لگا۔

"یہاں سے پچاس کلو میٹر آگے ایک چھوٹا سا قصبہ ہے ___ اس قصبے سے

دو کلومیٹر آگے یہ پل ہے ـــــ یہ پل بڑا اہم ہے ـــــ اس پل کے ذریعہ مشرقی اور مغربی اسرائیل کا رابطہ ہے ـــــ اگر اس پل کو اڑا دیا جائے تو یہ اسرائیل پر ایک اور کاری ترین ضرب لگائی جا سکتی ہے" ـــــ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ بھی ممکن ہے کہ ڈیم کی تباہی سے جی پی فائیو الرٹ ہو گئی ہو اور پل کی خصوصی نگرانی کی جا رہی ہو" ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

اسی لمحے ویٹر کافی لیکر کیبن میں داخل ہوا اور اس نے کافی کی پیالیاں ان کے سامنے رکھ دیں۔

ویٹر کے جانے کے بعد عمران نے کہا۔

"ہاں ـــــ ایسا ہونا لازمی ہے ـــــ تم لوگ ایسا کرو کہ تل ابیب چلے جاؤ ـــــ وہاں شرقی شاہراہ پر ایک ہوٹل ہے جس کا نام الخریب ہے ـــــ اس کا مالک داؤد میرا دوست ہے ـــــ اسے پرنس آف ڈھمپ کا حوالہ دو وہ تمہیں میرے آنے تک پناہ دیگا" ـــــ عمران نے کہا۔

"کیا مطلب ـ کیا آپ یہاں رہیں گے" ـــــ کیپٹن شکیل نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــ میں کوئی کام ادھورا چھوڑنے کا قائل نہیں ـــــ میں اس پل پر کام کروں گا اور اسے مکمل کرنے کے بعد تم سے آملوں گا" ـــــ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر باس! ـــــ میں آپ کے ساتھ رہوں گا ـــــ ہر قیمت پر ـــــ اگر آپ نہ مانے تو پھر میں خودکشی کر لونگا" ـــــ جوزف نے اچانک مضبوط لہجے میں کہا۔

"اوہ ـــــ ٹھیک ہے" ـــــ عمران غور سے جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے بولا ـــــ "ٹھیک ہے ـــــ جوزف میرا ساتھ دیگا"۔

اور اس کے ساتھ ہی عمران اٹھ کھڑا ہوا۔

"مگر عمران صاحب" ـــــ صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

"اچھے بچے ضد نہیں کیا کرتے ـــــ شاباش ہاتھ کر لوگ جاؤ ـــــ میں ڈائنامیٹ لے کر فوراً پہنچ جاؤنگا" ـــــ عمران نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

اور وہ سب ہنس دیئے۔

عمران نے کاؤنٹر پر ادائیگی کی اور پھر وہ سب دوبارہ کار میں آ بیٹھے۔ اور کار ایک بار پھر ہائی وے پر رواں دواں ہو گئی۔

پچاس کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد انہیں وہ قصبہ ملا۔ مگر عمران وہاں رکا نہیں بلکہ کار آگے بڑھاتا چلا گیا۔ اور پھر انہیں دور سے وہ پل نظر آ گیا یہ ایک کافی بڑے دریا پر بنا ہوا تھا۔ اس پل کی لمبائی تقریباً دو کلومیٹر کے برابر تھی۔ پل لوہے کے بڑے بڑے گارڈروں کا بنا ہوا تھا۔ پل پر ریل کی پٹڑی تھی جبکہ پل کے اوپر سڑک بنائی گئی تھی۔ اس طرح اس پل سے دوہرا کام لیا جا رہا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ پل پر پہنچ گئے۔ یہاں پل کے دونوں اطراف میں حفاظتی چوکیاں بنی ہوئی تھیں۔ مگر چونکہ سڑک پر ٹریفک کا خاصا رش تھا اس لئے کسی کو وہاں روکا نہ جا رہا تھا۔

عمران کی کار تیزی سے پل کے اوپر سے گزرتی چلی گئی۔ عمران کی تیز نظریں پل اور اس کے ارد گرد کے علاقے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ پل پار کر گئے۔ پل سے تھوڑی دور ایک بڑا شہر راک سٹی تھا۔ یہ کافی بڑا شہر تھا اور یہاں لوگوں کی گہما گہمی بھی کافی سے زیادہ تھی۔

عمران نے شہر میں پہنچ کر کار ایک طرف روکی اور پھر وہ دروازہ کھول کر باہر آگیا۔

"جوزف! — تم بھی باہر آجاؤ — اور اپنا اور میرا سامان بھی باہر لے آؤ — اور تم لوگ سیدھے کل ایمپائر اور میبا میں نے کہا ہے ویسا ہی کرو" — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ اتنے میں جوزف نے کار میں سے دو تھیلے نکال لئے تھے۔

عمران نے کار آگے بڑھانے کا اشارہ کیا اور جب کار آگے بڑھ گئی تو عمران نے جوزف کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ تیزی سے ایک تنگ گلی میں بڑھتا چلا گیا۔

جوزف سامان اٹھائے بڑی فرمانبرداری سے عمران کے پیچھے چل رہا تھا۔ مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد عمران ایک چھوٹے سے مکان کے دروازے پر جا کر رک گیا۔

عمران نے ہاتھ اٹھا کر دروازے پر دستک دی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا آدمی انہیں خوفناک نظروں سے گھورنے لگا۔

"کیا بات ہے — ؟" اس آدمی نے بڑے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"سارا ب سے کہو کہ پرنس ملنے آیا ہے" — عمران نے بڑے لاپرواہ لہجے میں کہا۔

"سارا ب یہاں نہیں ہے — جاؤ بھاگ جاؤ" — اس آدمی نے ایک جھٹکے سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

"باس! — تم بیٹھ جاؤ — میں سارا ب کو ابھی اندر سے نکال لاتا ہوں"

جوزف نے چنگھاڑتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو جلیک پرنس ٹھیرو" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ایک بار پھر دروازے پر دستک دی، اس بار وہ اس وقت تک دروازے پر دستک دیتا رہا جب دروازہ ایک بار پھر جھٹکے سے نہ کھلا۔ اس بار بھی حسب توقع دروازہ کھولنے والا آدمی تھا۔ اس کی آنکھیں غصے سے شعلوں کی طرح دہک رہی تھیں۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے لمحے عمران کے ہاتھ کے ایک مخصوص جھٹکے سے وہ لمبا تڑنگا آدمی اس کے سر کے اوپر سے ہوتا ہوا پیچھے کھڑے جوزف کے سامنے سڑک پر جا گرا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا، جوزف کی لات حرکت میں آئی اور اس آدمی کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

اسی لمحے عمران اچھل کر مکان میں داخل ہو گیا۔ جوزف نے بھی اس کی پیروی کی، عمران نے مڑ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

یہ ایک تنگ سی راہداری تھی۔ راہداری کے آخر میں ایک اور دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا۔ اس میں سے سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ وہ دونوں تیزی سے سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

سیڑھیوں کا اختتام ایک اور دروازے پر ہوا۔ جو اندر سے بند تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اس دروازے پر دستک دی۔

دوسرے لمحے دروازے کے درمیان میں ایک گول سوراخ پیدا ہوا جس کے پیچھے سے سیاہ رنگ کی آنکھیں جھانک رہی تھیں۔

"سارا ب سے کہو کہ پرنس آیا ہے" — عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"جانی کہاں ہے ——— ؟ اور تم کون ہو" ——— ؟ دوسری طرف سے حیرت آمیز آواز سنائی دی۔

"جانی مکان سے باہر کھڑا ہے ——— اس نے مجھے روکنے کی کوشش کی تھی اور سنو ——— مجھے یہ پردہ داریاں اچھی نہیں لگتیں" ——— عمران نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

اور دوسرے لمحے گول سوراخ تاریک ہو گیا۔

"باس! ——— اگر کہو تو دروازہ توڑ دوں" ——— جوزف نے کہا۔

"ارے نہیں ——— سارا بے چارہ غریب آدمی ہے ——— کہاں سے نیا دروازہ لگوائے گا" ——— عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ جوزف کچھ کہتا۔ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور سامنے ایک چھوٹے سے کمرے میں پانچ آدمی ہاتھوں میں چاقو سنبھالے بڑی کینہ توز نظروں سے عمران اور جوزف کو دیکھ رہے تھے۔ ان پانچوں کے سامنے ایک قوی ہیکل اور دیو جیسا آدمی کھڑا تھا۔ وہ خالی ہاتھ تھا مگر اس کی تیز نظریں ان دونوں پر جمی ہوئی تھیں۔

"بھئی بہت خوب! ——— بڑا شاندار استقبال ہو رہا ہے" ——— عمران نے بے اختیار تالی بجاتے ہوئے کہا اور پھر وہ قدم بڑھا کر کمرے میں داخل ہو گیا جوزف بھی اس کے پیچھے تھا۔

نیم دائرے میں کھڑے ہوئے چاقو بردار ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ البتہ وہ دیو نما آدمی وہیں کھڑا رہا۔

"سارا ب کہاں ہے ——— ؟ اسے کہو کہ پردے سے باہر آ جائے" ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا ——— مگر دوسرے لمحے عمران پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا

کیونکہ قوی ہیکل آدمی کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا تھا اور اگر عمران بروقت نہ ہٹ جاتا تو یقیناً اس کی پوری بتیسی باہر جا گرتی۔

جوزف اس دوران سامان فرش پر رکھ چکا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ عمران جوزف کو کچھ کہتا۔ جوزف دھاڑتا ہوا اس دیو ہیکل آدمی کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"تم نے باس پر ہاتھ اٹھایا ہے جوزف کی موجودگی میں ——— اب تم زندہ نہیں رہ سکتے" ——— جوزف کا غصہ پورے عروج پر تھا۔

"اوہ حقیر کیڑے تمہاری یہ جرأت" ——— اس دیو ہیکل آدمی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا

مگر اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ مکمل ہوتا جوزف کا ہاتھ حرکت میں آیا اور کمرہ ایک زوردار تھپڑ کی آواز سے گونج اٹھا۔ جوزف نے اس قوی ہیکل کے دائیں رخسار پر خوبصورت اور طاقتور تھپڑ رسید کیا تھا۔

اور پھر یوں جیسے کمرے میں بھونچال سا آ گیا ہو۔ وہ قوی ہیکل شخص بجلی کی طرح اچھل کر جوزف پر ٹوٹ پڑا

عمران اور اس قوی ہیکل آدمی کے ساتھی خاموشی سے ایک طرف کھڑے تھے۔ شاید انہیں یقین تھا کہ وہ قوی ہیکل آدمی جوزف کو ٹھیک کر دیگا ——— مگر جوزف آخر جوزف تھا ——— عمران کا تربیت یافتہ۔

پھر زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ گزرے ہوں گے کہ وہ دیو ہیکل آدمی جوزف کے قدموں میں بیہوش پڑا ہوا تھا۔ جوزف کے دونوں ہاتھ مشین کی طرح چلے تھے اور ہر ضرب پہلے سے زیادہ آرٹسٹک اور طاقتور تھا۔ نتیجہ ظاہر تھا۔ قوی ہیکل آدمی کا چہرہ مضحکہ خیز بن کر رہ گیا تھا۔ ناک کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ رخساروں کا گوشت پھٹ گیا تھا۔ پیشانی پر چار انچ لمبا زخم تھا اور دونوں جبڑے اپنی جگہ

سے کھسک چکے تھے۔

جیسے ہی وہ قوی ہیکل آدمی نیچے گرا، وہ پانچوں چاقو بردار چاقو لہراتے ہوئے آگے بڑھے۔ ان کے انداز و اطوار سے خطرناک ہی تھے۔

"ٹھہرو — مجھے ان چاقوؤں سے ڈر نہیں لگتا — مگر میں سالارب کے آدمیوں کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ — اس لئے بہتر یہی ہے کہ سالارب کو اطلاع کرا دو" عمران نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں سے آئے ہو —" ؟ ان میں سے ایک لمبے قد والے نے چیختے ہوئے کہا۔

"اسے چھوڑو — بہرحال یقین کرو کہ میں دوست ہوں — اور سالارب یقیناً اس بات پر ناراض ہوگا کہ تم نے مجھے اس سے ملانے میں دیر لگائی ہے" — عمران نے جواب دیا۔

"سالارب یہاں موجود نہیں ہے" — اسی آدمی نے جواب دیا۔

"تو اسے پیغام بھجوا دو — میں انتظار کر لونگا" — عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

وہ آدمی چند لمحے گہری نظروں سے عمران کو دیکھتا رہا، پھر وہ جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گیا۔

"ٹھیک ہے — میں باس کو اطلاع دیتا ہوں — اگر اس نے تمہیں پہچاننے سے انکار کیا تو تم یہاں سے زندہ واپس نہ جا سکو گے" — اس آدمی نے چاقو بند کر کے جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ البتہ باقی آدمی اسی طرح چاقو کھولے کھڑے رہے۔

اس آدمی نے تیزی سے ایک کونے میں پڑے ہوئے ٹیلیفون کا رسیور اٹھایا

اور پھر عمران کی طرف پشت کر کے نمبر ملانے لگا۔

"ہیلو باس! — میں رک بول رہا ہوں — اڈے میں دو آدمی زبردستی گھس آئے ہیں — ان میں سے ایک اپنے آپ کو آپ کا دوست کہتا ہے۔ وہ اپنا نام پرنس بتاتا ہے" — چند لمحے خاموش رہنے کے بعد رک نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رک نے مڑ کر عمران کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اور عمران نے آگے بڑھ کر رسیور رک کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہیلو سالارب! — یہ تم نے کیسے کیسے چاقو پال رکھے ہیں" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ پرنس! — آپ آگئے — اوہ! مجھے آپ کی طرف سے اطلاع ملی تھی مگر میں اپنے آدمیوں کو ہدایات دینا بھول گیا — ویری سوری پرنس — میں ابھی پہنچ رہا ہوں — رسیور ذرا رک کو دیجئے" — دوسری طرف سے چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور عمران نے رسیور دوبارہ رک کے ہاتھوں میں پکڑا دیا۔

"یس باس —. آپ بے فکر رہیں" — رک نے مودبانہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"میں معافی چاہتا ہوں جناب! — یہ سب کچھ غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے آپ تشریف رکھیے" — رک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی چاقو برداروں نے چاقو بند کر کے اپنی اپنی جیبوں میں ڈال لئے۔ رک نے اشارہ کیا اور فرش پر پڑے ہوئے بیہوش قوی ہیکل کو اس کے ساتھیوں نے اٹھایا اور اوپر لے گئے۔

جوزف اور عمران بڑے اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ رک نے ایک اور

آدمی سے کہا کہ دروازہ کھول کر باہر سے جالی کو اٹھالاؤ۔

تھوڑی دیر بعد بیرونی دروازہ کھلا اور ایک نوجوان مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ خاصا پرکشش نوجوان تھا۔ جس نے بہترین قسم کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔

"خوش آمدید پرنس ۔۔۔ خوش آمدید!" ۔۔۔ سارابی نے بڑی گرمجوشی سے عمران سے ہاتھ ملایا۔

"آؤ میرے ساتھ" ۔۔۔ سارابی نے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"رک! ۔۔۔ جلدی سے مہمانوں کے لئے پہلے ٹھنڈا ۔۔۔ پھر گرم لے آؤ" سارابی نے رک سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور رک نے سر ہلا دیا۔

عمران اور سیورنٹ سارابی کے پیچھے چلتے ہوئے ایک بڑے کمرے میں پہنچے جس میں ایک میز اور چار پانچ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اور کمرے میں دو تین بڑی بڑی الماریاں موجود تھیں۔

"بیٹھو پرنس!" ۔۔۔ سارابی نے کرسیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شکریہ سارابی! ۔۔۔ کیا سرگرمیاں ہیں" ۔۔۔ ؟ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"فی الحال فراغت ہے" ۔۔۔ سارابی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اتنے میں رک کوکا کولا کی بوتلیں اٹھائے اندر داخل ہوا۔

"سنو رک! ۔۔۔ کسی کو اندر مت آنے دینا" ۔۔۔ سارابی نے بوتل پکڑتے ہوئے کہا۔

اور رک سر ہلا کر باہر چلا گیا۔

"مجھے چیف کا خفیہ پیغام ملا تھا ۔۔۔ مگر تفصیلات نہیں بتائی گئیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ میں آپ کے لئے کیا کر سکتا ہوں" ۔۔۔ سارابی نے سنجیدہ ہو کر پوچھا۔

"مجھے صرف ۳۵۰ میگا سپر پاور کا ڈائنامیٹ چاہئے ۔۔۔ اس کا بندوبست کر دو" ۔۔۔ عمران نے کہا۔

"۳۵۰ میگا سپر پاور ۔۔۔ کیا پورا شہر اڑانے کا ارادہ ہے" ۔۔۔ سارابی نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں! ۔۔۔ ایک مشکل ہے ۔۔۔ بڑی تنگ کرتی ہے ۔۔۔ دو بار اپنی ٹانگ کی ہڈی تڑوا بیٹھا ہوں ۔۔۔ اس کے لئے چاہئے" ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس! ۔۔۔ ویری سوری ۔۔۔ مجھے یہ سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ بہرحال میں بندوبست کر دوں گا" ۔۔۔ سارابی نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کب تک" ۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"کل شام تک بندوبست ہو جائے گا" ۔۔۔ سارابی نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ یہ بتاؤ کہ تمہارا یہ اڈہ جی۔ پی۔ فائیو کی نظروں سے تو بچا ہوا ہے نا" ۔۔۔ ؟ عمران نے پوچھا۔

"بالکل صاف ہے ۔۔۔ آپ بے فکر رہیں ۔۔۔ یہاں کوئی نہیں آ سکتا" سارابی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور عمران نے سر ہلا دیا۔

"اچھا پرنس! ۔۔۔ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں آپ کے کام کیلئے بھاگ دوڑ کر سکوں ۔۔۔ رک آپ کو آپ کے کمرے دکھا دیگا" ۔۔۔ سارابی نے اٹھتے

ہوئے کہا۔

اور عمران نے سر ہلا کر سہراب کو جانے کی اجازت دیدی۔

سہراب کے جانے کے بعد رک اندر داخل ہوا۔

"آئیے پرنس" ____ رک نے مودبانہ لہجہ میں کہا۔ اور پھر عمران اور جوزف کو لے کر وہ پیچھے ہال میں آیا۔

رک نے فرش کے ایک کونے پر ایڑی کو مخصوص انداز میں دبایا اور دوسرے لمحے فرش کا ایک کونہ اپنی جگہ سے ہٹتا چلا گیا۔ رک انہیں لے کر نیچے آ گیا۔ یہاں دو بڑے کمرے تھے جو تہہ خانہ خوابگاہوں کے طور پر استعمال کئے جاتے تھے کیونکہ اس میں استراحت کے تمام سامان موجود تھے۔

"کسی چیز کی ضرورت ہو تو یہ بٹن دبا دیجئے" ____ رک نے کہا اور عمران نے سر ہلا دیا۔

رک دروازہ بند کر کے باہر چلا گیا۔

صفدر ____ عمران اور جوزف کو چھوڑ کر ٹکی اسپ کی طرف کار اڑائے لئے جا رہا تھا۔ اور پھر جب اس نے دو سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہو گا۔ انہیں دور سے سڑک پر سرخ لائٹیں چمکتی ہوئی نظر آئیں۔

"میرا خیال ہے کہ یہاں کوئی چیکنگ پوسٹ ہے" ____ صفدر نے کہا۔

"ہاں ____ نظر تو ایسے ہی آ رہا ہے" ____ کیپٹن شکیل نے جو اس کی ساتھ والی نشست پر بیٹھا تھا، جواب دیا۔

"اپنے اپنے کاغذات نکال کر جیبوں میں ڈال لو" ____ صفدر نے کہا اور جولیا نے پچھلی نشست پر رکھے ہوئے تھیلے سے شناختی کارڈ نما کاغذات نکالے اور ایک جیب میں ڈال کر باقی صفدر اور کیپٹن شکیل کی طرف بڑھا دیئے۔ چیکنگ پوسٹ پر کاروں، ٹرکوں اور بسوں کی طویل قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ صفدر نے بھی اپنی کار کاروں والی قطار کے آخر میں لگا دی۔ قطار آہستہ آہستہ آگے کھسکتی چلی گئی۔

جب ان سے آگے والی کار چیکنگ پوسٹ کراس کر گئی تو مسلح فوجی سپاہیوں نے صفدر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

صفدر نے ان کے قریب جا کر کار روک دی۔

"کاغذات" ____ ایک مسلح فوجی نے جس کے چہرے پر وحشت جیسے ثبت ہو کر رہ گئی تھی، صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور صفدر نے نہ صرف اپنے کاغذات آگے بڑھا دیئے بلکہ کیپٹن شکیل اور جولیا سے بھی کاغذات لے کر اس فوجی کو دے دیئے۔

مسلح فوجی نے کاغذات کو غور سے دیکھا۔ پھر اس نے ان تینوں کو دیکھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔ پلک جھپکنے میں مسلح فوجیوں نے کار کو دونوں اطراف سے گھیر لیا۔ ان کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں۔

"تم لوگ باہر آ جاؤ ____ خبردار اگر غلط حرکت کی تو" ____ اسی مسلح فوجی نے خشک لہجے میں کہا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا ایک طویل سانس لے کر کار سے باہر نکل آئے۔

"اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لو" ۔۔۔ اسی مسلح فوجی نے انہیں حکم دیا۔

"مگر جناب ۔۔۔" صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں ۔۔۔ وہی کرو ۔۔۔ تمہاری ہچکچاہٹ سے ہمارا شک یقین میں بھی بدل سکتا ہے" ۔۔۔ مسلح فوجی نے انتہائی درشت لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

اور پھر ان تینوں نے چپ چاپ ہاتھ اٹھا کر اپنے اپنے سروں پر رکھ لیا۔

"کار ایک طرف لگا دو" ۔۔۔ مسلح فوجی نے دوسرے کو حکم دیا اور پھر وہ ان تینوں کو دھکیلتا ہوا قریب کے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے آیا جہاں تین مسلح فوجی پہلے سے ہی موجود تھے۔

"تمہارے دو ساتھی کہاں ہیں؟" ۔۔۔ مسلح فوجی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی درشت لہجے میں کہا۔

"دو ساتھی ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں" ۔۔۔ صفدر نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"سنو ۔۔۔ مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کرو ۔۔۔ ہمیں تمہارے متعلق اطلاع مل چکی ہے ۔۔۔ تم پانچ افراد طالع کی کار میں کمبرگ سے فرار ہوئے تھے ۔۔۔ طالع نے بڑی دیر بعد اور بے اندازہ تشدد کے بعد بتایا ۔۔۔ چونکہ کافی دیر ہو چکی تھی اس لئے اندازے کے مطابق یہاں چیک پوسٹ قائم کی گئی ۔۔۔ اور تم سے حماقت یہ ہوئی کہ تم نے کار کی نمبر پلیٹ بھی نہیں بدلی ۔۔۔ بہر حال اطلاع کے مطابق تم پانچ افراد تھے ۔۔۔ اب تم تین ہو ۔۔۔ باقی دو کہاں ہیں؟"

مسلح فوجی نے بڑے سکون آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ یقین کیجئے ۔۔۔" صفدر نے کچھ کہنا چاہا۔

مگر اسی لمحے فوجی تیزی سے پیچھے ہٹا ۔۔۔ "انہیں گولی مار دو ۔۔۔ ہم خود ہی ان کے دو ساتھیوں کو ڈھونڈ لیں گے" ۔۔۔ فوجی نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور پانچ سٹین گنیں تیزی سے ان کی طرف تن گئیں۔

"ٹھہرو ۔۔۔ میں بتاتا ہوں" ۔۔۔ صفدر نے تیزی سے کہا اور سٹین گنیں قدرے جھک گئیں۔

"وہ پل کے قریب آتے ہی اتر گئے تھے" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"پل سے پار والے قصبے میں ۔۔۔ یا ۔۔۔ پل سے پہلے والے قصبے میں ۔۔۔؟" فوجی نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"پل کراس کرنے سے پہلے جو قصبہ آتا ہے" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ ہم دونوں قصبوں کو چیک کر لیں گے ۔۔۔ فی الحال تم نے اپنی جانیں بچا لی ہیں" ۔۔۔ فوجی نے کہا اور پھر انہیں دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا۔

چند ہی لمحوں میں ان کی جیبوں سے اسلحہ نکال لیا گیا اور ان کے ہاتھ مضبوطی سے ان کی پشت پر باندھ دیئے گئے۔ پھر ایک لمبی چوڑی کار میں انہیں سوار کرا دیا گیا۔

کار کی پچھلی نشست کے پیچھے یکے بعد دیگرے دو نشستیں تھیں۔ درمیانی نشست پر ان تینوں کو بٹھا دیا گیا اور آخری نشست پر مسلح فوجی بیٹھ گئے۔ اب ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر وہی فوجی تھا جس نے انہیں

پھینک کیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور فوجی بیٹھ گیا اور پھر کار خاصی تیز رفتاری سے تل ابیب کی طرف بڑھنے لگی۔

"تم ہمیں کہاں لئے جا رہے ہو —— ؟" صفدر نے سوال کیا۔ کیپٹن شکیل اور جولیا مستقل طور پر خاموش تھے۔

"تل ابیب" —— ڈرائیونگ کرنے والے فوجی نے مختصر سا جواب دیا۔ کار اب وسیع پر روڈ پر آ چکی تھی۔ اب رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا۔ کار کی اندرونی لائیٹ بھی بند تھی۔

صفدر نے بڑے اطمینان سے اپنے ناخنوں سے لگے ہوئے بلیڈ سے ہاتھوں پر بندھی ہوئی رسی کاٹی اور اپنے ہاتھ آزاد کر لئے۔ پھر اس نے مخصوص انداز میں کیپٹن شکیل کو کندھا مارا۔ جواب میں کیپٹن شکیل نے بھی اسی انداز میں جواب دیا اور صفدر سمجھ گیا کہ کیپٹن شکیل بھی ہاتھ آزاد کرا چکا ہے۔ چند لمحوں بعد جولیا کی طرف سے بھی جواب مل گیا۔

کار میں اندھیرے کی وجہ سے ان کے ہاتھوں کی حرکت سپاہیوں سے اوجھل رہی تھی اور پھر سپاہی بھی طویل سفر کے دوران ریوالور اٹھائے تھک چکے تھے اس لئے انہوں نے ریوالور اپنے گھٹنوں پر رکھ لئے تھے۔ انہیں اطمینان تھا کہ قیدی بندھے ہوئے ہیں۔

پھر کار ایک قصبے سے گزرتی ہوئی جب آگے بڑھی تو سڑک کے دونوں اطراف میں دور دور تک سنسان میدان نظر آ رہا تھا۔ جو نجانے کہاں تک چلا گیا تھا۔

صفدر نے جو کافی دیر سے ایسے ہی کسی موقع کی تلاش میں تھا۔ مخصوص انداز میں قریب بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل کو کندھا مارا اور کیپٹن شکیل نے جولیا کو ہوشیار

کر دیا۔

"روکو۔ روکو۔۔۔ گاڑی روکو" —— اچانک صفدر نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے —— خاموش رہو" —— فوجی ڈرائیور نے چونک کر جواب دیا۔

"مجھے پیشاب کی شدید حاجت ہو رہی ہے —— ایک منٹ کے لیے گاڑی روک دو" —— صفدر نے ایسے لہجے میں کہا جیسے تکلیف کے مارے اس کی جان نکل رہی ہو۔

"اچھا ٹھیک ہے" —— ڈرائیور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کار سڑک کے ایک کنارے پر روک دی۔

"اسے نیچے اتار کر لے جاؤ اور فارغ کرا لاؤ —— جلدی کرو" —— ڈرائیور نے پیچھے بیٹھے ہوئے ایک فوجی سے کہا۔

اور پس فوجی نے اپنے قریب لگا ہوا ہینڈل دبا کر دروازہ کھولا اور نیچے اتر گیا۔ اس نے نیچے اتر کر صفدر کو بازو سے پکڑا اور نیچے اتارنے لگا۔ صفدر کے دونوں اسی انداز میں پیچھے کو مڑے ہوئے تھے جیسے اس کے ہاتھ ابھی تک بندھے ہوئے ہوں۔

سپاہی نے ایک ہاتھ میں ریوالور پکڑ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے صفدر کا بازو تھاما ہوا تھا۔ سپاہی کی حرکات سے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ بیٹھے بیٹھے وہ تھک گیا ہے اس لئے اس کا جسم بے حد ڈھیلا ہو رہا تھا۔

"ادھر پیچھے لے چلو —— میں سب کے سامنے پیشاب نہیں کر سکتا" —— صفدر نے کہا اور سپاہی سر ہلاتا ہوا اسے کار کے پیچھے لے گیا۔

جیسے ہی صفدر نے دیکھا کہ وہ اوٹ میں آ گئے ہیں۔ صفدر نے بجلی کی تیزی سے حرکت کی اور اس کا ایک ہاتھ سپاہی کے منہ پر جم گیا جبکہ اس نے ہاتھ سپاہی کے ریوالور والے ہاتھ پر ڈالا اور اسے اس انداز سے مروڑا کہ ریوالور اس کے سینے سے آ لگا۔ صفدر نے اپنے ہاتھ کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر اس کے جوتوں پر آ گرا۔ ظاہر ہے اس ریوالور گرنے کی آواز پیدا نہ ہوئی اور یہی صفدر چاہتا تھا۔

ریوالور نیچے گرتے ہی صفدر نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا ہاتھ سپاہی کے منہ سے نکالا اور پھر اس نے اس کی کنپٹی پر ایک مخصوص انداز میں ضرب لگائی۔ دوسرے لمحے سپاہی کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ صفدر نے بڑی پھرتی سے اسے لٹایا اور زمین پر پڑا ہوا ریوالور اٹھا لیا۔

"کہاں مر گئے ہو تم —— جلدی آؤ" —— اسی لمحے ڈرائیور کی آواز سنائی دی۔ وہ اب کار سے نکل کر باہر آ گیا تھا۔ دوسرے لمحے صفدر نے ریوالور کی نال سیدھی کی اور ایک دھماکے سے گولی سیدھی ڈرائیور کی دونوں آنکھوں کے درمیان گھس گئی اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح نیچے گرتا چلا گیا۔

دھماکہ ہوتے ہی کار کے اندر سے دھما چوکڑی کی آوازیں سنائی دیں اور صفدر نے انتہائی پھرتی سے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور پھر پے در پے ٹریگر دباتا چلا گیا۔ پچھلی سیٹ پر موجود دونوں سپاہی وہیں سیٹ پر ہی ڈھیر ہو گئے —— ڈرائیونگ سیٹ کے قریب بیٹھا ہوا مسلح [illegible] پہلے ہی ڈھیر ہو چکا تھا کیونکہ دھماکہ ہوتے ہی کیپٹن شکیل نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی گردن پر جوڈو کا وار کیا تھا اور ایک ہی وار میں اس کی گردن توڑ دی تھی۔ جبکہ جولیا تیزی سے پیچھے مڑی تھی اور اس نے اچانک دھکا دے کر پیچھے بیٹھے ہوئے سپاہیوں کو ایک دوسرے پر گرا دیا تھا۔

ادھر کیپٹن شکیل نے بھی مڑ کر ان میں سے ایک سپاہی کے منہ پر مکہ مارا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے۔ صفدر کی فائرنگ نے ان دونوں کا کام تمام کر دیا۔

یہاں سے فارغ ہو کر صفدر تیزی سے مڑا اور کار کے پیچھے زمین پر پڑے سپاہی کے سینے میں گولی اتار دی۔

اب وہ آزاد ہو چکے تھے۔

صفدر اور کیپٹن شکیل نے دونوں سپاہیوں کی لاشوں کو گھسیٹ کر کار سے باہر پھینکا اور پھر جولیا گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کیپٹن شکیل نے اس دوران ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی اور پھر کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھتی چلی گئی۔



آسمان پر بادلوں کی دبیز تہہ چڑھی ہوئی تھی اور ہر طرف گہرے اندھیرے کا راج تھا۔

پل سے تقریباً دو کلو میٹر دور عمران اور جوزف دریا کے کنارے موجود گھنی جھاڑیوں کے پیچھے بیٹھے تھے۔ ان کے جسموں پر سیاہ رنگ کے چست لباس موجود تھے۔ عمران

سے اپنی پشت پر ایک چھوٹا سا کپڑے کا تھیلا باندھا ہوا تھا۔

"میری بات غور سے سنو جوزف! ـــــ تم یہیں رہو گے اور میں یہاں سے دریا میں تیرتا ہوا پل کے نیچے جاؤں گا اور وہاں ڈائنامیٹ فٹ کروں گا۔ اس کے بعد میں آگے نکل جاؤں گا تاکہ پل پر اور اس کے ارد گرد موجود نگران یہی سمجھیں کہ دریا میں کوئی چیز بہتی ہوئی جا رہی ہے ـــــ اگر میں واپس آیا تو پھر یقیناً میں ان کی نظروں میں آ جاؤں گا ـــــ دریا کے بہاؤ کی طرف آگے جا کر جب میں دریا سے باہر نکلوں گا تو سگنل کروں گا ـــــ سگنل دیکھتے ہی تم اس مشین کا بٹن دبا دینا ـــــ اور پھر پل کی تباہی کے بعد ان کی نظروں سے بچ کر واپس سارب کے پاس پہنچ جانا ـــــ میں تمہیں وہیں ملوں گا" ـــــ عمران نے جوزف کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"مگر باس! ـــــ ایسا نہیں ہو سکتا کہ مشین لے کر ہم دونوں اکٹھے ہی جائیں اور دوسری طرف جا کر مشین کا بٹن آن کر دیں" ـــــ جوزف نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"نہیں ـــــ دو ہونے کی وجہ سے ایک تو ہم نگرانوں کی نظروں میں آ جائیں گے ـــــ اور دوسری بات یہ کہ یہ مشین بے حد نازک ہے ـــــ پانی میں خراب ہو سکتی ہے" ـــــ عمران نے جواب دیا۔

"مگر باس! ـــــ ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی وجہ سے تم اشارہ نہ دے سکو تو پھر تو میں ساری رات یہاں بیٹھا رہ جاؤں گا" ـــــ جوزف نے ایک اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ـــــ یہ بات واقعی ٹھیک ہے ـــــ بجائے کوئی آواز پڑ جائے اچھا ایسا کرنا کہ اگر میری طرف سے تمہیں کوئی اشارہ نہ ملے تو اب سے

ایک گھنٹے بعد بٹن دبا دینا ـــــ او کے" ـــــ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا اور پھر اس نے تیزی سے دریا میں چھلانگ لگا دی۔

دریا پوری طرح چڑھا ہوا تھا۔ مگر عمران جیسے دریا کو کہاں خاطر میں لاتا تھا ـــــ وہ پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا تیزی سے پل کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ کافی دور جا کر اس نے پانی سے سر باہر نکالا اور ایک طویل سانس لے کر دوبارہ غوطہ لگا دیا۔

اور پھر پانچویں بار جب اس نے پانی سے باہر سر نکالا تو پل بالکل قریب آ چکا تھا۔ پل اور اس کے آس پاس کا علاقہ سرچ لائٹوں سے پوری طرح منور تھا۔ حتیٰ کہ پل کے نیچے بھی سرچ لائٹیں اس انداز میں لگائی گئی تھیں کہ پل کے نیچے پانی تک روشن نظر آ رہا تھا۔

"ہوں ـــــ خاصا انتظام کر رکھا ہے انہوں نے" ـــــ عمران نے دل ہی دل میں سوچا اور ایک بار پھر غوطہ لگا دیا۔ اس بار وہ پانی کے اندر تیزی سے تیرتا ہوا پل کے درمیانی ستونوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد عمران پانی کے اس حصے میں آ گیا جو سرچ لائٹوں کی وجہ سے روشن تھا۔ مگر عمران نے پرواہ نہ کی اور تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

ستون کے بالکل قریب جا کر اس نے سر باہر نکالا اور ایک بار پھر غوطہ لگا دیا۔ اور اب وہ ستون کی بنیاد کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے کمر سے بندھا ہوا تھیلا کھولا اور اس میں سے ڈائنامیٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ اس پیکٹ کے ساتھ ایک مخصوص قسم کی ٹیپ لگی ہوئی تھی۔

عمران نے پھرتی سے ہاتھ آگے بڑھایا اور ڈائنامیٹ کو ستون سے چپکانے لگا ـــــ مگر جیسے ہی ٹیپ ستون کے ساتھ لگی۔ عمران کے ہاتھ کو ایک زبردست

جھٹکا لگا اور ڈائنامیٹ کا پیکٹ اس کے ہاتھ سے نکل کر پانی میں سا جا گرا اور تیزی سے آگے بہنے لگا۔

شفاف پانی کی وجہ سے پیکٹ عمران کو نظر آ رہا تھا۔ عمران نے تیزی سے غوطہ لگایا اور پھر چند ہی لمحوں میں اس نے پیکٹ دوبارہ پکڑ لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ستونوں کو الیکٹرو پروگرام کر دیا گیا ہے تاکہ ستون کے ساتھ کوئی چیز نہ لگائی جا سکے۔

عمران نے پیکٹ پکڑا اور پھر مڑ کر واپس ستون کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ الیکٹرو پروگرام سسٹم کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ اس لئے وہ مطمئن تھا کہ جلد ہی وہ اسے ناکارہ کر دے گا۔

مگر ابھی وہ ستون کے قریب پہنچا تھا کہ پل کے دونوں اطراف سے تیز چھپاکے سے سنائی دیئے اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا کیونکہ دونوں اطراف سے دو دو آدمی تیزی سے اپنی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ ان کے ہاتھوں میں پانی میں چلنے والے مخصوص ریوالور موجود تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے ہاتھ میں پکڑا ہوا چھوٹا سا بم بہاؤ کی طرف سے آنے والوں کی طرف اچھال دیا۔

دوسری طرف سے آنے والے ابھی ستونوں کی اوٹ میں تھے اس لئے عمران ان کی زد سے بچا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ سے نکلا ہوا چھوٹا سا بم ایک لمحے میں پھٹ گیا اور دونوں افراد کے پرخچے اڑ گئے۔

عمران پھرتی سے مڑا اور اس نے دوسرا بم ادھر اچھال دیا جدھر باقی دو افراد موجود تھے۔ ایک اور دھماکہ ہوا اور وہ دونوں بھی پانی میں ہی لوٹ پوٹ ہو گئے۔ عمران کی بے پناہ پھرتی کام آ گئی تھی۔ دونوں اطراف سے اس پر فائر نہ کیا گیا تھا۔ شاید وہ اسے زندہ پکڑنا چاہتے تھے۔

عمران نے بڑی پھرتی سے تھیلے میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے ڈبے کا سرا ستون سے لگا دیا۔ دوسرے لمحے ایک زبردست جھپاکا سا ہوا۔ جیسے بجلی کوندی ہو۔ اور اسی لمحے عمران نے دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ڈائنامیٹ کی ٹیپ تیزی سے ستون سے چپکا دی۔ اس بار اس کے ہاتھ کو جھٹکا نہ لگا۔ ڈائنامیٹ ستون سے لگا کر وہ تیزی سے مڑا اور پھر اگلے کی طرف بڑھنے لگا۔

پل زیادہ چوڑی نہیں تھی اس لئے عمران ابھی پل کے نیچے ہی تھا کہ اس نے دور پانی میں سائے لہراتے دیکھے اور عمران یکدم ٹھٹھک گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ پل کے اوپر مسلح لوگ موجود ہیں اور جیسے ہی عمران ان کے سامنے ہوگا وہ اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دیں گے۔ کیونکہ پل کے نیچے لگی ہوئی سرچ لائٹوں کی روشنی نے پانی کو دور دور تک روشن کر رکھا تھا۔

عمران تیزی سے واپس مڑا اور پھر اس نے پل کے نیچے ہی نیچے تیرتے ہوئے تیزی سے دوسرے ستون کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

دوسرے ستون کے قریب پہنچنے سے پہلے عمران ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور دوسرے لمحے جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور موجود تھا۔

عمران نے پھرتی سے ریوالور کا رخ سرچ لائٹوں کی طرف کیا اور پھر وہ ٹریگر دباتا چلا گیا۔ تین زبردست دھماکوں کے بعد سرچ لائٹیں بجھ گئیں۔ اب ان دونوں ستونوں کے درمیان گہرا اندھیرا چھا گیا تھا۔

مگر اسی لمحے پل کی دونوں اطراف سے جیسے گولیوں کی بارش شروع ہو گئی

وہ دونوں ستونوں کے درمیان ایک ایک انچ پر سٹیل کے کنڈوں کی گراریاں سی بنا رہے تھے۔

عمران تیزی سے دوسرے ستون کی طرف اور پھر اس نے پھرتی سے جیب سے ڈبیہ دوبارہ نکالا اور دوسرے لمحے ستون کے ساتھ بجلی کا کوندا سا لپکا۔ عمران نے ڈبیہ جیب میں ڈالا اور پھر اس نے اچھل کر ستون کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ دیئے۔ گولیاں ابھی تک چلائی جا رہی تھیں۔ مگر عمران ان سے بے پناہ تیزی سے ستون کے اوپر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ پل کے ستونوں کے اوپر لگے ہوئے جنگلے میں ہوتا ہوا سڑک کی طرف بڑھے۔

اتنی دیر میں وہاں ایسی سرچ لائٹیں لگ دی گئی تھیں جو بلٹ پروف تھیں اور ان کی وجہ سے دوبارہ پانی روشن ہو چکا تھا۔

عمران جلد ہی پل کے نیچے جنگلے میں پہنچ گیا۔ دوسرے لمحے اس کی نظریں بے اختیار ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی پر پڑ گئیں۔ جوزف سے جدا ہوئے اسے بیالیس منٹ ہو چکے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ اس کے پاس صرف دس منٹ باقی تھے۔ دس منٹ بعد جوزف نے بٹن دبا دینا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی انتہائی طاقتور ڈائنامیٹ پھٹ جاتا اور پورے پل کے پرخچے اڑ جاتے۔

مگر پل کی لمبائی بے حد طویل تھی اور عمران جتنی بھی کوشش کرتا، صرف دس منٹ میں وہ پل کے کنارے تک نہ پہنچ سکتا تھا اور پھر ظاہر ہے کہ آخر پل کے ملبے میں اس کی لاش کے ٹکڑے بھی دستیاب نہ ہو سکتے تھے۔

عمران نے اضطراب میں سر کو جھٹکا اور پھر پل کا جنگلا دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر وہ اس سے لٹک گیا۔ اور پھر تیزی سے آگے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ ایک

ہاتھ سے جنگلے کو پکڑتا اور دوسرا ہاتھ آگے بڑھا کر جنگلے کو پکڑ لیتا اور پھر پچھلا ہاتھ ہٹا کر اس سے آگے ——— مگر ظاہر ہے کہ اس طرح لٹکے لٹکے آگے بڑھنے کی رفتار بے حد سست تھی اور عمران کو یقین تھا کہ اگلے ستون تک پہنچنے سے پہلے ہی دس منٹ گزر جائیں گے۔

اسی لمحے اسے پانی میں چھپاکے سے محسوس ہوئے اور وہ وہیں رک گیا۔ اس نے اپنے جسم کو سکیڑا اور اب وہ پیٹ کے بل جنگلے کے آہنی راڈ پر لیٹ گیا۔ اس کی تیز نظروں کے سامنے پل کا وہ ستون تھا جس سے ڈائنامیٹ چپکا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ چار غوطہ خور انتہائی تیزی سے اس ستون کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں اور عمران سمجھ گیا کہ وہ ڈائنامیٹ علیحدہ کرنے کے لئے آتے ہیں۔ عمران نے تیزی سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس نے پے در پے ٹریگر دبا دیا۔ وہ چاروں پانی میں ہی لوٹ پوٹ ہو گئے۔ عمران کے بے خطا نشانے نے انہیں لاشوں میں تبدیل کر دیا تھا اور وہ پانی میں تیرتے ہوئے بہاؤ کے رخ بڑھتے چلے گئے۔

عمران نے وقتی طور پر ڈائنامیٹ کو تو بچا لیا تھا، مگر ظاہر ہے اب اس کے پاس صرف چھ منٹ باقی رہ گئے تھے اور ان چھ منٹوں میں وہ پل سے دور نہ جا سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ پل کے اوپر دونوں اطراف مسلح فوجی موجود ہیں۔ جیسے ہی وہ پل کے نیچے سے نکلا اس پر گولیوں کی بارش کر دی جائے گی اور موت یقینی تھی۔

ادھر وقت انتہائی تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ ڈائنامیٹ پھٹنے کے بعد بھی اس کی موت ناگزیر تھی۔ وہ بری طرح پھنس گیا تھا۔ موت بہرحال ہر طرف سے یقینی تھی۔ ایک صورت میں پل کے پرخچے اڑنے سے اور دوسری صورت میں

گردن کا شکار ہو کر۔

گھڑی کی سوئی تیزی سے چکر پر چکر پورے کئے چلی جا رہی تھی، اور اب صرف تین منٹ باقی رہ گئے تھے۔

اسی لمحے کل پرست جار اور غوطہ خور نیچے کو درے۔ مگر عمران کے ریوالور نے انہیں بھی شکار کر لیا۔

اب صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے۔ ہر طرف گمبھیر خاموشی طاری تھی۔ اور اب عمران ذہنی طور پر مرنے کے لئے تیار ہو گیا ——— بہرحال اُسے اطمینان تھا کہ وہ اپنا مشن مکمل کر کے ہی مرے گا۔ اُسے شاید یہ توقع نہیں تھی کہ اس کی حفاظت کے لئے اتنا زبردست انتظام کیا گیا ہوگا۔ ورنہ شاید وہ کوئی اور پلان بناتا۔

مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہ موت کے پنجے میں بُری طرح پھنس گیا تھا۔ اس کی نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ سیکنڈ کی سوئی تیزی سے بارہ کے ہندسے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی ——— اور عمران چاہنے کے باوجود اسے روک نہ سکتا تھا۔

کیپٹن شکیل کار اڑاتے لئے جا رہا تھا۔ ابھی تک کسی نے کوئی بات نہ کی تھی۔ اور کار میں عجیب سی خاموشی طاری تھی۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اس کار سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے ——— چھٹکارا پا لینا چاہئے" ——— جولیا نے اچانک خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔

"یہاں سے بیس کلومیٹر دور ایک قصبہ ہے ——— جہاں سے ہمیں تل ابیب کے لئے ٹرین مل سکتی ہے" ——— صفدر نے کہا۔

"ہاں! ——— یہ ٹھیک ہے ——— سڑک کی نسبت ٹرین کا سفر محفوظ رہے گا" ——— کیپٹن شکیل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد انہیں قصبے کے آثار نظر آنے لگے۔ کیپٹن شکیل نے قصبے کی آبادی شروع ہوتے ہی کار کو ایک تنگ سی گلی میں موڑا اور پھر اُسے روکتے ہوئے نیچے اتر آیا۔ صفدر اور جولیا نے بھی نیچے اترنے میں دیر نہ لگائی۔

"آؤ پیدل چلیں ——— کسی بھی لمحے یہ سرکاری کار چیک ہو سکتی ہے" ——— صفدر نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

وہ تینوں گلی میں سے نکل کر دوبارہ سڑک پر آگئے۔ صفدر نے قریب سے گزرتے ہوئے ایک عرب سے ریلوے اسٹیشن کا پتہ پوچھا اور پھر مختلف گلیوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ انکوائری سے معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ تل ابیب جانے والی ایکسپریس گاڑی تقریباً آدھ گھنٹے تک پہنچنے والی ہے۔

صفدر نے تل ابیب کے تین ٹکٹ لئے اور پھر وہ تینوں ٹہلتے ہوئے اسٹیشن پر وقت گزارنے لگے۔

اسٹیشن پر مسافر نہ ہونے کے برابر تھے۔ مگر آہستہ آہستہ مسافروں کی تعداد بڑھتی چلی گئی اور پھر جس وقت گاڑی آئی تو اسٹیشن پر اچھا خاصا ہجوم ہو چکا تھا۔

فرسٹ کلاس کے ڈبے میں داخل ہو کر انہوں نے تین سیٹوں والے ایک کوپے پر قبضہ جما لیا۔ اور پھر کوپے کا دروازہ بند کر کے صفدر اور کیپٹن شکیل کھڑکیوں کے ساتھ جم کر بیٹھ گئے۔ جبکہ جولیا غسل خانے میں چلی گئی۔

گاڑی سے اترنے والے مسافر تیزی سے غائب ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اور پھر گارڈ نے گاڑی چلنے کی وسل بجائی کہ اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور اسٹیشن کے گیٹ سے تین مسلح آدمی گاڑی کی طرف لپکے۔ انہوں نے جی۔ پی۔ فائیو کی مخصوص وردیاں پہنی ہوئی تھیں اور ان کے کاندھوں سے مشین گنیں لٹکی ہوئی تھیں۔ ایک تو ہیکل نوجوان آگے آگے تھا۔ وہ تیر کی طرح گارڈ کی طرف بڑھا۔ اور پھر چند لمحے گفتگو کرنے کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں کو گاڑی میں سوار ہونے کا اشارہ کیا اور خود بھی تیزی سے گاڑی میں سوار ہو گیا۔ گاڑی اب آہستہ آہستہ رینگنے لگی تھی۔

"ہمیں چیک کر لیا گیا ہے"۔۔۔ صفدر نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں۔۔۔ مجھے بھی محسوس یہی ہوتا ہے۔۔۔ اب وہ ساری ٹرین کو چیک کریں گے اور یقیناً ہم چوہوں کی طرح پکڑے جائیں گے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ایک صورت ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے حلیئے تبدیل کر لیں"۔۔۔ صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ حلیوں کی تفصیل کی بجائے انہیں کپڑوں کی تفصیل کا علم ہو اور دوسرے کپڑے ہمارے پاس نہیں ہیں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"پھر اب کیا کیا جائے"۔۔۔؟ صفدر نے کہا۔

اسی لمحے جولیا غسل خانے سے باہر آگئی۔ اور جب اسے الجھن کا علم ہوا تو اس کی پیشانی پر بھی شکنیں پھیل گئیں۔

"یوں کریں کہ ہم تینوں ایک جگہ اکٹھے ہونے کی بجائے گاڑی میں پھیل جائیں۔ اس طرح شاید وہ ہمیں چیک نہ کر سکیں"۔۔۔ جولیا نے تجویز پیش کی۔

"اوہ۔۔۔ یہ ٹھیک ہے۔۔۔ جولیا تم یہیں رہو۔۔۔ ہم دوسرے کوپوں میں چلے جاتے ہیں"۔۔۔ صفدر نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی۔

باہر ایک طویل تنگ سی راہداری تھی جس میں کوپوں کے دروازے تھے۔ تقریباً تمام کوپے بھرے ہوئے تھے۔

ابھی انہوں نے چند ہی کوپے چیک کئے تھے کہ راہداری کے آخر میں موجود

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور جی۔ پی۔ فائیو کے وہی مسلح افراد ایک قطار کی صورت میں اندر داخل ہوئے۔ سب سے آگے ان کا وہی انچارج تھا جس سے گارڈ نے گفتگو کی تھی۔

صفدر انہیں دیکھتے ہی یوں آگے بڑھا جیسے وہ کسی ضروری کام کی وجہ سے باہر جا رہا ہو۔

"مسٹر ـــــ" اچانک انچارج نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک لیا۔

کیپٹن شکیل نے جو صفدر کے پیچھے تھا۔ کنی کترا کر نکلنا چاہا۔ مگر انچارج نے ہاتھ اٹھا کر اسے بھی روک لیا۔

"جی فرمائیے"۔۔۔ صفدر اور کیپٹن شکیل نے بیک وقت انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں" ـــ انچارج نے گہری نظروں سے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہم کسی اور کمپارٹمنٹ میں جگہ ڈھونڈنے جا رہے ہیں" ـــ صفدر نے جواب دیا۔

"تو کیا اس کمپارٹمنٹ میں کوئی کوپے خالی نہیں ہے" ـــ انچارج نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ایک کوپے خالی ہے ـــ مگر اس پر ایک خاتون نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اور وہ ہمیں اپنے پاس جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ہے" ـــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ ـــ اکیلی عورت ـــ ٹھیک ہے ـــ ہمارے ساتھ آؤ ـــ میں اس خاتون سے خود بات کرتا ہوں" ـــ انچارج نے قدرے طنزیہ لہجے میں

کہا۔ اور اب صفدر اور کیپٹن شکیل کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ باقی نہ رہا اور وہ ان سے آگے آگے چلتے ہوئے جولیا کے پاس پہنچ جائیں۔ ان کے اعصاب تن گئے تھے کیونکہ انچارج کے آخری جملے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مشکوک ہو گیا ہے۔

چند ہی لمحوں بعد صفدر جولیا کے کوپے کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دستک دے دی۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ سامنے جولیا کھڑی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں ہوئے مگر دوسرے لمحے اس نے ان کے پیچھے کھڑے ہوئے مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"کیا بات ہے" ـــ جولیا نے بڑے روکھے لہجے میں پوچھا۔

"خاتون ـــ ہمیں اندر آنے دیں ـــ وہیں بات کرتے ہیں" ـــ انچارج نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے تیزی سے اپنے سامنے کھڑے کیپٹن شکیل کو دونوں ہاتھوں سے دھکیل دیا۔

کیپٹن شکیل اچانک دھکا لگنے سے صفدر سے ٹکرایا اور صفدر جولیا کو لئے کوپے میں جا گرا۔

انچارج نے اپنا دباؤ جاری رکھا اور پھر وہ بھی ان کے ساتھ کوپے میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دو مسلح سپاہی دروازے پر کھڑے ہو گئے۔

"آخر تمہارا مقصد کیا ہے" ـــ کیپٹن شکیل نے غصیلے لہجے میں پلٹ کر انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مقصد ابھی پتہ چل جاتا ہے" ـــ انچارج نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

"اپنے ہاتھ اٹھا دو ۔۔۔ خبردار ۔۔ اگر کوئی غلط حرکت کی" ۔۔۔ انچارج نے کڑکدار لہجے میں کہا۔

"یہ زیادتی ہے ۔۔ تم اس طرح شریف شہریوں کو پریشان نہیں کر سکتے" صفدر نے جھنجلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں کہہ رہا ہوں ہاتھ اٹھا دو ۔۔۔ اور تم دونوں تم بھی۔ ورنہ ۔۔۔" انچارج نے سرد لہجے میں کہا۔

اور اسی لمحے صفدر نے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا اور پھر انہوں نے آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ اٹھانے شروع کر دیئے۔

مگر ابھی ان کے ہاتھ آدھے ہی اٹھے تھے کہ اچانک کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے انچارج کے ریوالور والے ہاتھ پر ضرب لگائی اور تقریباً اسی لمحے صفدر نے اسے دوسرے بازو سے پکڑ کر غسل خانے کے دروازے کی طرف گھسیٹ لیا جولیا دروازے کے قریب کھڑی تھی۔ اس نے پھرتی سے لات ماری اور کوپے کا دروازہ بند ہو گیا۔ جولیا نے انتہائی پھرتی سے چٹخنی لگا دی۔ یہ سب کچھ پلک جھپکنے میں ہو گیا اور اس سے پہلے کہ انچارج کے باہر کھڑے ساتھی کچھ سمجھتے دروازہ بند ہو چکا تھا اور انچارج صفدر کے طاقتور ہاتھوں میں پھنسا بری طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔

"دروازہ کھولو" ۔۔۔ باہر سے تیز دستکوں کے ساتھ وحشت بھری آواز سنائی دی۔

"اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ آرام سے کھڑے ہو جائیں ۔۔۔ یہاں سب ٹھیک ہے" ۔۔۔ صفدر نے انچارج کی گردن پر بازو کا دباؤ ڈالتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"سب ٹھیک ہے ۔۔ آرام سے ٹھہرو" ۔۔۔ انچارج نے بھنچے بھنچے لہجے میں کہا اور دروازے پر پڑنے والی دستکیں خاموش ہو گئیں۔

صفدر انچارج کو گھسیٹتا ہوا غسل خانے میں لے گیا۔

"تت ۔ تم ۔۔۔" انچارج نے بھنچے بھنچے لہجے میں کچھ کہنا چاہا۔ مگر اسی لمحے صفدر نے پوری قوت سے بازو کو ایک زبردست جھٹکا دیا اور انچارج کی گردن کی ہڈی ایک ہلکے سے تڑاخ کی آواز نکال کر ٹوٹ گئی اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ جسم یکلخت ڈھیلا ہو گیا۔

صفدر نے بڑی پھرتی سے انچارج کی وردی اتاری اور پھر اسے اپنے کپڑوں پر ہی پہن لیا۔ کپڑے اس کے جسم پر فٹ تھے۔ اس نے انچارج کا قد و قامت دیکھ کر ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔ وردی پہن کر اس نے ٹوپی پہنی اور اس کا بالائی سرا آنکھوں تک جھکا لیا۔

"تم ۔۔۔" کیپٹن شکیل نے اسے غسل خانے کے دروازے سے نکلتے دیکھ کر کچھ کہنا چاہا۔ مگر صفدر نے منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ اور پھر آنکھ کے اشارے سے انہیں خبردار کر دیا۔

دوسرے لمحے صفدر نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ باہر نکلتے ہی اس نے اپنا رخ تیزی سے دائیں طرف موڑ لیا تھا کیونکہ اس کے تینوں ساتھی دروازے کے بائیں طرف کھڑے تھے۔

"آؤ میرے پیچھے ۔۔۔ یہ لوگ صحیح ہیں" ۔۔۔ صفدر نے انچارج کے لہجے میں کہا اور پھر انچارج کی طرح قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔

"مگر آپ کی مشین گن" ۔۔۔ ابھی اس نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ اسے اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی اور صفدر ٹھٹھک گیا۔ جلدی میں وہ انچارج کی مشین گن

اٹھانا بھول گیا تھا۔

اب فیصلہ کن گھڑی آ پہنچی تھی اس لئے اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر تیزی سے مڑ گیا۔ دوسرے لمحے اس کے ریوالور نے شعلے اگلے اور دو سپاہی سینوں پہ ہاتھ رکھ کر راہداری میں ہی ڈھیر ہو گئے۔ جبکہ تیسرے نے بڑی پھرتی سے مشین گن کاندھے سے اتارنی چاہی۔ مگر صفدر نے ایک اور فائر کیا اور تیسرا بھی نیچے آ گرا۔

صفدر لاشیں پھلانگتا ہوا کوپے کی طرف بڑھا مگر اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی کیپٹن شکیل اور جولیا دروازے میں آ گئے۔ فائرنگ کی آواز نے انہیں باہر کھینچ لیا تھا۔

"میرے پیچھے آؤ جلدی" ——— صفدر نے کہا۔

اسی لمحے باقی کوپوں کے دروازے بھی یکے بعد دیگرے کھلنے لگے۔ مگر اتنی دیر میں وہ تینوں راہداری کے اختتام پر بنے ہوئے دروازے پر پہنچ گئے تھے۔ صفدر آگے آگے تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر وہ دوسرے ڈبے میں داخل ہو گیا۔ کیپٹن شکیل اور جولیا بھی اس کے پیچھے تھے۔

"اب ہمارا بچنا محال ہے" ——— جولیا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ مگر وہ تیزی سے راہداری میں دوڑتے چلے گئے۔

اور پھر جب انہوں نے دوسرے ڈبے کی راہداری کا اختتامی دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر ٹھٹھک گئے کہ یہ پہلا ڈبہ تھا۔ اس سے آگے انجن تھا۔

"آؤ میرے پیچھے" ——— صفدر نے ایک لمحے کے بعد فیصلہ کن لہجے میں کہا اور تیزی سے پھلانگ لگا کر وہ ڈیزل انجن کی سائیڈ پر پہنچ گیا۔ ٹرین خاصی تیز رفتار سے جا رہی تھی۔ اس لئے اس کے جسم کو زبردست جھٹکا لگا مگر صفدر نے ایک ہینڈل کو تھام لیا آگے ڈیزل انجن تک چلے گئے تھے۔ شاید یہ سفر کے دوران چیکنگ کے لئے بنائے گئے تھے۔

صفدر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل اور جولیا نے بھی اس کی پیروی کی۔ ہوا کا زبردست دباؤ ان کے پیر اکھاڑ رہا تھا مگر وہ ظاہر ہے عام آدمیوں جیسے تو تھے نہیں۔ اس لئے وہ آسانی سے ہینڈلوں کو پکڑتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔

"سنو! ——— میں انجن میں جا کر گاڑی رکوانے کی کوشش کرتا ہوں ——— جیسے ہی گاڑی کی سپیڈ کم ہو ——— تم لوگ نیچے اتر جانا" ——— صفدر نے قریب موجود کیپٹن شکیل سے کہا اور ہوا کے شور کی وجہ سے اس کی آواز خاصی بلند تھی۔ اور پھر صفدر تیزی سے آگے بڑھ کر انجن کے دروازے پر پہنچ گیا۔

"ہیلو ——— دروازہ کھولو ——— جی پی فائیو" ——— صفدر نے چیخ کر کھڑکی میں سے سر ڈالتے ہوئے کہا۔

انجن ڈرائیور نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے۔ مگر دوسرے لمحے اسے جی پی فائیو کا خیال آیا اور اس نے پھرتی سے دروازہ کھول دیا اور صفدر ایک کر اندر داخل ہو گیا۔

انجن کے اندر ڈرائیور کے ساتھ ایک اسسٹنٹ موجود تھا۔ وہ دونوں حیرت سے صفدر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

دوسرے لمحے صفدر نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس سے پہلے کہ ڈرائیور اور اس کا اسسٹنٹ کچھ سمجھتے، صفدر کے ریوالور سے شعلے نکلے اور گولیاں ان دونوں کو چاٹ گئیں اور وہ دونوں وہیں ڈھیر ہو گئے۔ چند لمحوں تک تڑپنے کے بعد جب وہ بے حس و حرکت ہو گئے تو صفدر نے

دروازہ کھولا اور پھر سر باہر نکال کر چیخ کر کیپٹن شکیل اور جولیا کو اندر آنے کو کہا۔

اور پھر کیپٹن شکیل اور جولیا انجن میں پہنچ گئے۔

صفدر نے اس دوران ڈرائیور اور اس کے اسسٹنٹ کی لاشیں اٹھا کر چلتی ہوئی گاڑی سے باہر پھینک دیں۔ پھر اس نے جی۔ پی۔ فائیو کی وردی اتاری اور اسے بھی باہر پھینک دیا۔

آٹومیٹک انجن انتہائی تیز رفتاری سے چلتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔

"میں سپیڈ کم کرتا ہوں —— تم لوگ پیچھے اتر جانا" —— صفدر نے انجن کے آپریشن بورڈ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"مگر تم ——؟" کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"میں بھی سپیڈ تیز کر کے نیچے آ جاؤں گا" —— صفدر نے جواب دیا۔

"نہیں —— اس طرح گاڑی تباہ ہو جائے گی —— اور ہزاروں افراد مر جائیں گے —— یہ ظلم ہے" —— جولیا نے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"مجرم اتنے رحمدل نہیں ہوتے جولیا —— ہمیں زیادہ سے زیادہ حکومت کو نقصان پہنچانا ہے —— اس لئے گاڑی کا یہ حادثہ ہمارے مقصد کو پورا کر دے گا" صفدر نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہیں صفدر! —— یہ واقعی ظلم ہو گا —— ہم اس ملک میں مجرم ضرور ہیں مگر ہزاروں بے گناہوں کی ہلاکت ظلم ہو گی" —— کیپٹن شکیل نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے —— جیسا تم کہو" —— صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے رفتار کم کرنا شروع کر دی۔ آپریشن ٹوائل پہ موجود ہدایات اس کی رہنمائی

کر رہی تھیں۔

پھر جیسے ہی گاڑی کی رفتار اتنی ہلکی ہو گئی کہ وہ نیچے اتر سکیں۔ صفدر نے جولیا اور کیپٹن شکیل کو اشارہ کیا اور وہ تیزی سے دروازہ کھول کر ہینڈل پکڑ کر لٹک گئے۔ اور پھر انہوں نے یکے بعد دیگرے نیچے چھلانگیں لگا دیں۔ گاڑی کی رفتار کافی کم تھی اور پھر ان کے چھلانگیں لگانے کے ماہرانہ انداز کی وجہ سے جیسے ہی ان کے پیر زمین پر لگے وہ چند قدم آگے دوڑتے چلے گئے اور پھر رک گئے۔ اتنے میں انجن ان سے آگے بڑھ چکا تھا۔

کیپٹن شکیل نے پھرتی سے جولیا کا بازو تھاما اور پھر انہوں نے ریلوے لائن کے ساتھ بڑی بڑی جھاڑیوں کے پیچھے چھلانگیں لگا دیں تاکہ ڈبوں کی کھڑکیوں سے انہیں کوئی دیکھ نہ سکے۔

انجن اب ان سے خاصا آگے جا چکا تھا اور پھر گاڑی کی رفتار آہستہ آہستہ تیز ہوتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد گاڑی ان کے سامنے سے گزر کر تیزی سے آگے بڑھ گئی اور وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

"صفدر" —— کیپٹن شکیل نے چیخ کر کہا۔

"ٹھیک ہے —— ادھر آ جاؤ" —— ان سے بیس فٹ دور صفدر کی آواز سنائی دی اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ چند لمحوں بعد ہی وہ صفدر کے پاس پہنچ گئے۔

"کیا ہوا —— گاڑی بغیر ڈرائیور کے ہی ——" کیپٹن شکیل نے کسی خدشے کی بنا پر پوچھا۔

"فکر مت کرو —— میں اتنا ظالم نہیں ہوں —— میں نے آٹومیٹک کنٹرول سیٹ کر دیا ہے —— اگلا سٹیشن کم سے کم یہاں سے سو کلو میٹر دور ہو گا۔ لہذا

گاڑی کا انجن سو کلو میٹر سے پہلے ہی بند ہو جائے گا ۔۔۔ ظاہر ہے گاڑی پہاڑی کے قریب جا کر خود بخود رک جائے گی ۔۔۔ اس طرح حادثہ نہ ہو گا ۔۔۔ اگر ایسا نہ کرتا تو گاڑی یہاں سے کچھ دور ہی جا کر کھڑی ہو جاتی اور پھر ہم نظروں میں آ سکتے تھے" ۔۔۔ صفدر نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور ان دونوں نے بھی سر ہلا دیا۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے درست" ۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"ہاں ! ۔۔۔ اب آؤ ۔۔۔ جلدی سے یہاں سے نکل چلیں" ۔۔۔ صفدر نے کہا اور پھر وہ تقریباً بھاگتے ہوئے ریلوے لائن کی مخالف سمت میں بڑھنے لگے۔ یہ ایک طویل و عریض میدان تھا جس میں ہر طرف جنگلی جھاڑیاں موجود تھیں ۔ تقریباً دو گھنٹے مسلسل چلنے کے بعد انہیں دور سے کچھ روشنیاں نظر آئیں ۔

"شاید یہ کوئی چھوٹا سا گاؤں ہے" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں ! ۔۔۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" ۔۔۔ جولیا نے جواب دیا۔

اور پھر آہستہ آہستہ وہ روشنیوں کے قریب پہنچ گئے ۔ یہ واقعی ایک چھوٹا سا قصبہ تھا ۔ جس کے چند مکانوں میں روشنی موجود تھی ۔ اور پھر انہیں ایک پکے مکان کے باہر ایک کار کھڑی نظر آ گئی ۔ اس مکان میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ صفدر تیزی سے کار کی طرف بڑھا اور پھر چند لمحوں کی کوشش کے بعد وہ اس کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔

"اسے دھکیل کر دور لے چلتے ہیں ۔۔۔ اگر یہاں سٹارٹ کی تو ہو سکتا ہے کوئی جاگ پڑے" ۔۔۔ صفدر نے کہا۔

کیپٹن شکیل اور جولیا نے کار کو دھکیلا اور پھر کافی دور جا کر صفدر نے کار کو انجن سٹارٹ کیا اور پھر کیپٹن شکیل اور جولیا کار میں سوار ہو گئے چند لمحوں بعد وہ کار میں سوار انتہائی تیز رفتاری سے سڑک پر پہنچے اور بائی وے پر آگے بڑھتے چلے گئے۔

"ٹرین یہاں نہیں آئی" ۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں ۔۔۔ حالانکہ ہم نے سوچا تھا کہ ٹرین میں ہم محفوظ رہیں گے ۔ مگر ۔۔۔" کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ویسے مجھے حیرت ہے کہ اتنی جلدی ہمارا پتہ انہوں نے کیسے معلوم کر لیا ۔۔۔ ؟" جولیا نے کہا۔

"کافی ہوشیار لوگ معلوم ہوتے ہیں" ۔۔۔ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا اور دوسرے ہی لمحے تینوں ہنس پڑے۔

ابھی وہ بائی وے پر تقریباً دس بارہ کلو میٹر دور گئے تھے کہ اچانک سامنے سے پولیس کی ایک گاڑی آتی ہوئی نظر آئی ۔ جس کی چھت پر سرخ لائٹ تیزی سے گھوم رہی تھی۔

چند ہی لمحوں بعد گاڑی انہیں کراس کرتی ہوئی گزر گئی ۔ مگر چند ہی قدم آگے بڑھ کر اچانک اسے بریک لگے اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے مڑی اور دوسرے لمحے اس کا سائرن بری طرح چیخنے لگا۔

"انہیں ہم پر کیا شک ہوا ہے" ۔۔۔ صفدر نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خدا معلوم ۔۔۔ بہرحال دیکھ لیتے ہیں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا ۔ اور پھر پولیس گاڑی نے ان کے قریب آ کر انہیں رکنے کا اشارہ کیا اور صفدر نے گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی۔

پولیس کی گاڑی بھی رکی اور پھر اس میں سے دو آدمی ہاتھوں میں ریوالور لیے

تیزی سے باہر نکلے۔ ان میں سے ایک گھوم کر کیپٹن شکیل کی طرف مڑ گیا جبکہ دوسرا سیدھا صفدر کی طرف آیا۔

"آپ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں؟" ــــــ سپاہی نے قریب آکر کرخت لہجے میں پوچھا۔

"زاکاریہ سے آ رہے ہیں" ــــــ صفدر نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

سپاہی نے تیز نظروں سے کار کے اندر دیکھا اور پھر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"ٹھیک ہے ــــــ آپ جا سکتے ہیں" ــــــ سپاہی نے کہا اور پھر اس نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا اور واپس مڑ کر تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد پولیس کی گاڑی مڑی اور پھر ان کے قریب سے گزرتی ہوئی مخالف سمت بڑھتی چلی گئی۔

"میرا خیال ہے کہ معمول کی چیکنگ ہو گی" ــــــ صفدر نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا

اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا۔

صفدر نے گاڑی آگے بڑھا دی اور پھر انہوں نے بیس کلومیٹر کا فاصلہ بڑے اطمینان سے طے کیا۔

مگر دوسرے لمحے صفدر چونک پڑا۔ کیونکہ اچانک سڑک پر تیز روشنی پھیل گئی۔ اور اسی لمحے ان کے عقب میں بھی کسی کار کی بتیاں جل اٹھیں۔ ان سے تھوڑے فاصلے پر پولیس کی دو گاڑیاں ترچھا ہو کر سڑک پر کھڑی تھیں اور ایک کار پر سرچ لائٹ لگی ہوئی تھی جس کی تیز روشنی نے سڑک کو روشن کر دیا تھا۔ کاروں کے قریب بارہ کے قریب مسلح سپاہی ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے چوکنے انداز

میں کھڑے تھے۔

صفدر نے ہونٹ بھینچ لئے۔ بیک مرر میں اسے اپنے پیچھے بھی پولیس کی گاڑی آتی دکھائی دے رہی تھی۔

"کیا خیال ہے" ــــــ صفدر نے قریب بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"برداشت کرو ــــــ آگے اللہ مالک ہے" ــــــ کیپٹن شکیل نے بھی بھینچے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیسے وہ کسی نتیجے تک پہنچ گیا ہو۔



جوزف نے عمران کے دریا میں کودتے ہی اپنی کلائی پر باندھی ہوئی گھڑی دیکھی اور پھر وہ عمران کو تیزی سے دریا میں غوطہ لگا کر غائب ہوتے دیکھتا رہا۔ دور اندھیرے میں پل کا عظیم ہیولا نظر آ رہا تھا۔ پل کے آس پاس روشنی کی وجہ سے اتنے گھپ اندھیرے میں بھی پل کا ہیولا اتنی دور سے نظر آ رہا تھا۔ جوزف کا اندازہ تھا کہ آدھے گھنٹے میں عمران پل تک پہنچ جائے گا اور پھر ڈائنامیٹ وہاں فٹ کر کے اسے مزید آدھ گھنٹہ پل سے گزر کر محفوظ جگہ تک پہنچنے میں لگ جائے گا۔ اس لحاظ سے ایک گھنٹے کا وقفہ کافی تھا۔

وہ جھاڑی میں چھپا خاموشی سے پل کی طرف دیکھتا رہا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد وہ گھڑی کی طرف بھی دیکھ لیتا۔ وقت تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ پھر ایک گھنٹہ گزرنے میں پندرہ منٹ باقی رہتے تھے کہ جوزف کو پل کی طرف سے فائرنگ کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دیں۔ فاصلہ کافی ہونے کی وجہ سے فائرنگ کی آوازیں کافی ہلکی سنائی دے رہی تھیں۔ مگر فائرنگ کے تواتر سے جوزف کو اندازہ ہو رہا تھا کہ فائرنگ مشین گنوں سے اور کافی تعداد میں ہو رہی ہے۔

جوزف فائرنگ کی آوازیں سنکر الجھ گیا کیونکہ وقت کے لحاظ سے عمران کو پل سے کافی دور پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ مگر پل پر ہونے والی فائرنگ سے تو صاف ظاہر تھا کہ عمران ابھی پل کے نیچے ـــــ یا ـــــ پل کے پاس موجود ہے۔ اب جوزف سوچ رہا تھا کہ اگر اسے عمران دکھائی نہ دیا تو کیا وہ ٹھیک ایک گھنٹہ بعد مشین کا بٹن دبا دے؟

جوزف کا دماغ تیزی سے سوچنے میں مصروف تھا کہ کیا وہ اندھا دھند بٹن دبا دے ـــــ یا ـــــ نہ دبائے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس نے وقت پر بٹن نہ دبایا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمران کا مشن ہی ناکام ہو جائے۔ اس نے بے قراری سے گھڑی دیکھی۔ ابھی ایک گھنٹہ گزرنے میں تیرہ منٹ باقی تھے۔

وقت انتہائی تیزی سے گویا چلا جا رہا تھا۔ فائرنگ کی ہلکی ہلکی آوازیں وقفے وقفے سے اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔

پھر اچانک جوزف نے ایک فیصلہ کر لیا کہ وہ مشین سمیت پل کی طرف بھاگنا شروع کر دے۔ جس قدر نزدیک ہو کر وہ صورت حال کو دیکھ سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے مشین اٹھا کر جیب میں ڈالی اور پھر جھاڑیوں سے نکل کر تیزی سے دریا کے کنارے دوڑتا ہوا پل کی طرف بھاگنے لگا۔ گو اس طرح اسے

دیکھ لئے جانے کا شدید خطرہ تھا کیونکہ دریا کے کناروں پر یقیناً نگران چھپے ہوئے ہوں گے۔ مگر ہونے والی فائرنگ سے اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ عمران ابھی پل کے نیچے ہی پھنسا ہوا ہے۔

جوزف نے حتی الوسع اپنی رفتار بے حد تیز رکھی اور پھر تقریباً ایک کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک اسے کنارے کے قریب روشنی نظر آئی۔ ایک شعلہ سا لپکا تھا اور اس کے فوراً بعد ایک ننھا سا جگنو چمکنے لگا تھا۔ جوزف ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیونکہ ظاہر ہے کسی نے سگریٹ سلگایا تھا اور یہ سگریٹ کی روشنی اس سے تھوڑی ہی دور تھی۔ وہ ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اب آگے جانا نہ صرف اپنی جان کے لئے مخدوش تھا بلکہ اگر نگرانوں نے وہ مشین چھین لی تو مشن بھی ناکام ہو سکتا تھا۔

اس نے جلدی سے گھڑی دیکھی۔ ایک گھنٹہ گزرنے میں صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے اور اب اس بات کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا کہ وہ پانچ منٹوں میں پل کے قریب جا کر اپنی آنکھوں سے صورت حال کو دیکھ کر اقدام کر سکے۔

اسی لمحے اسے عمران کی یہ ہدایت یاد آ گئی کہ ٹھیک ایک گھنٹے بعد اس نے مشین کا بٹن دبا دینا ہے۔ اور اسے معلوم تھا کہ عمران اپنی ہدایات پر سختی سے عمل کرانے کا عادی ہے۔ جب کہ پل پر فائرنگ بدستور جاری تھی۔ آخر اس نے یہی سوچا کہ مقررہ وقت سے پانچ منٹ بعد وہ مشین کا بٹن دبا دے گا پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ اگر پانچ منٹ کی دیر ہونے پر عمران نے اس سے جواب طلب کیا تو وہ گھڑی کے اچانک بند ہو جانے کا بہانہ کر دے گا۔

یہ فیصلہ کرتے ہی وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں گھڑی پر جمی ہوئی تھیں جب مقررہ وقت ختم ہونے میں صرف دس سیکنڈ باقی رہ گئے تو ایک لمحے کے لئے

جوزف کو خیال آیا کہ وہ مشین کا بٹن دبا دے۔ مگر پھر اس نے اپنے سر کو جھٹک دیا۔ وہ اپنے فیصلے پر قائم رہنا چاہتا تھا۔

اور پھر مقررہ وقت پورا کر کے سیکنڈ کی سوئی آگے بڑھ گئی۔ اور جوزف نے ایک طویل سانس لیا۔ اس کی نظریں گھڑی کی سوئی کے ساتھ جیسے چپکی ہوئی تھیں۔

پھر جیسے ہی ایک منٹ زیادہ ہوا جوزف کو پل کی طرف سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے پل لرز رہا ہو۔ جوزف ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا کہ ابھی اس نے مشین کا بٹن دبایا نہیں پھر یہ پل کیوں لرز رہا ہے کیا ڈائنامیٹ خود بخود پھٹ گیا ہے؟

گڑگڑاہٹ تقریباً تین منٹ تک جاری رہی اور ایک بار پھر خاموشی طاری ہو گئی اب صرف دو منٹ باقی رہ گئے تھے۔

جوزف مسلسل اندھیرے میں چمکنے والی سوئیوں پر نظریں گاڑے بیٹھا ہوا تھا۔ پھر جب ایک منٹ باقی رہ گیا تو اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور پھر اس کی بھاری انگلی سرخ رنگ کے بٹن پر جیسے جم سی گئی۔

سیکنڈ کی سوئی تیزی سے بارہ کے ہندسے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے جوزف کو خیال آیا کہ سرخ بٹن دبتے ہی پل کے ساتھ ساتھ عمران کی اپنی زندگی بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ مگر دوسرے لمحے اس نے یہ خیال جھٹک دیا۔ وہ اس سے زیادہ دیر تک عمران کے احکام کی خلاف ورزی نہ کر سکتا تھا۔ اور پھر جیسے ہی سیکنڈ کی سوئی بارہ پر پہنچی۔ جوزف نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے سرخ بٹن دبا دیا۔

دوسرے لمحے ایک خوفناک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور ہر طرف چکا چوند روشنی پھیل گئی۔ دھماکے کے ساتھ ہی خوفناک گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں اور پھر

جوزف نے پل کو فضا میں بکھرتے اور اس کے بے پناہ ملبے کو دریا میں گرتے دیکھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے مبہوت ہو کر رہ گیا مگر دوسرے لمحے اُسے خیال آ گیا کہ پل کی تباہی کے بعد وہاں خوفناک سرگرمیاں شروع ہو جائیں گی اور پھر اس کا یہاں سے نکل کر محفوظ جگہ پر پہنچنا ناممکن ہو جائے گا۔

یہی سوچ کر جوزف اٹھا۔ اس نے مشین اٹھا کر دریا میں پھینکی اور پھر دریا کی مخالف سمت جھاڑیوں میں بھاگنا شروع کر دیا۔ اُسے وہ جگہ اچھی طرح معلوم تھی جہاں عمران اور اس نے اکٹھا ہونا تھا۔



پل سے تھوڑی دور ایک چھوٹے سے کیبن میں اس وقت دو افراد موجود تھے۔ کیبن کے درمیان میں ایک بڑی سی میز تھی جس کے پیچھے ایک کرسی پڑی ہوئی تھی جبکہ دوسری کرسی میز کے دائیں جانب تھی۔ ان دونوں کرسیوں پر دو افراد موجود تھے۔ سامنے دیوار پر ایک بڑی سی سکرین فٹ تھی۔ میز پر ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا اور سکرین روشن تھی۔ اس سکرین کے دو حصے تھے۔ جن میں سے ایک حصے پر پل کے اوپر کا منظر اور دوسرے حصے میں پل کے نیچے کا منظر نمایاں تھا۔

میز کے پیچھے کرسی پہ بیٹھا ہوا مقامی حکومت، پاٹائیہ کے تمام کر پولیس کا انچارج

میجر رالسن بیٹھا ہوا تھا جبکہ دوسری کرسی پر جی۔ ایل۔ تھائیو کے مقامی سیکرٹ راجر براجمان تھا۔

ان دونوں کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ پل کے اوپر ہر پانچ فٹ پر ایک مسلح سپاہی موجود تھا جبکہ پل کے نیچے سرچ لائٹوں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور پل کے ستونوں سے تیزی سے ٹکراتا ہوا پانی صاف نظر آ رہا تھا۔ اس قدر روشنی تھی کہ سکرین پر دریا کی نچلی تہہ تک نظر آ رہی تھی۔

اچانک ٹرانسمیٹر سے ایک آواز نکلی۔

"ہیلو رالسن! — میجر رالسن! — ڈبلیو مقرری کالنگ یو۔ اوور"

"یس میجر — رالسن سپیکنگ اوور" — میجر رالسن نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

"میجر! — چیک پوسٹ نمبر مقرری نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے دریا بہاؤ کی سمت کسی تیراک کو تیرتے اور غوطہ لگاتے دیکھا ہے۔ اوور" — مقرری نے جواب دیا۔

"اس بات کو چیک کر لیا گیا ہے کہ وہ کوئی مچھلی نہ ہو۔ اوور" — میجر رالسن نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"یس سر — ایسی کوئی بات نہیں — اسے واضح طور پر چیک کر لیا گیا ہے — وہ کوئی انسان ہے۔ اوور" دوسری طرف سے سپاٹ لہجے میں کہا گیا۔

"او۔ کے — تم ہوشیار رہو — مجرم جو کچھ بھی ہے آخر پل کے نیچے آئے گا اور پھر دیکھ لیا جائے گا۔ اوور" — میجر رالسن نے جواب دیا۔

"او۔ کے جناب — اوور اینڈ آل" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

میجر رالسن نے بٹن آف کر دیا۔

"کیا مجرم پل کو ڈائنامیٹ سے تباہ کریں گے" — راجر نے کہا۔

"تو کیا تمہارا خیال ہے کہ دھکا دینے سے پل گر پڑے گا" — میجر رالسن نے سرد لہجے میں کہا اور راجر جھینپ کر خاموش ہو گیا۔

ان دونوں کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں کہ اچانک وہ دونوں چونک پڑے۔ انہوں نے پل کے نیچے سیاہ لباس میں ملبوس ایک نوجوان کو ابھرتے دیکھا۔

میجر رالسن نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو — میجر رالسن سپیکنگ — پل کے نیچے ایک مجرم موجود ہے۔ دونوں اطراف سے دو دو مسلح افراد نیچے کود جائیں — اور کوشش کریں کہ مجرم کو زندہ پکڑا جا سکے — اگر ایسا نہ ہو سکے تو اسے گولی مار دی جائے۔ اوور" — میجر رالسن نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔

"او۔ کے جناب — اوور" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

انہوں نے دیکھا کہ مجرم اب پانی کے اندر تیزی سے پل کے درمیانی ستون کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کمر پر بندھا ہوا تھیلا کھولا اور اس میں سے ایک پیکٹ نکال لیا۔

"اوہ! — وہ ڈائنامیٹ فٹ کرنا چاہتا ہے" — راجر نے بے اختیار کرسی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"ستون الیکٹرو گرام ہیں — اس کی یہ کوشش بیکار جائے گی" — میجر رالسن نے انتہائی مطمئن لہجے میں کہا۔

ابھی مجرم نے پیکٹ کو ستون سے لگایا مگر دوسرے لمحے وہ اچھل کر پیچھے

بٹنا، پیکٹ اس کے ہاتھ سے نکل کر پانی میں بہہ رہا تھا۔

"دیکھا —— میں نے کیسا اچھا انتظام کر رکھا ہے" —— میجر رالنس نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم نے پیکٹ دوبارہ پکڑ لیا اور پھر دوبارہ ستون کی طرف بڑھنے لگا۔

اسی لمحے پل کے دونوں اطراف سے دو دو آدمی دریا میں کود پڑے۔ چونکہ میجر رالنس نے مجرم کو زندہ پکڑنے کا حکم دیا تھا اس لئے مسلح ہونے کے باوجود وہ دونوں اطراف سے تیزی سے مجرم کی طرف بڑھنے لگے۔

مگر دوسرے لمحے ایک دھماکے سے دو آدمیوں کے پرخچے اڑ گئے۔

"اوہ! —— مجرم ریز بم استعمال کر رہا ہے" —— میجر رالنس نے چلاتے ہوئے کہا۔

اور اسی لمحے دوسری طرف سے آنے والے دو آدمی بھی ایک اور دھماکے سے ختم ہو گئے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے مجرم نے تھیلے میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے جیسے ہی ڈبے کا سرا ستون سے لگایا، ایک زبردست چھپاکا ہوا۔

"اوہ! —— اس نے الیکٹرو گرام سسٹم ناکارہ کر دیا ہے" —— میجر رالنس غصے کی شدت سے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر میجر رالنس کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم نے ڈائنامائیٹ ستون کے ساتھ فٹ کر دیا۔

میجر رالنس نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"رالنس سپیکنگ —— مجرم نے ستون کے ساتھ ڈائنامائیٹ فٹ کر دیا ہے۔ اب وہ

پل سے باہر آنے لگا —— جیسے ہی وہ باہر آئے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دو۔ اس کے مرنے کے بعد ہم ڈائنامائیٹ اتار لیں گے" —— میجر رالنس نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

مگر میجر رالنس کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم پل سے باہر آنے کی بجائے تیزی سے دوسرے ستون کی طرف بڑھا اور پھر اس نے ستون کے قریب پہنچ کر ریوالور نکالا اور دوسرے لمحے سکرین پر پل کا وہ نچلا حصہ تاریک ہو گیا جہاں مجرم موجود تھا۔

"جلدی کرو —— دونوں اطراف سے گولیوں کی بارش کر دو —— اور متبادل سرچ لائٹوں کا انتظام کرو —— جلدی کرو" —— میجر رالنس نے حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے کہا۔

"یہ بہت خطرناک مجرم ہے —— انتہائی خطرناک —— میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسی حرکت کرے گا" —— میجر رالنس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

سکرین پر میجر رالنس نے پل پر مسلح افراد کو جھک کر پانی میں فائرنگ کرتے دیکھا۔ پل پر زبردست بھاگ دوڑ ہو رہی تھی۔

اور پھر سرچ لائٹیں پیچھے لگا دی گئیں اور سکرین پر ان دونوں ستونوں کا درمیانی حصہ ایک بار پھر روشن ہو گیا۔ اس بار بلٹ پروف سرچ لائٹیں لگائی گئی تھیں۔ مگر مجرم کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔

"اوہ! —— مجرم کہاں غائب ہو گیا —— ؟ وہ پل سے باہر نہیں جا سکتا کیونکہ اس علاقہ پر شدید فائرنگ میں وہ ایسی جرات نہ کرے گا" —— میجر رالنس نے چلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے —— مجرم ستون پر چڑھ کر پل کے نچلے جنگلے پر پہنچ گیا ہے جبھی نظر نہیں آ رہا ہے" —— راجر نے کہا۔

"ہاں! —— بالکل ایسا ہی ہوگا" —— میجر پرالنس نے کہا اور پھر اس کے میز کے کنارے پر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے ہینڈل کو تیزی سے نیچے گرا دیا اور سکرین پر دونوں ستونوں کے درمیان منظر پانی سے بلند ہونے لگا۔ چند لمحوں بعد پل کا نچلا جنگلا صاف نظر آنے لگ گیا۔

"وہ دیکھو —— وہ جنگلے پر مجرم موجود ہے —— وہ آہنی راڈ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر لٹک کر آگے بڑھ رہا ہے" —— راجر اچانک چیخ پڑا۔

"ہاں! —— وہ اب اس طرح آگے بڑھنا چاہتا ہے —— ٹھیک ہے کچھ دور آنے دو —— اس کے بعد میں آدمی نیچے اتار دوں گا تاکہ ڈائنامیٹ اتارا جا سکے" —— میجر پرالنس نے قدرے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

اور پھر ابھی مجرم چند ہی فٹ آگے بڑھا ہوگا کہ میجر پرالنس سے نہ رہا گیا۔ وہ چیخ پڑا۔

"غوطہ خور نیچے بھیجو —— مجرم دور جا چکا ہے —— ڈائنامیٹ ستونوں سے اتار لو"۔

اور پھر اسی لمحے چار غوطہ خور دریا میں کود پڑے اور تیزی سے اس ستون کی طرف بڑھنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مجرم آہنی راڈ پر پیٹ کے بل لیٹ گیا اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کا رخ غوطہ خوروں کی طرف کیا اور پھر فائر اور شعلے اگلنے لگا۔

"اوہ! —— ویری بیڈ —— چاروں ختم ہو گئے —— مجرم کا نشانہ بے خطا ہے" میجر پرالنس نے میز پر زور سے مکا مارتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں مجرم کے پل سے نکلنے کا انتظار کرنا چاہیئے —— اس طرح جب تک وہ پل کے نیچے ہے —— ہماری زد سے محفوظ ہے اور ہمارے آ

تو پکڑے جا رہا ہے" —— راجر نے رائے دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے" —— میجر پرالنس نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ڈائنامیٹ وائرلیس ٹرانسمیٹر کے ذریعے پھٹے گا —— اور جب مجرم کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچے گا وہ ہرگز ایسا نہ کریگا —— ورنہ ظاہر ہے پل پھٹنے سے اپنے بھی پرخچے اڑ جائیں گے" —— راجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں! —— معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے" —— میجر پرالنس نے کہا اور پھر اس نے ٹیلیفون پر چیخ کر کہا۔

"کوئی غوطہ خور نیچے نہ جائے —— میری دوسری ہدایات کا انتظار کرو"۔

"یس باس" —— دوسری طرف سے کہا گیا۔

میجر پرالنس اور راجر دونوں کی نظریں ایک بار پھر سکرین سے چپک گئیں۔ مجرم بے آہنی راڈ پر لٹکا ہوا تھا۔ وہ شاید نکل بھاگنے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔

"میجر —— میجر —— راڈو ایکسپریس پل کی طرف انتہائی تیز رفتاری سے بڑھی آ رہی ہے —— بس وہ پہنچنے ہی والی ہے" —— ٹرانسمیٹر پر سے آواز گونجی۔

"اوہ! —— اسے وائرلیس پر حکم دو کہ وہ آہستہ رفتار سے پل پر سے گزرے۔ وہاں چار سو آدمی موجود ہیں —— اور اتنے وقت میں ان سب کو ہٹایا نہیں جا سکتا" —— میجر نے چیختے ہوئے کہا۔

اور پھر دو تین منٹ بعد ہی انہوں نے پل کے دروازے سے راڈو ایکسپریس کا انجن داخل ہوتے دیکھا۔ اس کی رفتار خاصی کم تھی۔ گاڑی سے بچنے کے لئے وہاں موجود سپاہی سمٹ کر پل میں جگہ جگہ بنی ہوئی خالی جگہوں سے چمٹ گئے تھے۔ اتنے میں انہوں نے مجرم کو تیزی سے پل کے اوپر چڑھتے دیکھا۔ وہ ایسی جگہ

پر سے چڑھا رہی تھی جہاں سپاہی اس وقت موجود نہ تھے۔

"مجرم پل پر آ رہا ہے —— ہوشیار" —— میجر پرانس نے چیختے ہوئے کہا۔ مگر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے مجرم پل پر چڑھا اور پھر انتہائی تیزی سے ایک ڈبے کا ہینڈل پکڑ کر لٹک گیا۔ دوسرے لمحے مجرم دروازہ کھول کر گاڑی میں داخل ہو چکا تھا۔

"مجرم گاڑی میں سوار ہو گیا ہے —— گاڑی کو پل کے بعد روک لو۔ گاڑی کو گھیر لیا جائے —— اور گاڑی گزرنے کے بعد فوراً نیچے جا کر لائنیں اتار لیں" —— میجر پرانس نے چیختے ہوئے کہا

اسی دوران گاڑی کا آخری ڈبہ پل کراس کر گیا اور سمٹے ہوئے سپاہی پھر سے اپنی جگہوں پر پہنچنے لگے۔

"آؤ میجر! —— ہم خود گاڑی چیک کریں —— کہیں مجرم فرار نہ ہو جائے" میجر پرانس نے سیڑھی کے گرد چکر کھا کر باہر آتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ دونوں بھاگتے ہوئے کیبن کے دروازے سے باہر نکلے۔ مگر ابھی انہوں نے باہر کھڑی کار کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی نے انہیں اٹھا کر فضا میں اچھال دیا ہو۔

دھماکے کے فوراً بعد خوفناک گڑگڑاہٹ ہوئی اور پھر اچھل کر پیچھے گرتے انہیں پل فضا میں اڑتا اور بکھرتا ہوا نظر آیا۔ دھماکے اور گڑگڑاہٹ ابھی تک جاری تھی۔

سڑک پر ترچھی کھڑی ہوئی کاروں کے قریب موجود سپاہیوں میں سے ایک نے ہاتھ اٹھا کر صفدر کو اشارہ کیا اور صفدر نے ایکسیلیٹر سے پیر ہٹا لیا۔ گاڑی کی رفتار میں نمایاں کمی آگئی اور صفدر کی کار کو آہستہ ہوتے دیکھ کر سائیڈ پر کھڑی کاروں کے قریب موجود سپاہی تیزی سے سڑک کی طرف سمٹنے لگے۔

صفدر کی کار آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور اس کی رفتار لمحہ بہ لمحہ کم ہوتی جا رہی تھی اور جیسے جیسے صفدر کی کار قریب آتی جا رہی تھی سپاہی بھی اسی رفتار سے سڑک کے درمیان آتے جا رہے تھے۔

اور پھر جب صفدر کی کار اور سپاہیوں کے درمیان دس فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ صفدر نے یکلخت پوری قوت سے ایکسیلیٹر دبا دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پھرتی سے سٹیرنگ کو دائیں طرف کاٹا اور گاڑی جھٹکا کھا کر جیسے اڑتی ہوئی سڑک کے دائیں طرف بڑھی۔ دوسرے لمحے ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور صفدر نے پھرتی سے ایک بار پھر کار کا سٹیرنگ بائیں طرف کاٹا اور ایکسیلیٹر پر پیر کی پوری قوت صرف کر دی اسی لمحے صفدر کی کار پر گولیاں برسیں۔ مگر کوئی گولی ان تک نہ پہنچ سکی اور کار کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح آگے بڑھتی چلی گئی۔

صفدر نے بڑی مہارت سے کام لیا تھا۔ اس کی کار دائیں طرف کھڑی کار کے پچھلے پہیے سے ٹکرائی تھی اور اس نے سڑک پر کھڑی کار کو آگے کی طرف دھکیل دیا تھا۔ اس طرح صفدر نے کار کو سڑک پر سے اتار کر دوبارہ سڑک پر چڑھا دیا تھا اور اُسے روکنے والوں کی سکیم ناکام رہی تھی۔

صفدر آندھی اور طوفان کی طرح کار اڑائے لئے جا رہا تھا اور پھر چند لمحوں بعد انہیں اپنے پیچھے سائرن کی تیز گونج سنائی دی۔ پولیس کاریں اب ان کا پیچھا کر رہی تھیں۔

"ہمیں یہ کار چھوڑنی پڑے گی ——— ہم پولیس کی طاقتور گاڑیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے" ——— صفدر نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

"لیکن ہم اس ویرانے میں کار کیسے چھوڑ سکتے ہیں ——— ؟ تم اسے بھگاتے رہو میں کوشش کروں گی کہ پولیس کاریں نزدیک نہ آئیں" ——— جولیا نے کہا اور پھر اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا دستہ پوری قوت سے کار کی عقبی ونڈ سکرین پر مار دیا۔ ونڈ سکرین پر لکیروں کا جال سا بن گیا۔ جولیا نے ایک بار پھر اپنا سر نیچے کیا اور ریوالور کا دستہ پوری قوت سے دوبارہ ونڈ سکرین پر مارا۔ اور دوسرے لمحے تیز ہوا کے جھونکے کار میں داخل ہوئے۔ ونڈ سکرین باریک ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر اندر سیٹ پر آ گری تھی۔

پولیس کی گاڑی انتہائی تیز رفتاری سے بڑھی چلی آ رہی تھی۔

جولیا نے ریوالور کی رینج کا اندازہ کیا اور پھر اس نے ریوالور کا رخ پولیس کی گاڑی کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔

دوسرے لمحے ایک دھماکہ سا ہوا اور پولیس گاڑی کا رخ یکلخت پلٹ گیا۔

"اوہ مارا ———!" جولیا نے چیختے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ تیزی سے

نیچے کو اب گئی۔ کیونکہ پولیس کار کے پلٹتے ہی اس کے پیچھے آنے والی کار سے صفدر کی کار پر گولیوں کی بوچھاڑ سی ہو گئی۔

اور پھر گولیوں کی آوازوں کے ساتھ ہی ایک زبردست دھماکہ ہوا اور صفدر کے ہاتھ میں سٹیئرنگ ڈولنے لگا۔ کار کا ایک ٹائر برسٹ ہو چکا تھا۔ برسٹ ٹائر کے ساتھ صفدر کار نہیں چلا سکتا تھا اس لئے اسے مجبوراً کار کو ایک طرف کر کے روکنا پڑا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ نیچے اترتے، پولیس کی کئی گاڑیوں نے انہیں گھیر لیا۔

پھر تو جیسے پولیس کے سپاہیوں کی بارش سی ہو گئی۔ ان سب کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

اب ظاہر ہے مقابلہ بے سود تھا۔ ان لئے چند ہی لمحوں میں وہ تینوں کار سے باہر تھے اور ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ چکی تھیں۔ ان کی تلاشی لے کر ان کی جیبیں بھی خالی کر دی گئیں اور انہیں دھکیل کر ایک پولیس کار میں سوار کر دیا گیا۔

اور پھر پولیس کاروں کا یہ قافلہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

"ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے" ——— ؟ صفدر نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

"خاموش رہو ——— ورنہ تمہیں گولی مار دیں گے" ——— قریب بیٹھے ہوئے ایک سپاہی نے انتہائی غصیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ابھی دیکھو ——— ہم نے تو سب جانا تھا ——— اگر ہو سکے تو ہمیں وہیں پہنچا دینا" ——— صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بکر و میں ہمارے ہیں ——— بے فکر رہو" ——— دوسرے سپاہی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تو یہ بھی مسئلہ حل ہوا ۔۔۔۔ اب ہم پولیس کی حفاظت میں تل ابیب پہنچ جائیں گے" ۔۔۔۔ صفدر نے بڑی اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سیٹ سے پشت لگا دی جیسے اس کا بہت بڑا مسئلہ حل ہو گیا ہو۔
اور کیپٹن شکیل اور جولیا بھی مسکرا دیتے۔ ظاہر ہے وہ صفدر کی بات کا مطلب سمجھ گئے تھے کہ تل ابیب پہنچنے تک کوئی حرکت نہ کی جائے۔

عمران پل کے آہنی راڈ پر پیٹ کے بل لیٹا گہری نظروں سے گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مقررہ وقت ختم ہونے میں اب چند سیکنڈ باقی رہ گئے تھے اور عمران کو اچھی طرح علم تھا کہ جوزف حکم کی پابندی میں مثال نہیں رکھتا۔ اس لئے چند سیکنڈ بعد اس کی انگلی سرخ بٹن کو دبا دے گی اور اس کے ساتھ ہی پل سمیت عمران کا جسم بھی فضا میں بکھرتا چلا جائے گا۔
عمران کی نظریں سیکنڈ کی سوئی پر جمی ہوئی تھیں۔ جو اب بارہ کے ہندسے پر پہنچنے والی تھی۔
پھر جیسے ہی سوئی بارہ کے ہندسے پر پہنچی، عمران نے بے اختیار آنکھیں بند

کر لیں۔ اب کسی بھی لمحے وہ خوفناک دھماکہ سننے کا متوقع تھا۔
مگر جب اُسے آنکھیں بند کئے کافی دیر ہو گئی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ سیکنڈ کی سوئی ایک اور چکر لگا چکی تھی۔ مگر ڈائنامائیٹ اسی طرح ستون کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔
"تو کیا ڈائنامائیٹ کے سسٹم میں کوئی خرابی ہو گئی ہے" ۔۔۔۔ عمران نے سوچا کیونکہ یہ تو وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ جوزف حکم عدولی کر سکتا ہے۔
"اوہ ۔۔۔ اگر ایسا ہے تو یہ مشن ناکام ہو گیا" ۔۔۔۔ عمران کی سوچ میں بیزاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔
اور پھر اسی لمحے اُسے پل میں ہلکی سی لرزش محسوس ہوئی جو لمحہ بہ لمحہ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے تو عمران حیران رہ گیا کہ ڈائنامائیٹ کے پھٹے بغیر آخر پل میں لرزش کیوں پیدا ہو رہی ہے کیونکہ ڈائنامائیٹ تو اسے ستون کے ساتھ چپکا ہوا صاف نظر آ رہا تھا۔
مگر دوسرے لمحے وہ سمجھ گیا کہ یہ لرزش کسی ٹرین کی آمد کی وجہ سے ہے اور پھر چند ہی لمحوں بعد جیسے ٹرین پل میں داخل ہوتی دکھائی دی۔ اور اسی لمحے عمران کے ذہن میں ایک خیال کوندے کی طرح لپکا۔ اسے معلوم تھا کہ پل پر ہونے کے مقررہ سے تھوڑے فاصلے پر بڑھی ہوئی جگہوں کے سپاہیوں کے کھڑے ہونے کی اور کوئی جگہ نہیں جہاں دو ٹرینیں گزرتے وقت ٹھہر سکیں۔ اس لئے اُسے یقین تھا کہ پل پر موجود سپاہی ٹرین کی آمد کے ساتھ ہی ان بڑھی ہوئی جگہوں پر سمٹ گئے ہوں گے اور جس جگہ عمران موجود تھا۔ وہاں سے وہ بڑھی ہوئی جگہ کافی دور تھی اور پھر دھیان بھی کسی کا آہنی ستون تک آ جاتے تھے۔ اس لئے اس نے چلتی ہوئی گاڑی میں سوار ہو کر پل سے نکل جانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی

سے اٹھا اور پھر وہ تین آہنی گارڈر کراس کر کے دو پل کے اوپر پہنچ گیا۔ ٹرین آدھی گزر چکی تھی اور اس کی رفتار بھی خاصی سست تھی۔ اس لئے عمران گارڈر کے ساتھ سنبھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر جیسے ہی ایک کمپارٹمنٹ کا دروازہ اس کے سامنے آیا۔ اس نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگا دی اور دوسرے لمحے وہ دروازے کے ہینڈل کو پکڑ چکا تھا۔ پھر یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ دروازہ کھلا ہوا تھا اس لئے پلک جھپکتے میں وہ گاڑی کے اندر پہنچ گیا۔

یہ فرسٹ کلاس کمپارٹمنٹ تھا جس میں ایک طویل راہداری تھی جس میں کیبنوں کے دروازے کھلتے تھے۔ رات کا وقت ہونے کی وجہ سے کوپوں کے تمام دروازے بند تھے اس لئے وہ تیزی سے خالی راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا اس کے منہ پر ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لگنے لگے۔ یہ دو کمپارٹمنٹس کے درمیانی خالی جگہ تھی جسے لوہے کے تختے سے جوڑ دیا گیا تھا تاکہ آسانی سے گزرا جا سکے۔

عمران نے پھرتی سے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا اور پھر اس نے تیزی سے اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ سیاہ رنگ کے اس واٹر پروف لباس کے نیچے اس نے عام سا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے سیاہ لباس اتار کر باہر اچھال دیا اور پھر سر پر ہاتھ پھیرا۔ دوسرے لمحے اس کے سر سے بالوں کی وگ اور چہرے پر چڑھی ہوئی باریک سی جھلی اترتی چلی گئی۔ اس نے اسے بھی باہر اچھال دیا۔ اب وہ بالکل مختلف لباس اور حلیے میں تھا۔ اس لئے اس نے دوبارہ دروازہ کھولا اور راہداری میں آ گیا۔

اور عین اسی لمحے اسے ٹرین رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹا اور دوسرے لمحے وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا کیونکہ پوری گاڑی کے گرد مسلح سپاہی موجود تھے۔ پھر اس سے پہلے کہ گاڑی پوری طرح ساکن ہوتی۔ اچانک

ایک خوفناک اور دہلا دینے والا دھماکہ ہوا۔ اور عمران سہارا لینے کے باوجود اچھل کر ایک طرف جا گرا۔

پوری گاڑی سے یکلخت چیخیں بلند ہونے لگیں اور کوپوں کے دروازے دھڑا دھڑ کھلنے لگے اور لوگ بے تحاشا راہداری میں دوڑتے ہوئے دروازوں کی طرف بڑھنے لگے۔ دھماکے مسلسل ہو رہے تھے اور خوفناک گڑگڑاہٹوں کی آوازوں نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔

عمران بھی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا مشن کامیاب ہو چکا ہے اور پل کے پرخچے اڑ چکے ہیں۔ گاڑی میں سوار لوگ دروازے کھول کھول کر نیچے کودنے لگے۔ اور ہر طرف ایک خوفناک افراتفری سی پھیل گئی۔ شور و غل اور چیخوں کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔

اور پھر مسافروں کے ریلے میں عمران بھی گاڑی سے نیچے آ گیا۔ یہاں لوگ بھیڑوں کی طرح گاڑی سے دور بھاگ رہے تھے۔ اندھیرے کی وجہ سے صحیح صورت حال کسی کو بھی معلوم نہ ہو رہی تھی اور ہر شخص یہی سمجھ رہا تھا کہ گاڑی کو حادثہ پیش آ گیا ہے اس لئے ہر شخص جلد از جلد گاڑی سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔

عمران بھی اسی ہجوم میں دوڑتا ہوا گاڑی سے کافی دور نکل آیا اور پھر مختلف راستوں پر چکر کاٹتا ہوا وہ شہر میں داخل ہو گیا۔

جوزف نے بڑے وقت پر بٹن دبایا تھا۔ اگر وہ چند منٹ دیر کرتا تو یقیناً اس وقت عمران جنت میں بیٹھا حوروں سے باتیں کر رہا ہوتا۔

تھوڑی دیر بعد عمران سلاب کے خفیہ اڈے پر پہنچ گیا۔ خفیہ اڈے میں اس وقت صرف ٹرک موجود تھا جس کے چہرے پر شدید پریشانی نمایاں تھی۔ کیونکہ خوفناک

دھماکوں اور گڑگڑاہٹ کی آوازیں اس نے بھی سنی تھیں لیکن چونکہ وہ اڈے پر ہی تھا اس لئے باہر نہ جا سکتا تھا۔

"کیا ہوا باس — یہ دھماکے کیسے تھے" — ؟ رک نے عمران کے اندر داخل ہوتے ہی بڑے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوا — صرف پل ٹوٹ گیا ہے" — عمران نے بڑی بے نیازی سے جواب دیا اور پھر ایک کرسی پر ڈھیر ہو جانے کی صورت میں بیٹھ گیا۔

"اوہ! — اتنا بڑا پل ٹوٹ گیا — مگر کیسے" — ؟ رک نے حیرت زدہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بڑی چیز جلدی ہی ٹوٹ جاتی ہے مسٹر رک — اس لئے چھوٹی چیز کی قیمت زیادہ ہوتی ہے" — عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا۔

اسی لمحے دروازے پر مخصوص انداز کی دستک سنائی دی اور رک تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد جب رک واپس آیا تو جوزف اس کے ہمراہ تھا۔ عمران کو سامنے بیٹھا دیکھ کر جوزف کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

"باس! — شکر ہے کہ آپ زندہ سلامت ہیں" — جوزف نے خوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"جناب! — اگر آپ اجازت دیں تو میں باہر کے حالات معلوم کر آؤں" — ! رک نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! — تم جاؤ ہم یہاں موجود ہیں — اور سنو! مارلے کہاں ہے" — ؟ عمران نے کہا۔

"باس کا تھوڑی دیر پہلے ٹیلیفون آیا تھا کہ وہ صبح آئے گا — وہ آپ کے

متعلق بھی پوچھ رہے تھے" — رک نے جواب دیا۔

"اوکے — صبح ملاقات ہو جائے گی" — عمران نے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔

اور رک تیزی سے باہر کی طرف نکل گیا۔ اس کے چہرے پر چھایا ہوا تجسس صاف نظر آ رہا تھا۔

"جوزف! — تم نے بٹن دبانے میں دیر کیوں کر دی تھی" — ؟ رک کے جاتے ہی عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے جوزف سے پوچھا۔

"وہ — باس بیٹری کی گھڑی بند ہو گئی تھی" — جوزف نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"ہوں! — گھڑی بند ہو گئی تھی — اب چل رہی ہے" — ؟ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں باس! — پانچ منٹ رک جانے کے بعد وہ خود بخود چل پڑی تھی" — جوزف نے عمران کو مسکراتے دیکھ کر قدرے مطمئن لہجے میں کہا۔

"ایسا کرو جوزف! — اس گھڑی کو مجھے دے دو — انعام میں چاہو تو لے لیں لیکن دیکھیں" — عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے باس! — اتنا بڑا انعام — مگر ہاں! کہیں آپ میری پانچ منٹ کی دیر سے ناراض تو نہیں" — جوزف نے کہا۔

اور پھر جب عمران نے جوزف کو تفصیل بتائی کہ کس طرح اس کے پانچ منٹ دیر کرنے سے عمران کی زندگی بچ گئی ہے تو جوزف خوشی کے مارے ناچنے لگا۔ وہ بار بار اس گھڑی کو چوم رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ اپنے سر کو یوں تھپکیاں دے رہا تھا جیسے اس کے دماغ نے کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔

"اچھا بس! ۔۔۔ اب ناچ بند کرو اور ذرا الماری کھول کر دیکھو کچھ کھانے کو بھی ہے یا نہیں" ۔۔۔ عمران نے کہا اور جوزف تیزی سے الماری کی طرف بڑھ گیا۔



کرنل ڈیوڈ کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا تھا۔ وہ زخمی چیتے کی طرح کمرے میں ٹہل رہا تھا، بار بار اس کی مٹھیاں بھنچتیں اور پھر کھل جاتیں۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی تھوڑی دیر بعد وہ اپنا سر دیوار سے دے مارے گا۔ ابھی ابھی اسے پل کے تباہ ہونے کی خبر ملی تھی اور پھر فوراً ہی اسرائیلی وزیر اعظم نے ٹیلیفون پر اسے بری طرح جھاڑ دیا تھا کہ اب اس کا محکمہ نکما ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے ڈیم کی تباہی اور اس کے بعد اس عظیم پل کی تباہی نے اسرائیل کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ یہ آہنی کاری ضربات تھیں کہ پورے ملک میں کھلبلی سی مچ گئی تھی۔

ڈیم کی تباہی کے بعد کرنل ڈیوڈ وزیر اعظم کو مجرموں کی آمد کے متعلق بتا چکا تھا اور ساتھ ہی اس نے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ وہ جلد از جلد مجرموں کو گرفتار کر لے گا۔ مگر اب پل کی تباہی نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

"اگر یہ مجرم اسی طرح آزاد رہے تو انہوں نے پورے ملک کو تباہ کر دینا ہے۔

جی پی فائیو کیا کر رہا ہے ۔۔۔ کیا یہ نکموں کی ٹولی بن گئی ہے ۔۔۔؟" وزیر اعظم کا سخت غصے کے عالم میں یہ فقرہ ابھی تک کرنل ڈیوڈ کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

اور ٹرین ایک خوفناک حادثے سے بچ گئی تھی جب کہ وہ بغیر ڈرائیور کے اسٹیشن سے ابھر خود بخود رک گئی تھی۔ کرنل ڈیوڈ کو اس کی رپورٹ بھی مل چکی تھی۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کرنل ڈیوڈ کسی خیال کے تحت تیزی سے میز پر پڑے ہوئے ٹیلیفون کی طرف جھپٹا مگر اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتا، ٹیلیفون کی گھنٹی تیزی سے بج اٹھی اور کرنل ڈیوڈ نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس ۔ کرنل ڈیوڈ سپیکنگ" ۔۔۔ اس نے حتی الوسع اپنے غصے کو دباتے ہوئے کہا کیونکہ کال کسی اہم شخصیت کی بھی ہو سکتی تھی۔

"باس! ۔۔۔ جی پی فائیو سیکنڈ لیفٹیننٹ سپیکنگ" ۔۔۔ دوسری طرف سے ایک مسرت بھری آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے ۔۔۔؟" کرنل غصے سے دھاڑا۔

"جناب! ۔۔۔ تین مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کیا کہا ۔۔۔ تین مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے ۔۔۔ کیسے ۔۔۔ پوری رپورٹ دو" ۔۔۔ کرنل نے چونک کر پوچھا۔

"جناب! ۔۔۔ تین مجرموں نے جنہوں نے ٹرین میں جی پی فائیو کے دستے کو قتل کر دیا تھا، ٹرین سے اتر کر دالو قصبے کا رخ کیا ۔۔۔ مرنے سے پہلے ایک سپاہی نے ہمیں کال کر دیا تھا ۔۔۔ چنانچہ ہمارے آدمی جگہ جگہ پھیل گئے ۔۔۔ تینوں مجرموں نے دالو قصبے سے ایک کار چرائی ۔۔۔ اتفاق سے مالک جاگ رہا تھا۔ اس

نے کار سٹارٹ ہونے کی آواز سنی تو اس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور پھر اس نے ہمیں ٹیلیفون کر دیا ——— اپنی کار کا نمبر بتانے کے ساتھ اس نے مجرموں کے متعلق بھی بتا دیا کہ ان میں دو مرد اور ایک عورت ہے ——— اس کے بتلائے ہوئے حلیے کے مطابق وہ تینوں مجرم وہی تھے جن کی ہمیں تلاش تھی۔ چنانچہ فوری طور پر تمام ناکوں کو الرٹ کر دیا گیا ——— پھر ایک کار نے انہیں چیک کر لیا مگر چونکہ وہ بے حد سفاک اور چالاک تھے اس لئے کار میں سوار سپاہیوں نے انہیں چلنے دیا اور پھر ان کے متعلق تمام تفصیلات وائرلیس پر نشر کر دی گئیں چنانچہ ایک جگہ پولیس پر انہیں روکنے کا بندوبست کیا گیا ——— مگر وہ لوگ گھیرا توڑ کر نکل گئے ——— پھر جلد ہی ان کی کار کا ٹائر برسٹ کر کے انہیں پکڑ لیا گیا" ——— دوسری طرف سے تفصیل بتاتے ہوئے جواب دیا گیا۔

"ہوں! ——— اب وہ مجرم کہاں ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے اس بار نرم لہجے میں کہا کیونکہ بہرحال مجرموں کی گرفتاری کی خبر خاصی خوشگوار تھی۔

"آپ کی ہدایات کے مطابق انہیں کل ایسے لایا جا رہا ہے" ——— دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"ٹھیک ہے ——— انہیں ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا جائے ——— اور سنو! ہر قیمت پر ان کی حفاظت کی جائے ——— میں اس بار انہیں کھونا نہیں چاہتا ——— ورنہ سب کو گولی مار دوں گا" ——— کرنل ڈیوڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ——— اس بار وہ ہمارے ہاتھ سے نہیں نکل سکتے صبح کے قریب وہ ہیڈ کوارٹر پہنچا دیئے جائیں گے" ——— دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"میں ان کا انتظار کر رہا ہوں" ——— کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ

ہی اس نے کریڈل دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ پھر اس کی انگلیاں تیزی سے نمبر گھمانے میں مصروف ہو گئیں۔

چند لمحوں بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

"یس! ——— پی اے ٹو پرائم منسٹر" ——— دوسری طرف سے رابطہ قائم ہوتے ہی آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ سپیکنگ ——— پرائم منسٹر سے بات کراؤ" ——— کرنل ڈیوڈ نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس سر! ——— ایک منٹ ہولڈ فرمایئے" ——— دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکدم مؤدبانہ ہو گیا۔

اور پھر ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور کرنل ڈیوڈ سمجھ گیا کہ پرائم منسٹر سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔

"ہیلو کرنل ڈیوڈ! ——— اب کیا بات ہے" ——— وزیر اعظم نے سرد لہجے میں کہا۔

"جناب ——— میں آپ کو یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ تینوں مجرم گرفتار کر لئے گئے ہیں" ——— کرنل ڈیوڈ نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! ——— اتنی جلدی ——— ویری گڈ" ——— وزیر اعظم کے لہجے میں نرمی آگئی تھی۔

"یس سر! ——— جی۔ پی۔ فائیو کے ہاتھوں مجرم زیادہ دیر تک نہیں بچ سکتے" ——— کرنل ڈیوڈ نے بڑے فخر سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ وہی مجرم ہیں جنہوں نے پل تباہ کیا ہے" ——— وزیر اعظم نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"نہیں جناب! ——— دراصل پانچ مجرموں کا گروہ ہے ——— جن میں سے دو الگ کام کر رہے ہیں ——— اور تین الگ ——— یہ تین وہ مجرم ہیں جنہوں نے کچھ فوجیوں کو ہلاک کر دیا تھا ——— اور ٹرین تباہ کرنا چاہتے تھے ——— مگر خوش قسمتی سے ٹرین بچ گئی" ——— کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"اوہ! ——— اس کا مطلب ہے کہ پل تباہ کرنے والے مجرم ابھی آزاد ہیں" ——— وزیر اعظم کے لہجے میں ایک بار پھر سختی عود کر آئی۔

"جناب! ——— وہ بھی جلد گرفتار ہو جائیں گے ——— ان تینوں کی گرفتاری کے بعد ان کا بچنا ناممکن ہے" ——— کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا۔

"اوکے! ——— بہرحال مجھے خوشی ہے کہ تمہارے محکمے نے کچھ کام کیا ——— میں جلد از جلد ان مجرموں کے متعلق تفصیلی رپورٹ چاہتا ہوں" ——— وزیر اعظم نے کہا۔

"بہتر جناب" ——— کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا کیونکہ دوسری طرف سے رسیور رکھا جا چکا تھا۔

رسیور رکھ کر کرنل ڈیوڈ نے انٹرکام پر ہیڈ کوارٹر میں مجرموں کی آمد اور انہیں بلیو روم میں شفٹ کرنے کا حکم دیا اور پھر وہ بے جان انداز سے کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔ مجرموں نے اس قدر تیزی سے جو تباہی پھیلائی تھی کہ اس کے تصور سے ہی کرنل ڈیوڈ کو جھرجھری آ گئی تھی اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ ان مجرموں کو ایسی عبرتناک سزا دے گا کہ ان کی روحیں بھی صدیوں تک بلبلاتی رہیں گی۔

رک خفیہ اڈے سے نکل کر جیسے ہی شہر میں آیا اس نے پل کی ہولناک تباہی کے متعلق تفصیل سے سب کچھ سن لیا۔ یہ تباہی اس قدر شدید تھی کہ پورے شہر پر ایک نادیدہ سی چھائی ہوئی تھی اور ہر طرف چہ میگوئیاں سی ہو رہی تھیں کیونکہ اس پل کی تباہی سے ملک کو عظیم اور ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ پل کے تباہ ہو جانے کے بعد مشرقی اور مغربی اسرائیل کے درمیان رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ اس طرح معیشت کو جو دھچکا پہنچے گا وہ اس قدر شدید ہوگا کہ جس کی تلافی سالوں تک ممکن نہ ہو گی۔

رک کچھ سوچتا ہوا پل کی طرف بڑھ گیا جہاں قدم قدم پر مسلح فوجی موجود تھے مگر چونکہ وہاں جانے والے افراد سینکڑوں کی تعداد میں تھے اس لئے مسلح فوجی بے بس تھے۔

رک نے جب خود اپنی آنکھوں سے جا کر وہ تباہی دیکھی تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ پورا پل تباہ ہو چکا تھا اور سینکڑوں مسلح سپاہی ہلاک ہو چکے تھے ابھی یہ شکر تھا کہ ٹرین پل پار کر چکی تھی ورنہ شاید یہ تباہی اور بھی زیادہ ہولناک ہو جاتی۔

رک کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ۲۵۰ میگا پاور کا ڈائنامیٹ اور وائرلیس مشین پولیس اور اس کا ساتھی لے کر گیا تھا اور رک جانتا تھا کہ اتنے طاقتور ڈائنامیٹ سے ہی اتنا بڑا پل تباہ کیا جا سکتا ہے مگر اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اکیلے پولیس مین نے اپنے ساتھی کے ساتھ مل کر اتنا بڑا پل تباہ کر دیا ہے۔ مگر یہ چونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھی اس لئے یقین کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں کھلبلی سی مچ گئی تھی۔ اتنی بڑی تباہی نے اس کے ذہن پر شدید اثر کیا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ ایسے خوفناک مجرموں کو مزید آزادی نہیں ملنی چاہئے۔ ورنہ یہ پورے ملک کو تباہ کر دیں گے۔ مگر چونکہ وہ خود مجرم تھا اس لئے وہ سوچ رہا تھا کہ مجرموں کی گرفتاری کے ساتھ ساتھ وہ اور اس کا گروہ بھی سمیت جی۔ پی۔ فائیو کے چنگل میں آ جائے گا اور ظاہر ہے کہ پھر برقی کرسی ان کا نصیب بنے گی۔ مگر پل کی تباہی کے سامنے اُسے اپنے جرائم بچوں کا کھیل محسوس ہو رہے تھے۔ اور پھر اس نے فیصلہ کر لیا کہ جی۔ پی۔ فائیو نے اگر انہیں معافی دے دی تو وہ ان خطرناک مجرموں کو جی۔ پی۔ فائیو کے حوالے کر دے گا۔

چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ ایک مسلح فوجی کی طرف بڑھ گیا۔

"میں جی۔ پی۔ فائیو کے کسی بڑے افسر سے ملنا چاہتا ہوں" ——— رک نے فوجی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کیوں ———؟" فوجی نے چونک کر پوچھا۔

"میں مجرموں کے بارے میں ایک انکشاف کرنا چاہتا ہوں ——— مگر کسی بڑے افسر کے سامنے" ——— رک نے مضبوط لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— میرے ساتھ آؤ ——— میجر الحسن یہاں کا انچارج ہے ——— میں تمہیں اس سے ملا دیتا ہوں" ——— فوجی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر رک

اس کے ساتھ چلتا ہوا دور موجود ایک کیبن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کیبن میں میجر الحسن کرسی پر سر ٹکائے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ لٹکا ہوا تھا اور آنکھیں بے حالت سی ہو رہی تھیں۔

"سر! ——— یہ شخص مجرموں کے بارے میں کوئی انکشاف کرنا چاہتا ہے" فوجی نے کیبن کے اندر داخل ہو کر کہا۔

"کیا کہا ———؟ مجرموں کے بارے میں انکشاف؟" ——— میجر الحسن اچھل کر سیدھا ہو گیا۔

"جی ہاں جناب! ——— میں جانتا ہوں کہ پل تباہ کرنے والے مجرم کون ہیں ——— اور اس وقت کہاں ہیں" ——— رک نے کہا۔

"کیا تم صحیح کہہ رہے ہو" ———؟ میجر الحسن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید جوش کے آثار پھیل گئے۔

"مگر جناب! ——— اس کے لئے میری ایک شرط ہو گی" ——— رک نے جواب دیا۔

"شرط! ——— کیسی شرط" ——— میجر الحسن نے چونک کر پوچھا۔

"جناب! ——— میں خود ایک مجرم ہوں ——— میں اس شرط پر مجرموں کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے معافی دے دی جائے" ——— رک نے شرط بتاتے ہوئے کہا۔

"تم معافی کی بات کر رہے ہو ——— اگر تم نے ان جیسے خطرناک مجرموں کا سراغ بتا دیا تو تم مجرم نہیں ——— قومی ہیرو بن جاؤ گے" ——— میجر الحسن نے تیز لہجے میں کہا۔

"جناب! ——— میں پہلے اس بات کی ضمانت چاہتا ہوں" ——— رک نے

مضحکسا لہجے میں کہا۔

"اوہ ٹھہرو! — میں تمہاری بات جی۔پی۔ فائیو کے سربراہ کرنل ڈیوڈ سے کرا دیتا ہوں — پھر تو تمہیں یقین آجائے گا" — میجر رالفنسن نے پیشکش کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں! — ان پر مجھے مکمل اعتماد ہے" — رک نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور میجر رالفنسن نے جیب سے ایک ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر ڈیوڈ کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کر کے اس کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ سپیکنگ اوور۔"

"میجر رالفنسن سپیکنگ باس — ہمارے پاس ایک آدمی پہنچا ہے جو مجرموں کا سراغ بتا سکتا ہے۔ مگر چونکہ وہ خود مجرم ہے اس لئے اپنے تحفظ کی ضمانت چاہتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ پیشکش کی ہے کہ وہ آپ سے بات کر لے۔ اوور" — میجر رالفنسن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! — ہم اسے ہر قسم کا تحفظ دینے کے لئے تیار ہیں — میری اس سے بات کراؤ۔ اوور" — دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی جوش بھری آواز سنائی دی۔

"تم خود بات کر لو مسٹر رک" — میجر رالفنسن نے رک سے مخاطب ہو کر کہا۔

"سر! — میں رک لیگارڈ بول رہا ہوں۔ اوور" — رک نے آگے بڑھ کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر رک! — کیا پل کو تباہ کرنے والے مجرموں کے متعلق تمہیں واقعی علم ہے۔ اوور" — دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی آواز سنائی دی۔

"یس سر! — نہ صرف علم ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس وقت کہاں موجود ہیں — سر! — میں ایک چھوٹا سا مجرم ہوں لیکن ملک کی اس تباہی کو دیکھ کر میرا ضمیر جاگ اٹھا ہے — اس لئے میں یہ اقدام کر رہا ہوں — مگر میں نہیں چاہتا کہ مجرموں کی گرفتاری کے بعد مجھے بھی گرفتار کر لیا جائے۔ اوور" — رک نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر رک! — میں بحیثیت سربراہ جی۔پی۔ فائیو تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا — بلکہ میں یہ بھی آفر کرتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو جی۔پی۔ فائیو کے خفیہ شعبے ریڈ فائیو میں شامل ہو جاؤ — تمہارا نام ہرگز سامنے نہیں آئے گا۔ اوور" — کرنل ڈیوڈ نے اسے تسلی دیتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جناب — میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔ اوور" — رک نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"میجر رالفنسن اوور" — اس بار کرنل ڈیوڈ، میجر رالفنسن سے مخاطب ہوا۔

"یس سر۔ اوور" — میجر رالفنسن نے ٹرانسمیٹر اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے کہا۔

"تم نے ہر قیمت پر ان مجرموں کو زندہ گرفتار کرنا ہے — ان کی گرفتاری کے بعد انہیں ریڈ فائیو کے خفیہ ہیڈ کوارٹر لے آؤ — اور دیکھو! تمام آپریشن انتہائی ہوشیاری سے ہونا چاہئے — میں مجرموں کا سراغ نہیں کھونا چاہتا۔ اوور" — کرنل ڈیوڈ نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! — مجرم اس بار ہمارے ہاتھوں سے نہ نکل سکیں گے۔ اوور" — میجر رالفنسن نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل" ——— دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور میجر پالسن نے پھر سے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال لیا۔

"ہاں تو مسٹر رک" ——— میجر پالسن نے رک کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

"جناب! ——— مجرم تعداد میں دو ہیں ——— اور وہ اس وقت میرے علم میں واقع ایک خفیہ اڈے میں موجود ہیں۔ آپ ایسا کریں کہ کم از کم دس بارہ سپاہیوں کو لیکر میرے ساتھ چلیں ——— وہ یقیناً اس وقت سوئے ہوئے ہوں گے ——— ہم انہیں آسانی سے گرفتار کر لیں گے" ——— رک نے کہا۔

"ٹھیک ہے" ——— میجر پالسن نے کہا اور پھر اس نے ایک سپاہی کو بلا کر اسے راجر کو بلانے کے لئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد راجر بھی وہاں پہنچ گیا۔

"راجر! ——— مجرموں کا سراغ مل گیا ہے ——— دس انتہائی ہوشیار اور مسلح افراد اپنے ہمراہ لے لو" ——— میجر پالسن نے اس سے مخاطب ہوتے کہا۔

"اوہ! ——— ویری گڈ! ——— میں ابھی انتظام کرتا ہوں" ——— راجر نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے چلتا ہوا کیبن سے باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس کیبن میں آیا۔

"باہر دو جیپیں دس مسلح افراد سے لدی ہوئی موجود ہیں" ——— راجر نے کہا۔

"اوکے ——— آؤ مسٹر رک" ——— میجر پالسن نے رک کا ہاتھ پکڑتے کہا اور پھر رک اور راجر سمیت وہ کیبن سے نکل کر باہر کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد یہ قافلہ تیرھویں گلی کے سرے پر پہنچ گیا۔ رک کے کہنے پر سب اتر کر پیدل آگے بڑھے۔

رک آگے آگے تھا۔ اس کے پیچھے میجر پالسن اور راجر تھے اور ان کے بعد وہی مسلح سپاہی تھے جن کے پاس سٹین گنیں تھیں۔

"اڈے کا کوئی خفیہ راستہ تو نہیں" ——— میجر نے رک سے پوچھا۔

"ہے تو سہی ——— مگر ان مجرموں کو معلوم نہیں" ——— رک نے جواب دیا اور پھر وہ اڈے کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر مخصوص انداز میں دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور جانی کی شکل نظر آئی۔

"جانی باہر آؤ" ——— رک نے جانی کا بازو پکڑ کر اسے باہر کھینچتے ہوئے کہا اور جانی خاموشی سے باہر آگیا۔

مگر باہر مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر وہ بری طرح چونکا۔

"خبردار! ——— آواز نہ نکالنا ——— ورنہ تمہیں ڈھیر کر دوں گا" ——— میجر پالسن نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ جانی کی طرف کرتے ہوئے کہا اور پھر اس کے اشارے پر دو سپاہی جانی کو لے کر واپس جیپ کی طرف چلے گئے۔

"میرے پیچھے چلے آئیے ——— مگر احتیاط سے" ——— رک نے میجر پالسن سے کہا اور پھر وہ دروازے میں داخل ہو گیا۔ میجر پالسن اور راجر اس کے پیچھے تھے۔ دبے قدموں چلتے ہوئے وہ اڈے کے ہال میں پہنچ گئے۔

اڈے کے ایک طرف سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ رک نے اشارہ کیا اور پھر سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ میجر اور راجر اس کے پیچھے تھے جبکہ ان کی پیروی باقی سپاہی کر رہے تھے۔ وہ سب اتنی احتیاط سے چل رہے تھے کہ ان کے قدموں

سے ذرا سی بھی آواز پیدا نہ ہو رہی تھی۔

اوپر مہمان خانہ تھا جہاں جوزف اور عمران موجود تھے۔ رک نے جھک کر دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

"کون ہے" ــــ ؟ اندر سے عمران کی آواز آئی۔

"میں رک ہوں پولیس ! ــــ باس کا ضروری پیغام ہے" ــــ رک نے جواب دیا

اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

مگر دروازہ کھلتے ہی رک اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اور میجر رالسن اور راجر ہاتھوں میں ریوالور سنبھالے عمران کو دھکیلتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہو گئے۔

"خبردار ! ــــ اپنے ہاتھ اٹھا لو" ــــ میجر نے عمران اور جوزف سے ہو کر کہا۔

جوزف پلنگ پر بیٹھا ہوا تھا۔

میجر رالسن اور راجر کے اندر داخل ہوتے ہی پانچ مسلح سپاہی بھی کمرے میں پہنچ گئے اور انہوں نے اپنی سٹین گنیں تان لیں۔

"بس اتنا سا کام تھا ــــ یہ تو تم دروازے کے باہر بھی کہہ سکتے" عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہاتھ اٹھا دیئے ظاہر ہے جوزف نے بھی اس کی پیروی کی۔

"دیوار کے ساتھ منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ ــــ ہم تمہاری تلاشی لیں گے" میجر رالسن نے سخت لہجے میں کہا

اور عمران بڑے اطمینان سے دیوار کی طرف مڑ گیا۔ جوزف بھی پلنگ

سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے بھی دیوار کی طرف منہ کر لیا۔

دوسرے لمحے میجر نے ایک سپاہی کو اشارہ کیا اور اس سپاہی نے بڑی پھرتی سے ان دونوں کی تلاشی لی۔ مگر اس وقت ظاہر ہے ان دونوں کے پاس کیا ہو سکتا تھا۔

تلاشی مکمل ہوتے ہی دو سپاہی سٹین گنیں لیکر عمران کے پہلو میں پہنچ گئے اور پھر میجر رالسن نے اس کے ہاتھ پشت پر کر کے آہنی ہتھکڑی پہنا دی۔ یہی کام جوزف کے ساتھ بھی کیا گیا۔

اور پھر میجر اور راجر ان دونوں کو دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر آ گئے۔ دروازے پر رک کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"اچھا پیغام دیا ہے تمہارے باس نے" ــــ عمران نے رک کے قریب سے گزرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

اور رک عمران کی جرأت، دلیری اور بے خوفی پر حیران رہ گیا۔

"راجر ! ــــ تم فوراً کار دروازے پر لے کر آؤ" ــــ میجر رالسن نے راجر سے مخاطب ہو کر کہا اور راجر سر ہلاتے ہوئے بھاگتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"میرا جی تو چاہ رہا ہے کہ تمہاری یہیں بوٹیاں اڑا دوں ــــ مگر باس نے تمہیں زندہ گرفتار کرنے کے لئے کہا ہے ــــ اس لئے مجبور ہوں" میجر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"خوبصورت آدمی ہو ــــ کیوں دانت پیس پیس کر اپنی شکل بگاڑ رہے ہو" ــــ عمران نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

اور میجر کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا ــــ مگر وہ کرنل ڈیکارڈ کی وجہ

سے مجبور تھا۔

"کار آگئی ہے" ــــــ اسی لمحے راجر نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"آگے بڑھو" ــــــ میجر نے عمران کو دھکیلتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اور جوزف کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ گئے۔ ان کے ساتھ ایک مسلح سپاہی بیٹھ گیا۔ راجر ڈرائیونگ سیٹ پر تھا جبکہ میجر ہاتھ میں ریوالور لئے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ البتہ اس نے اپنا رخ پیچھے کی طرف ہی کیا ہوا تھا۔ عمران نے کار کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے پر ایسا اطمینان تھا جیسے وہ دوستوں کے ساتھ کسی تفریحی سفر پر جا رہا ہو۔

کار مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی تیزی سے شہر کے مضافات میں سے ہوتے ایک چھوٹے سے ہوائی اڈے پر پہنچ گئی۔

یہاں ایک کافی بڑا ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ تھوڑی دیر میں عمران اور جوزف کو اس ہیلی کاپٹر پر منتقل کر دیا گیا۔ میجر، السن اور راجر ان کے ہمراہ ہی ہیلی میں سوار ہو گئے جب کہ باقی سپاہی واپس چلے گئے۔

میجر کے کہنے پر پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کا انجن سٹارٹ کیا اور چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور جولیا کو پولیس کار میں سفر کرتے ہوئے تقریباً پانچ گھنٹے گزر گئے تھے۔ ایک پولیس کار ان سے آگے جا رہی تھی جبکہ دو پولیس کاریں ان کے پیچھے تھیں۔ ان کی کار میں ڈرائیور کے علاوہ چار مسلح سپاہی موجود تھے۔ ان چاروں کے پاس ریوالور تھے۔

حالانکہ ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ مگر سفر کے دوران سپاہی اتنے چوکنے رہے تھے کہ انہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی ریوالور نیچے نہ کئے تھے۔

"ابھی کتنی دور ہے ــــــ میری تو بیٹھے بیٹھے ٹانگیں اکڑ گئی ہیں" ــــــ اچانک صفدر نے قریب بیٹھے سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"بس ایک گھنٹے کا سفر باقی رہ گیا ہے" ــــــ سپاہی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم ہیڈ کوارٹر جانے سے پہلے کسی کیفے میں بیٹھ کر ناشتہ کر لیں ــــــ منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہو جائیں" ــــــ صفدر نے کہا۔

"خاموش بیٹھے رہو ــــــ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں" ــــــ سپاہی نے

نے اس بار ڈانٹ کر کہا۔

اسی لمحے ڈرائیور نے گاڑی ایک پٹرول پمپ کی طرف موڑ دی۔ پولیس کی تمام کاریں پٹرول پمپ پر رک گئیں۔

اور پھر ایک سپاہی کے کہنے پر پمپ بوائے نے گاڑیوں میں پٹرول بھرنا شروع کر دیا۔

"اچھا پانی تو پلا دو" ۔۔۔ صفدر نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا اور سپاہی سر ہلاتے ہوئے نیچے اتر گیا۔

ڈرائیور بھی گاڑی سے نیچے اتر گیا تھا جبکہ باقی تین سپاہی کار میں ہی بیٹھے رہے تھے۔ ان میں سے ایک اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا اور دو صفدر، جولیا اور کیپٹن شکیل کی پشت پر تھے۔

"میرا خیال ہے ۔۔۔ ہمیں مجرموں کی طرح ہیڈ کوارٹر نہیں پہنچنا چاہیے" صفدر نے کراس ورڈز میں قریب بیٹھے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہم تو تمہاری وجہ سے خاموش ہیں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ۔۔۔ یہاں سے نکلتے ہی آپریشن شروع ہو جانا چاہیے" صفدر نے کہا۔

"تم کونسی زبان میں باتیں کر رہے ہو ۔۔۔ خاموش رہو" ۔۔۔ پیچھے بیٹھے ہوئے ایک سپاہی نے سخت لہجے میں کہا۔

اسی لمحے سپاہی جگ اور گلاس لے کر آ گیا۔ اس نے گلاس میں پانی ڈال کر خود ہی گلاس صفدر کے منہ سے لگا دیا۔ پھر اسی طرح اس نے جولیا اور کیپٹن شکیل کو بھی پانی پلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد قافلہ دوبارہ سفر پر روانہ ہو گیا۔

پٹرول پمپ سے تقریباً دو میل آگے بڑھنے کے بعد اچانک گاڑی کو جھٹکے لگنے لگ گئے۔

"کیا ہوا ۔۔۔؟" قریب بیٹھے سپاہی نے ڈرائیور سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"شاید پلگوں میں کچرا پھنس گیا ہے ۔۔۔ صاف کرنا پڑے گا" ۔۔۔ ڈرائیور نے جواب دیا اور پھر گاڑی اس نے سڑک کے کنارے روک دی۔ پیچھے سے آنے والی گاڑیاں بھی رک گئیں اور ان سے آگے جانے والی گاڑی بھی مڑ کر ان کی طرف واپس آنے لگی۔

"کیا ہوا ۔۔۔؟" پچھلی گاڑیوں سے سپاہیوں نے باہر نکل کر آتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں ۔۔۔ پلگوں میں کچرا آ گیا ہے ۔۔۔ صاف کرنا پڑے گا" ۔۔۔ ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر بونٹ اٹھا لیا۔

تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے سپاہی بھی ٹانگیں سیدھی کرنے کے لئے نیچے اتر گئے۔ اور پھر کار میں وہ اکیلے رہ گئے۔ مگر ظاہر ہے باہر مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ موجود تھا۔

کیپٹن شکیل نے صفدر کی طرف دیکھا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ صفدر نے پھرتی سے اپنے دونوں بندھے ہوئے ہاتھ سر کے اوپر سے گھماتے ہوئے سامنے کر لئے۔

کیپٹن شکیل اور جولیا نے بھی ایسا ہی کیا اور پھر صفدر نے جسم کو آگے کی طرف جھکایا اور ڈیش بورڈ میں پڑا ہوا ریوالور اٹھا لیا۔ سپاہی اسے باہر نکلتے ہوئے ڈیش بورڈ میں رکھ گیا تھا۔ ریوالور کی نال پر سائیلنسر چڑھا ہوا تھا۔

صفدر نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور سنبھالا اور پھر اس کی نال کیپٹن شکیل کی ہتھکڑیوں کے جوڑ پر ٹکا کر اس نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک ہلکی سی چٹخ کی آواز نکلی اور کیپٹن شکیل کی ہتھکڑیاں ٹوٹتی چلی گئی۔ گولی نے جوڑ کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ گولی ہتھکڑی کو توڑ کر سیٹ کے فوم میں گھس گئی تھی۔

کیپٹن شکیل نے پھرتی سے ہاتھ ہتھکڑی سے آزاد کرائے اور صفدر کے ہاتھوں سے ریوالور لے لیا۔

دوسرے لمحے ایک اور چیخ کی آواز ابھری اور صفدر کے ہاتھ بھی آزاد ہو گئے۔

"کیا ہو رہا ہے" — ایک سپاہی نے کھڑکی کے قریب آتے ہوئے پوچھا۔ اس نے شاید آواز سن لی تھی۔

"کچھ نہیں بھائی — ہیڈ کوارٹر کا انتظار کر رہے ہیں" — صفدر نے مسکین سے لہجے میں جواب دیا۔ اور سپاہی ہنستا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

کیپٹن شکیل نے جولیا کے ہاتھ بھی اسی انداز میں آزاد کرا لئے اور پھر اس نے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔

"کم از کم بیس سپاہی باہر ہوں گے — اور ریوالور میں شاید چار پانچ گولیاں ہوں گی" — کیپٹن شکیل نے کہا۔

"فکر نہ کرو — چلتی گاڑی میں آسانی رہے گی — پانچ آدمی ٹھکانے لگانے پڑیں گے" — صفدر نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا۔ انہوں نے اپنے بازو دوبارہ پہلے والے انداز میں کر لئے تھے۔

چند لمحوں بعد پردہ گرا دیا گیا اور سپاہی واپس کار میں سوار ہو گئے۔

اس بار ڈرائیور نے کار سٹارٹ کی تو کار ایک جھٹکے سے چل پڑی۔

"ارے میرا ریوالور" — چند لمحوں بعد ساتھ بیٹھے ہوئے سپاہی نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا۔ کیپٹن شکیل، صفدر اور جولیا یک وقت بجلی کی سی تیزی سے مڑے اور دوسرے لمحے پیچھے بیٹھے ہوئے سپاہیوں کے ریوالور ان کے ہاتھوں میں تھے۔

سپاہی تو ایک لمحے کے لئے بت سے بیٹھے رہ گئے۔ کیونکہ یہ ان کے تصور میں بھی نہ تھا کہ وہ پیچھے بیٹھے ہتھکڑیوں سے اپنے ہاتھ آزاد کرالیں گے۔

اور اسی حیرت کے لمحے سے انہوں نے فائدہ اٹھایا۔

صفدر نے ریوالور کا رخ ان تینوں کی طرف کیا جبکہ جولیا نے ریوالور سامنے والے سپاہی کی گردن سے لگا دیا۔ اور کیپٹن شکیل کا ریوالور ڈرائیور کی طرف اٹھ گیا۔

"آرام سے گاڑی چلاتے رہو — ورنہ ڈھیر کر دوں گا" — کیپٹن شکیل نے سرد لہجے میں کہا۔

اسی لمحے کیپٹن شکیل نے جیب سے سائیلنسر لگا ریوالور نکالا اور صفدر کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

دوسرے لمحے ریوالور سے چٹ چٹ کی آوازیں ابھریں اور پیچھے بیٹھے ہوئے تینوں سپاہی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ گولیاں ٹھیک ان کے دلوں پر پڑی تھیں اس لئے وہ چیخ بھی نہ سکے۔

اور پھر صفدر نے تیزی سے مڑ کر ڈرائیور کے قریب بیٹھے سپاہی کا بھی یہی حشر کیا اور اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا۔

ڈرائیور کے ہاتھ لرزنے لگے اور پھر اس کا ہاتھ تیزی سے سائرن
بٹن کی طرف بڑھنے لگا۔

مگر کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے اسے زور سے دھکا دیا اور ڈرائیور
ساتھ بیٹھے ہوئے سپاہی پر پہلو کے بل جا گرا۔ کیپٹن شکیل نے اچھل کر
سٹیرنگ پکڑ لیا۔ جب کہ صفدر نے گردن سے پکڑ کر ڈرائیور کو پیچھے گھسیٹ لیا۔
ایکسیلیٹر سے پیر ہٹتے ہی گاڑی کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ مگر کیپٹن شکیل
بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور پھر وہ سیٹ پر سے پھسلتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ
پر پہنچ گیا۔ اور اس نے گاڑی کو سنبھال لیا۔

صفدر نے اسی اثنا میں ڈرائیور کا خاتمہ کر دیا تھا۔

"آرام سے گاڑی بڑھاتے چلو ۔۔۔ تل ابیب پہنچ کر کچھ کریں گے" ۔۔۔
صفدر نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل نے سر
ہلا دیا۔

"لیکن شہر میں جا کر ہم پھنس جائیں گے" ۔۔۔ جولیا نے کہا۔

"ایسی بات نہیں ۔۔۔ ہم اچانک کار کسی سڑک پر موڑ دیں گے ۔۔۔ اور
پھر جب تک یہ لوگ سنبھلیں گے ہم کار سے اتر کر نکل جائیں گے" ۔۔۔ صفدر
نے جواب دیا۔

اور جولیا نے سر ہلا دیا۔

اور پھر تقریباً پچاس ساٹھ منٹ بعد تل ابیب شہر کی آبادی شروع ہو گئی
ابھی چونکہ سورج طلوع نہیں ہوا تھا اس لئے سڑکیں زیادہ تر سنسان
پڑی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ اب نکل چلیں" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور اس کے ساتھ

ہی اس نے پوری قوت سے ایک ذیلی سڑک پر گاڑی موڑ دی۔
پیچھے آنے والی تیز رفتار کاریں رکتے رکتے بھی آگے بڑھ گئیں۔
کیپٹن شکیل نے انتہائی پھرتی سے کار سڑک پر موڑی اور پھر اس نے تیزی
سے اسے ایک تنگ سی گلی میں موڑ کر ایک جھٹکے سے بریک لگا دی۔

"چلو" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا اور
صفدر اور جولیا تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ وہ بھی اچھل کر کار سے باہر آ گئے۔
پھر وہ آگے پیچھے دوڑتے ہوئے گلی میں سے ہو کر بڑی شاہراہ پر آ گئے اور پھر
یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ بالکل سامنے ہی انہیں ہوٹل الغرب کا بورڈ نظر آ گیا۔

"آؤ" ۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور وہ تینوں بھاگتے ہوئے سڑک کراس
کر کے ہوٹل الغرب کے دروازے میں داخل ہو گئے۔

ہال بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان کاؤنٹر کا سامان ٹھیک
کر رہا تھا۔

"ہمیں مسٹر واڈر سے ملنا ہے ۔۔۔ فوراً انہیں پرنس آف ڈھمپ کا حوالہ دو"
صفدر نے تیز لہجے میں کاؤنٹر مین سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ اچھا" ۔۔۔ کاؤنٹر مین نے چونکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی
وہ تیزی سے کاؤنٹر سے باہر آ گیا۔

"میرے پیچھے آ جائیے" ۔۔۔ اس نے تیز لہجے میں کہا اور پھر تیزی سے ایک
راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

راہداری کے آخری سرے پر ایک دروازہ تھا۔ اس نے دروازے پر مخصوص انداز
میں دستک دی اور پھر اسے کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ وہ تینوں بھی اس کے پیچھے
تھے۔ کمرے میں بستر پر ایک نوجوان لیٹا ہوا تھا۔

"کیا بات ہے" ۔۔۔ داؤد نے چونک کر کاؤنٹر مین اور ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ چہرے پر درشتی کے آثار ابھر آئے تھے۔

"پرنس آف ڈھمپ نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے ۔۔۔ جی۔پی۔فائیو ہمارے پیچھے لگی ہوئی ہے" ۔۔۔ صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس آف ڈھمپ ۔۔۔ وہ خود کہاں ہیں" ۔۔۔ داؤد پرنس آف ڈھمپ کے الفاظ سنتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر شدید اشتیاق کے آثار ابھر آئے تھے۔

"وہ بعد میں پہنچیں گے" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

"تم جاؤ نالو کاؤنٹر سنبھالو ۔۔۔ اور دیکھو! ۔۔۔ انتہائی محتاط رہنا" داؤد نے کاؤنٹر مین سے مخاطب ہو کر کہا اور کاؤنٹر مین سر ہلاتے ہوئے تیزی سے واپس چلا گیا۔

"آپ لوگ تشریف رکھیں ۔۔۔ بہت تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں" ۔۔۔ داؤد نے بڑے اپنائیت بھرے لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی۔پی۔فائیو ہمارے تعاقب میں ہے" ۔۔۔ صفدر نے قدرے پریشان لہجے میں کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ کیا انہوں نے آپ کو ہوٹل میں آتے دیکھا ہے" ۔۔۔ داؤد نے چونک کر پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں الجھنیں تیرنے لگی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ انہوں نے نہیں دیکھا ۔۔۔ بہرحال اتنا ہمیں معلوم ہے کہ وہ بڑے پیمانے پر ہمیں تلاش کر رہے ہیں" ۔۔۔ صفدر نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ داؤد کچھ کہتا۔ پلنگ کے قریب پڑی میز پر موجود انٹرکام سے نالو کاؤنٹر مین کی آواز ابھری۔

"ہاں! ۔۔۔ جی۔پی۔فائیو اور پولیس کی بہت بڑی تعداد سڑک پر نظر آ رہی ہے ۔۔۔ وہ تلاشی لے رہے ہیں"

"اوہ! ۔۔۔ ٹھیک ہے ۔۔۔ تم محتاط رہو" ۔۔۔ داؤد نے تیز لہجے میں کہا۔

"آیئے میرے ساتھ ۔۔۔ میں آپ کو محفوظ جگہ بھیجنے کا انتظام کرتا ہوں" داؤد نے صفدر وغیرہ سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ تینوں بھی اس کے پیچھے باہر آ گئے۔

راہداری میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا داؤد دوسرے کونے میں بنے ہوئے ایک دروازے پر آیا اور پھر اس نے دروازے کو دھکیل کر کھول دیا۔ اور انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ تینوں داؤد کے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئے۔ مگر یہ کمرہ کی بجائے ایک اور راہداری تھی۔ راہداری کراس کر کے وہ ہوٹل کی پچھلی سمت ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ یہاں ہر طرف میلے کپڑوں کے گٹھڑ بکھرے ہوئے تھے جنہیں دو آدمی بڑے بڑے بوروں میں بھر رہے تھے۔

"ساگول! ۔۔۔" داؤد نے اندر پہنچتے ہی ایک آدمی سے جو وہاں کام کر رہا تھا مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس" ۔۔۔ ایک قوی ہیکل نوجوان نے ہاتھ روکتے ہوئے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"دیکھو! ۔۔۔ ان مہمانوں کو ہیرو پوائنٹ پر منتقل کرنا ہے ۔۔۔ جی۔پی۔فائیو اور پولیس یہاں تھوڑی دیر بعد ہوٹل کی تلاشی لے گی" ۔۔۔ داؤد نے کہا۔

"او کے باس! ۔۔۔ ابھی لانڈری کا ٹرک آنے والا ہے ۔۔۔ میں انہیں میلے کپڑوں کے ساتھ بوروں میں بند کر دیتا ہوں" ۔۔۔ ساگول نے جواب دیا

"ٹھیک ہے — جلدی کرو" —— داؤد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آئیے جناب" —— ساگول نے صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ایسا نہ ہو کہ وہ بوروں کی تلاشی لیں اور ہم چوہوں کی طرح پکڑے جائیں" صفدر نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ بے فکر رہیں" — داؤد نے کہا۔

اور پھر صفدر آگے بڑھا۔ ساگول نے بڑی پھرتی سے ایک بڑے بورے میں میلے کپڑوں کا ایک گٹھڑ ڈالا اور پھر صفدر بورے میں داخل ہو گیا۔ ساگول نے ایک اور گٹھڑ اٹھا کر صفدر کے اوپر ڈالا اور پھر بورے کا منہ ڈورے سے بند کر کے باندھ دیا۔

"کہیں ہمارا دم نہ گھٹ جائے" —— کیپٹن شکیل نے پہلی بار کہا۔

"نہیں — ٹرک میں لاد کر ساگول بوروں کا منہ کھول دیگا — اور اس وقت تک کے لئے بوروں میں کافی ہوا موجود ہے" —— داؤد نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر کیپٹن شکیل دوسرے بورے میں اور تیسرے بورے میں جولیا کو باندھ دیا گیا۔

"انتہائی ہوشیاری سے کام ہونا چاہیئے" —— داؤد نے کہا اور ساگول نے سر ہلا دیا۔

"اچھا — میں چلتا ہوں" —— داؤد نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر واپس راہداری میں دوڑتا چلا گیا۔

ہیلی کاپٹر خاصی تیز رفتاری سے فضا میں اڑتا چلا جا رہا تھا۔ پائلٹ کی سیٹ کے ساتھ میجر الفنسی بیٹھا ہوا تھا جبکہ اس کے پیچھے عمران اور جوزف کو بٹھایا گیا تھا اور ان دونوں کے پیچھے راجر موجود تھا۔ میجر الفنسی نے اپنا رخ پیچھے کی طرف کیا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا جبکہ راجر ان دونوں کے پیچھے ریوالور لئے ہوئے بڑے چوکنے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

ہیلی کاپٹر جنگی قسم کا تھا کیونکہ اس کی سائیڈوں کا بیشتر حصہ کھلا ہوا تھا۔

"ابھی اور کتنی دور ہے" —— ؟ عمران نے سامنے بیٹھے ہوئے میجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"خاموش رہو — ورنہ گولی مار دوں گا" —— میجر نے غصے سے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"بھئی اتنا غصہ آخر کس بات پر دکھا رہے ہو —— ؟ میں نے کوئی تمہاری بیوی اغوا کر لی ہے" —— عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ! — تم خاموش رہو —— میں کہتا ہوں خاموش رہو" —— میجر نے جھلائے ہوئے کہا۔ اس کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ عمران کو یہیں ڈھیر

کر دے گا۔

"جوزف! ۔۔۔ تیار ہو جاؤ ۔۔۔ میں سامنے بیٹھے ہوئے میجر کو اٹھا کر پھینکوں گا ۔۔۔ اور تم پیچھے بیٹھے ہوئے راجر کو" ۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں قریب بیٹھے جوزف سے اردو میں مخاطب ہو کر کہا۔

"شٹ اپ! ۔۔۔ یہ تم کونسی زبان میں بات کر رہے ہو" ۔۔۔ پیچھے بیٹھے راجر نے اچانک ریوالور کی نال عمران کی پشت میں گھسیڑتے ہوئے کہا۔

"تم خود شٹ اپ" ۔۔۔ اچانک جوزف غصے سے دھاڑتا ہوا اپنی سیٹ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس نے رخ پیچھے کی طرف کر لیا تھا۔

"بیٹھ جاؤ ۔۔۔ میں کہتا ہوں" ۔۔۔ میجر الفنس نے دھاڑتے ہوئے، وہ اضطراری طور پر سیٹ پر کھڑا ہو گیا تھا۔

اور پھر عمران نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور اس نے اچھل کر پوری قوت سے میجر کی پسلیوں میں ٹکر ماری۔ میجر چونکہ پہلے ہی سیٹ پر کھڑا ہوا تھا اس لئے اچانک لگنے والے شدید دھکے سے سنبھل نہ سکا اور اچھل کر ہیلی کی کھلی کھڑکی سے باہر فضا میں جا گرا۔

اسی لمحے جوزف نے پیچھے بیٹھے ہوئے راجر پر چھلانگ لگا دی۔ راجر نے بڑی پھرتی سے گولی چلانے کی کوشش کی مگر جوزف توپ سے نکلے ہوئے گولے کی طرح اس سے جا ٹکرایا اور راجر کو رگیدتا ہوا پیچھے جا گرا۔ ہیلی کاپٹر بُرا ڈول گیا۔

عمران میجر کو نیچے اچھال کر ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی طرف مڑا جو ابھی تک سچویشن سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے دونوں ہاتھ سر کے اوپر سے موڑ کر آگے کئے اور بندھے ہوئے ہاتھوں سمیت پائلٹ کی گردن کر

"خبردار! ۔۔۔ خاموشی سے ہیلی کاپٹر چلاؤ ۔۔۔ ورنہ تمہاری گردن توڑ دوں گا" عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

ادھر جوزف راجر کو نیچے پھینک کر پھرتی سے اٹھا اور پھر اس نے بھی دونوں ہاتھ سر سے اوپر لے جا کر گھماتے ہوئے سامنے کئے اور پھر اس کا دو ہتھڑ پوری تیزی سے گھومتے ہوئے راجر کے سر پر پوری قوت سے پڑا۔ راجر کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ فرش پر تڑپنے لگا۔ جوزف نے پوری طاقت سے اس کی پسلیوں پر لات ماری اور راجر اچھل کر سائیڈ کے سوراخ میں سے ہوتا ہوا نیچے جا گرا۔ راجر نے اضطراری طور پر ہیلی کاپٹر کی باڈی کو پکڑنے کی کوشش کی ۔۔۔ مگر ہیلی کاپٹر اس کے ہاتھ میں نہ آیا اور پھر فضا میں دور تک اس کی طویل چیخ ڈوبتی چلی گئی۔

"جوزف! ۔۔۔ ریوالور اٹھا کر لے آؤ" ۔۔۔ عمران نے مڑ کر جوزف سے کہا، اور جوزف ایک طرف پڑا ہوا ریوالور اٹھا کر عمران کی طرف بڑھ جا۔

"دیکھو! ۔۔۔ اگر تم شرارت نہ کرنے کا وعدہ کرو تو ہم تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے ۔۔۔ ورنہ یاد رکھو ۔۔۔ میں بھی پچیس سالہ پائلٹ رہ چکا ہوں" ۔۔۔ عمران نے پائلٹ کی گردن کو جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

"او کے ۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں" ۔۔۔ پائلٹ نے بھنچی بھنچی آواز میں جواب دیا۔

"اوکے! ۔۔۔ ہیلی کاپٹر کو اوپر لے جاؤ" ۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے دونوں بازو اوپر اٹھا لئے۔

"جوزف! ۔۔۔ ہتھکڑی کے جوڑ پر ریوالور کی نال رکھ کر ٹریگر دبا دو" ۔۔۔ عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر اس نے ہاتھ ایک طرف کر

دینے۔

جوزف نے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھام کر اس کی نال ہتھکڑی کی چوڑی پر رکھی اور پھر ٹریگر دبا دیا۔

ایک دھماکہ ہوا اور ہتھکڑی ٹوٹتی چلی گئی۔ عمران نے ایک جھٹکے سے اپنے بازو آزاد کر لیے۔

اور پھر عمران نے جوزف کے ہاتھ سے ریوالور لے لیا۔ دوسرے لمحے ایک اور دھماکہ ہوا اور جوزف کے ہاتھ بھی آزاد ہو گئے۔

"سیٹ سے اٹھ کر پیچھے آ جاؤ"۔۔۔۔ عمران نے ریوالور کی نال پائلٹ کی کنپٹی سے لگاتے ہوئے کہا۔

اور پائلٹ کھڑا ہو گیا۔

عمران نے ایک ہاتھ سے سٹیئرنگ راڈ کو پکڑ لیا اور پھر جیسے ہی پائلٹ پیچھے ہٹا۔ عمران نے پھرتی سے ریوالور جوزف کی طرف بڑھا دیا اور خود پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔۔۔۔ کیا نام ہے تمہارا"۔۔۔۔ عمران نے مڑ کر پائلٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا نام روجر ہے"۔۔۔۔ پائلٹ نے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور جوزف روجر کے پیچھے ریوالور سنبھالے بڑے چوکنے انداز میں کھڑا تھا۔

"تل ابیب کتنے فاصلے پر ہے۔۔۔۔ اور تم نے کہاں اترنا تھا"۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"صرف پچاس کلو میٹر دور ہے۔۔۔۔ اور ہم نے تل ابیب کے فوجی ہوائی اڈے پر اترنا تھا"۔۔۔۔ پائلٹ نے جواب دیا۔

"ہوں"۔۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہیلی کاپٹر کی رفتار بڑھا دی۔

دس منٹ بعد عمران نے ہیلی کاپٹر کو نیچے اتارنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ ہیلی کاپٹر نیچے آتا گیا۔

"ابھی تل ابیب بیس کلو میٹر دور ہے"۔۔۔۔ پائلٹ نے پیچھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔۔۔۔ میں تل ابیب کے فضائی راڈار پر ظاہر نہیں ہونا چاہتا"۔۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر وہ ہیلی کاپٹر کو نیچے لے آتا گیا۔ اس کی بائیں طرف ہائی وے تھی جب کہ دائیں طرف دور تک کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ ابھی سورج پوری طرح طلوع نہ ہوا تھا اور ہر طرف ہلکا سا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

عمران نے ہیلی کاپٹر ایک کھیت کے درمیان میں اتار دیا۔

"نیچے اترو"۔۔۔۔ عمران نے ہیلی کاپٹر کو بند کرتے ہوئے کہا اور پھر خود چھلانگ لگا کر نیچے اتر آیا۔

پائلٹ بھی نیچے اتر آیا۔ اس کے پیچھے جوزف بھی ریوالور سنبھالے نیچے آ گیا۔ اور اسی لمحے عمران کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور پائلٹ کی کنپٹی پر ایک ہاتھ سا چھوڑا اور پائلٹ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے جوزف کے ہاتھ سے ریوالور سنبھالا اور پھر اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ دونوں تیزی سے بھاگتے ہوئے ہائی وے کی طرف دوڑے۔ اور پھر ابھی وہ ہائی وے پر پہنچے ہی تھے کہ انہیں دور سے ایک مسافر بس اپنی طرف آتی

دکھائی دی۔

عمران نے اُسے رکنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ اور بس ان کے قریب آکر رک گئی۔ عمران اور جوزف پھرتی سے بس میں سوار ہو گئے اور بس تیزی سے آگے بڑھ گئی۔



"ارے یہ کیا ہوا ——— یہ کار ادھر کیوں مڑ گئی" ——— ؟ پولیس کار میں بیٹھے سارجنٹ نے چونک کر بیک مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے صفدر وغیرہ کی کار کے پیچھے آنے والی دونوں پولیس کاریں بھی تیزی سے ان کے قریب آکر رک گئیں۔

"موڑو ——— جلدی موڑو ——— مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے" ——— سارجنٹ نے چیخ کر ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے تیزی سے کار موڑ دی۔ پیچھے آنے والی کاریں بھی تیزی سے ان کے پیچھے مڑیں اور پھر وہ اس سڑک پر آ گئے جہاں صفدر وغیرہ کی کار کھڑی تھی۔

"روکو روکو ——— کار گلی میں موجود ہے" ——— سارجنٹ نے چیخ کر کہا اور ڈرائیور نے گھبرا کر فل بریک لگا دیئے۔ پیچھے آنے والی گاڑیوں کے ٹائر بھی

چیختے ہوئے ان کے قریب رک گئے۔

سارجنٹ کار رکتے ہی اچھل کر نیچے آیا اور پھر ریوالور سنبھالے تیزی سے اس گلی میں دوڑتا چلا گیا جہاں پولیس کار موجود تھی۔ کاروں میں موجود دوسرے سپاہی بھی اتر کر اس کے پیچھے دوڑتے چلے گئے۔

اور دوسرے لمحے ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ کیونکہ مجرم غائب تھے اور کار میں سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

"یہ کیسے ہو گیا ——— مجرموں کو تو ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں" ——— ؟ سارجنٹ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صاحب ——— مجرم انتہائی خطرناک ہیں ——— نجانے کس طرح انہوں نے یہ چکر چلا دیا ہے جو بظاہر ناممکن ہے ——— مگر اب کیا کیا جائے" ——— ایک اور سپاہی نے کہا۔

"ہمیں فوراً شہر کی ناکہ بندی کروانی چاہئے ——— مجرم دور نہیں جا سکتے" ——— سارجنٹ نے جیسے ہوش میں آتے ہوئے کہا اور پھر وہ واپس اپنی کار کی طرف دوڑا۔ اس نے وائرلیس آن کیا۔

"ہیلو ہیلو ——— سارجنٹ ابو القاسم سپیکنگ"۔

"یس ——— آپریشن سنٹر انچارج سپیکنگ" ——— دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"تین خطرناک مجرم ہماری حراست سے فرار ہو گئے ہیں ——— ان میں ایک عورت اور دو مرد ہیں ——— ہم اس وقت تیسری شاہراہ پر موجود ہیں۔ مجرم ابھی ابھی فرار ہوئے ہیں ——— شہر کی مکمل ناکہ بندی کر لیں" ——— سارجنٹ ابو القاسم نے چیختے ہوئے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ کیا یہ وہی مجرم ہیں جو جی۔ پی۔ فائیو کے ہیڈ کوارٹر سے بھاگ رہے تھے" ۔۔۔ دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا گیا۔

"ہاں! ۔۔۔ وہی مجرم ہیں ۔۔۔ انتہائی خطرناک ۔۔۔ انہوں نے پانچ سپاہی ہلاک کر دیئے ہیں" ۔۔۔ سارجنٹ بوتھم نے چیخ کر جواب دیا۔

"اوہ! ۔۔۔ میں ابھی آرڈر کرتا ہوں" ۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

سارجنٹ بوتھم نے تیسری بار سے کرنل ڈیوڈ سے رابطہ قائم کیا۔

"ہیلو ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ سپیکنگ" ۔۔۔ دوسری طرف سے کرنل ڈیوڈ کی آواز سنائی دی۔

"سارجنٹ بوتھم سپیکنگ سر" ۔۔۔ سارجنٹ بوتھم نے قدرے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ سارجنٹ! ۔۔۔ تم مجرموں کو لے کر ابھی تک ہیڈ کوارٹر نہیں پہنچے" کرنل ڈیوڈ نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"جناب! ۔۔۔ مجرم فرار ہو گئے ہیں ۔۔۔ انہوں نے ایک پولیس کار کے پانچ سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور تیسویں شاہراہ پر اتر کر غائب ہو گئے ہیں" سارجنٹ بوتھم نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا ۔۔۔ مجرم فرار ہو گئے ہیں ۔۔۔ کیا تمہارا دماغ درست ہے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے حلق کے بل دھاڑتے ہوئے کہا۔

"جناب! ۔۔۔ ہم نے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال رکھی تھیں ۔ مجرموں کی کار سے آگے میری کار تھی ۔۔۔ اور ان کے پیچھے دو پولیس کاریں تھیں ۔۔۔ تقریباً ایک سو پچاس کلو میٹر دور ہم نے کار شمال روکی تو

اندر چیک کیا گیا ۔۔۔ وہ موجود تھے ۔ پھر ہم چل پڑے ۔۔۔ تیسویں شاہراہ کے قریب اچانک مجرموں والی کار شاہراہ کی طرف مڑ گئی ۔ ہم ان کے اس طرح روٹ بدلنے پر حیران رہ گئے ۔۔۔ بہرحال ہم ان کے پیچھے گئے تو شاہراہ کی چوتھی گلی میں کار موجود تھی مگر کار میں موجود پانچوں سپاہی ہلاک ہو چکے تھے ۔۔۔ مجرموں کی ہتھکڑیاں ٹوٹی پڑی تھیں ۔۔۔ اور مجرم غائب تھے" سارجنٹ بوتھم نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

"ناممکن ۔۔۔ بالکل ناممکن ۔۔۔ پانچ مسلح سپاہیوں کو ہلاک کر دینا ۔۔۔ کار پر قبضہ کرنا ۔۔۔ ہتھکڑیاں توڑ دینا اور غائب ہو جانا ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ کی آواز یوں محسوس ہو رہی تھی جیسے وہ نیند کے خمار میں بول رہا ہو۔

"اسی بات پر تو ہم حیران ہیں ۔۔۔ سٹی آپریشن انچارج کو میں نے مطلع کر دیا ہے ۔۔۔ وہ شہر کی ناکہ بندی کر رہے ہیں" ۔۔۔ سارجنٹ بوتھم نے کہا۔

"ہوں! ۔۔۔ یہ مجرم ہماری توقع سے کچھ زیادہ ہی خطرناک ہیں ۔۔۔ اچھا تم وہیں پھیل جاؤ اور ہر آدمی کی نگرانی کرو ۔۔۔ میں خود وہیں آ رہا ہوں ۔۔۔ ہمیں اگر ایک ایک مکان کی تلاشی لینی پڑی تو ہم لیں گے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

سارجنٹ نے ایک دکھاوا ہی تھا کہ پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں ۔ اور پھر تو جیسے پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کی گاڑیوں کا تانتا بندھ گیا۔

تیسویں شاہراہ اور اس کے اردگرد کے تمام علاقے کا محاصرہ کر لیا گیا چپے چپے پر پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کے آدمی پھیلتے چلے گئے۔

اور پھر چند لمحوں بعد سُرخ رنگ کی کار میں کرنل ڈیوڈ بھی وہاں پہنچ گیا۔ جی۔ پی۔ نائن کے تین سیکنڈ چیف بھی اس کے ہمراہ تھے۔

"مجرموں کا پتہ چلا" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے سارجنٹ جوقم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"نہیں جناب" ـــــ سارجنٹ نے جواب دیا۔

"سر! ـــــ میرا خیال ہے کہ مجرموں نے فوری طور پر کسی ہوٹل میں پناہ لی ہوگی اور تیسویں شاہراہ پر ہوٹلوں کا ایک ہی ہوٹل ہے "الغرب" مرتیں" ـــــ ایک سیکنڈ چیف نے کرنل ڈیوڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور اسی لمحے ایک سپاہی ایک آدمی کو لئے وہاں آ گیا۔

"جناب! ـــــ اس آدمی نے ایک عورت اور دو آدمیوں کو اس گلی سے نکل کر ہوٹل الغرب میں جاتے دیکھا ہے" ـــــــ سپاہی نے کہا۔

"اوہ" ـــــ سب کی نظریں اس آدمی پر جم گئیں۔

"جناب! ـــــ میں دودھ سپلائی کرتا ہوں ـــــ میں سامنے والی بلڈنگ سے آ رہا تھا کہ میں نے اس گلی میں سے ایک عورت اور دو آدمیوں کو تیزی سے سڑک پار کر کے ہوٹل الغرب میں داخل ہوتے دیکھا ہے" ـــــــ اس آدمی نے جواب دیا۔

"ہوٹل کا محاصرہ کر لو ـــــ مکمل محاصرہ" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا اور سپاہی تیزی سے ہوٹل کی طرف دوڑتے چلے گئے۔

"میرے ساتھ آؤ" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے اپنے ساتھیوں اور سارجنٹ جوقم سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑتے ہوئے ہوٹل الغرب کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

چند لمحوں بعد وہ سب ہوٹل الغرب میں داخل ہو گئے۔

کاؤنٹر پر ناٹو بوتلیں صاف کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے چونک کر کرنل ڈیوڈ اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"مسٹر ناٹو! چیف آف جی۔ پی۔ فائیو" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے آگے بڑھ کر تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"جی ـــ جی ـــ جی ـــ فرمائیے" ـــــــ ناٹو کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہو گئے۔

"تین مجرم ابھی ابھی اس ہوٹل میں داخل ہوئے ہیں ـــــ وہ کہاں ہیں ـــــ؟" کرنل ڈیوڈ نے ایک جھٹکے سے ناٹو کا گریبان پکڑتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"م ـــ مجرم ـــ جی ـــ جناب! ـــــ میں تو چار گھنٹوں سے یہاں موجود ہوں ـــــ یہاں کوئی آدمی نہیں آیا جناب" ـــــــ ناٹو نے انتہائی خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"کتے کے بچے! ـــــ جھوٹ بولتے ہو ـــــ ہمارے آدمیوں نے انہیں خود یہاں آتے دیکھا ہے" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے ایک زوردار تھپڑ اس کے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"جناب! ـــــ میں سچ کہہ رہا ہوں جناب" ـــــــ ناٹو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوٹل کا مالک کہاں ہے" ـــــــ کرنل ڈیوڈ نے اس کا گریبان چھوڑتے ہوئے کہا۔

"جی جناب! — وہ اپنے کمرے میں ہیں" — نانو نے جواب دیا اور اسی لمحے راہداری کے دروازے سے داؤد اندر داخل ہوا۔

"مالک آگئے" — نانو نے داؤد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم اس ہوٹل کے مالک ہو" — کرنل ڈیوڈ نے سخت لہجے میں داؤد سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں جناب — فرمایئے" — داؤد نے بڑے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ہوٹل میں تین خطرناک مجرم داخل ہوئے ہیں" — کرنل ڈیوڈ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرے ہوٹل میں — کیوں نانو! — کوئی آیا ہے" — داؤد نے حیران ہوتے ہوئے نانو سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"نہیں جناب! — میں چار گھنٹوں سے یہاں موجود ہوں — ابھی تک کوئی ہوٹل میں داخل نہیں ہوا" — نانو نے جواب دیا۔

"جناب! — اگر کوئی داخل ہوتا تو نانو کی نظروں سے اوجھل نہ رہتا۔ ویسے آپ پورے ہوٹل کی تلاشی لے لیں جناب" — داؤد نے بڑے عاجزانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں! — ہوٹل کی تلاشی لو — ایک ایک کمرہ — غسل خانے — راہداریاں — چھتیں — سٹور — باورچی خانہ — ہر جگہ مکمل طور پر چیک کرو" — کرنل ڈیوڈ نے سارجنٹ برقم اور دوسرے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پھر وہ سب تیزی سے ہوٹل میں پھیلتے چلے گئے۔

"دیکھو مسٹر داؤد! — یہ مجرم انتہائی خطرناک ہیں اور انہوں نے عظیم اسرائیل کو خوفناک نقصان پہنچایا ہے — اس لئے بہتر یہی ہے کہ اگر یہ لوگ یہاں آئیں تو ہمیں بتا دو — دوسری صورت میں اگر ہم نے انہیں تمہارے ہوٹل سے برآمد کر لیا تو پھر تم بھی انہی کی طرح مجرم گردانے جاؤ گے" — کرنل ڈیوڈ نے داؤد کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جناب! — آپ یقین کریں مجرم یہاں نہیں آئے — ورنہ کیا ضرورت ہے کہ انہیں پناہ دیں" — داؤد نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور اسی لمحے ایک سپاہی دوڑتا ہوا کرنل ڈیوڈ کے قریب آیا اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"جناب! — ساتھ والی گلی میں ابھی ابھی لانڈری کا ایک ٹرک آیا ہے اور ہوٹل سے میلے کپڑوں کے بورے اس میں لادے جا رہے ہیں — میں نے سوچا کہ آپ کو اطلاع کر دوں — شاید" — سپاہی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! — انہیں ضرور چیک ہونا چاہیے — ہم کوئی رسک نہیں لے سکتے" — کرنل ڈیوڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

"جناب! — یہ تو روز کا معمول ہے — ویسے آپ بے شک انہیں چیک کر لیں" — داؤد نے اسی طرح مطمئن لہجے میں کہا مگر اس کی آنکھوں میں تشویش کی ہلکی سی جھلکیاں تیرنے لگی تھیں۔

"آؤ ہمارے ساتھ آؤ" — کرنل ڈیوڈ نے کہا اور پھر وہ داؤد کی رہنمائی میں چلتے ہوئے چند لمحوں میں اس کمرے میں پہنچ گئے جس کا دروازہ عقبی گلی

میں لکھا تھا۔

دروازے کے سامنے ایک بہت بڑا ٹرک کھڑا تھا جس پر شہر کی ایک لانڈری کا نام بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا تھا۔ ٹرک کا ڈرائیور دروازے کے قریب خاموش کھڑا تھا اور کمرے میں دس بڑے بڑے بورے موجود تھے کے قریب ہی ہوٹل کے دونوں ملازم بھی موجود تھے۔ وہ سب خاموش کھڑے تھے کیونکہ پولیس نے انہیں ٹرک میں بورے لادنے سے منع کر دیا تھا۔

"یہ تمام بورے میلے کپڑوں سے بھرے ہوئے ہیں؟" ــــ کرنل ڈیوڈ نے بڑے مشکوک انداز میں بوروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں" ــــ داؤد نے مختصر سا جواب دیا۔

"ہوں! ــــ ان بوروں کے ذریعے بڑی آسانی سے مجرموں کو یہاں سے نکالا جا سکتا ہے ــــ ان بوروں کو کھولو اور تمام کپڑے باہر نکالو" کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"جناب گستاخی معاف ــــ ان تمام بوروں کو خالی کرنے اور دوبارہ بھرنے میں پانچ چھ گھنٹے لگ جائیں گے ــــ اس لئے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ ایک بورے چیک کر لیں تاکہ آپ کا اطمینان ہو جائے ــــ اور آپ کا اور ہمارا بھی وقت ضائع نہ ہو" ــــ داؤد نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں! ــــ تمہاری بات درست ہے ــــ مگر میں اپنی مرضی سے بوروں کا انتخاب کروں گا" ــــ کرنل ڈیوڈ نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے اسے یقین ہو گیا ہو کہ مجرم انہی بوروں میں ہیں۔

"بالکل جناب! ــــ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے" ــــ داؤد

جواب دیا۔ مگر اس کی آنکھوں میں الجھنوں کی جھلکیاں کچھ زیادہ ہی نمایاں ہو گئی تھیں۔

"یہ دوسرا بورا کھولو" ــــ کرنل ڈیوڈ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی سے ایک بورے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہاں موجود ملازموں نے تیزی سے بورا کھول کر اس میں سے میلے کپڑے نکالنے شروع کر دیئے۔

تقریباً دس منٹ بعد بورا خالی ہو چکا تھا۔

داؤد بڑے اطمینان سے کھڑا تھا جب کہ کرنل ڈیوڈ کے ساتھ آنے والے مسلح سپاہی بورا کھلتے وقت چوکنے ہو گئے تھے۔ پھر آخری بورے کو پھاڑا گیا۔

"ہوں! ــــ اب یہ دروازے کے پاس پڑا ہوا بورا کھولو" ــــ کرنل ڈیوڈ نے اس بار الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ شائد اس کا یقین متزلزل ہو گیا تھا۔

اور ملازم اس بورے کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو! ــــ اس طرح ہمارا بہت وقت ضائع ہوگا ــــ مارکو" ــــ کرنل ڈیوڈ نے ملازم کو روکا اور پھر قریب کھڑے سیکنڈ چیف سے مخاطب ہوا۔

"یس کرنل" ــــ مارکو نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ تیز سوئے ان بوروں میں مارے جائیں ــــ اگر مجرم ان میں چھپے ہوں گے تو پتہ چل جائیگا" ــــ کرنل ڈیوڈ نے جوشیلے لہجے میں کہا جیسے اس نے انتہائی شاندار ترکیب سوچی ہو۔

"آپ کی تجویز بے حد مناسب ہے" ــــ مارکو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

"مگر جناب! ـــ اس طرح کپڑے ضائع ہو جائیں گے ـــ اور یہ کپڑے ہمارے گاہکوں کے ہیں ـــ ہمیں کافی سے زیادہ ہرجانہ ادا کرنا پڑے گا" ـــ داؤد نے فوراً اعتراض کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں ـــ ہرجانے کا بل جی۔ پی۔ نائیکو کو بھیج دینا ـــ تم سُوا لے کر آؤ جلدی" ـــ کرنل ڈیوڈ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

اب داؤد مجبور ہو گیا۔ اس نے ایک ملازم کو باورچی خانے سے برف توڑنے والا سُوا لانے کے لئے کہا جو ملازم نے چند لمحوں کی دیر میں لا کر پیش کر دیا۔

"سارجنٹ بوتھم" ـــ کرنل ڈیوڈ نے سُوا ہاتھ میں لیتے ہوئے کمرے میں موجود سارجنٹ بوتھم سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ سُوا لو ـــ اور ان بوروں میں مار کر دیکھو" ـــ کرنل ڈیوڈ نے حکم دیا اور سارجنٹ بوتھم نے تیزی سے آگے بڑھ کر کرنل ڈیوڈ کے ہاتھ سے سُوا لے لیا اور پھر وہ تیزی سے بوروں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس نے ایک بورے کے قریب جا کر درمیان میں پوری قوت سے سُوا ہتھے تک مارا اور پھر باہر کھینچ لیا۔

داؤد کو اپنے آپ پر قابو پانے میں بڑی مشکل ہو رہی تھی کیونکہ اب صفدر اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں ملنی یقینی ہو چکی تھی۔ موت اس کی نظروں کے سامنے ناچ رہی تھی۔

ادھر سارجنٹ بوتھم تیزی سے بورے کے چاروں طرف سُوئے مار رہا تھا اور پھر اس سے مطمئن ہو کر وہ دوسرے بورے کی طرف بڑھ گیا۔

کرنل ڈیوڈ کے چہرے پر ایسا اشتیاق تھا جیسے وہ کسی بھی لمحے انسانی چیخ سننے کا منتظر ہو۔ مگر دوسرے بورے میں سُوئے مارنے کے باوجود کچھ نہ ہوا اور

سارجنٹ بوتھم تیزی سے تیسرے بورے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے میں ایک عجیب پُراسرار سی خاموشی طاری تھی۔ سارجنٹ بوتھم اپنے کام میں تیزی سے مصروف تھا۔

اور پھر کھلنے والے بورے کے سوا کمرے میں تین بورے باقی رہ گئے تھے جن پر سُوا نہیں آزمایا گیا تھا اور اب داؤد کو یقین ہو گیا تھا کہ صفدر اور اس کے ساتھی انہی تین بوروں میں ہیں۔

سارجنٹ بوتھم نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے بورے میں سُوا مارا اور داؤد نے سانس روک لیا۔ مگر دوسرے لمحے جب کوئی چیخ سنائی نہ دی تو اس کی آنکھیں حیرت سے چوڑی ہو گئیں۔

سارجنٹ بوتھم نے اس بورے پر بھی چاروں طرف سے سُوا بازی کی اور پھر دوسرے بورے کی طرف بڑھ گیا۔ یہاں بھی سُوا بازی کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور اب ایک بورا باقی رہ گیا تھا اور سارجنٹ بوتھم نے ایک طویل سانس لے کر اس پر سُوا آزمایا مگر کچھ نہ ہوا اور پھر وہ ایک طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔

"جناب! ـــ ان بوروں میں کچھ نہیں ہے ـــ ورنہ چیخ ضرور بلند ہوتی" ـــ سارجنٹ بوتھم نے کہا۔

"ہاں! ـــ واقعی ہم نے وقت ضائع کیا ہے ـــ اگر مجرم چھپے ہوتے تو کم از کم سوئے پہ خون ضرور لگا ہوا ہوتا" ـــ کرنل ڈیوڈ نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"جناب! ـــ آپ یہاں کوئی چیک پوسٹ بنا دیں تاکہ ٹرک کو راستے میں روکا جا سکے کیونکہ پہلے ہی کافی وقت ہو گیا ہے" ـــ داؤد نے کہا۔

"ہاں! ـــ ٹھیک ہے" ـــ کرنل ڈیوڈ نے جیب سے ایک سرخ رنگ

کا کارڈ نکالا اور اس پر چیک لکھ کر اپنے دستخط کر دیئے

"جناب! —— ہم نے پورا ہوٹل چھان مارا ہے —— کوئی سمگلر موجود نہیں ہے" —— اسی محکمے تلاشی لینے والوں کے انچارج نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اچھا مسٹر داؤد! —— تکلیف دہی کے لئے معذرت —— ہمیں غلط رپورٹ ملی تھی۔ —— بہرحال میں اپنے وعدے پر قائم ہوں اگر آپ کا ہرجانے کا بل بھجوا دیں" —— کرنل ڈیوڈ نے تیکھے ہوئے لہجے میں کہا اور عقبی دروازے سے باہر نکل گیا۔ اس کے ساتھی بھی ایک ایک کر کے باہر چلے گئے۔

اب کمرے میں داؤد اور اس کے دو ملازم باقی رہ گئے تھے جب کہ ڈرائیور ابھی تک باہر کھڑا تھا۔

داؤد کے چہرے پر شدید حیرت کے تاثرات تھے۔ پاس اس نے بل پکڑا ہوا تھا۔

"یہ سب کیسے ہوا" —— ؟ داؤد نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"جناب! —— میں نے پولیس کے آنے سے پہلے ہی مہمانوں کو نکال دیا۔ اس تہہ خانے میں —— مجھے یقین تھا کہ پولیس والے ان بوروں کو ضرور چیک کریں گے" —— ملازم ساگول نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں ذہانت سے چمک رہی تھیں۔

"ویری گڈ! —— تم نے کمال عقلمندی سے کام لیا ہے —— ورنہ میں بری طرح پریشان ہو گیا تھا —— ٹھیک ہے —— اب انہیں بوروں سے دوبارہ نکالو اور زیر زمین راستے سے پہنچا دو" —— داؤد نے ایک طویل سانس

ہوئے کہا اور پاس ساگول کی طرف بڑھا دیا۔

"جناب" —— ساگول نے کہا۔

"مسٹر ڈرائیور! —— تم یہاں کھڑے کھڑے تھک گئے ہو گے —— پولیس والوں نے تو خواہ مخواہ پریشان کر دیا ہے —— جب تک یہ بورے بھیجے جائیں تم میرے ساتھ آؤ —— میں تمہیں کافی پلواتا ہوں" —— داؤد نے باہر کھڑے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اوہ جناب! —— بہت بہت شکریہ" —— کافی کا سن کر ڈرائیور کی آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ کمرے میں آ گیا۔ اور داؤد اسے اپنے ہمراہ لے کر واپس ہال میں آ گیا۔

"ناگو! —— انہیں کافی کا پیالہ دو —— اسپیشل! —— اچھی سی بنا کر دینا" —— داؤد نے ناگو نامی ایک موجود ملازم سے مسکراتے ہوئے کہا اور ناگو نے بھی مسکرا کر سر ہلا دیا۔

ڈرائیور جھجک کر سٹول پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ناگو نے کافی کا بڑا سا پیالہ ڈرائیور کے سامنے رکھ دیا اور وہ اسے مزے لے لے کر پینے لگا۔ یہ اس کی زندگی میں پہلا موقع تھا کہ اتنے بڑے ہوٹل کا مالک اسے مفت کافی پلا رہا تھا اور وہ ایسا شاندار موقع بھلا کیسے گنوا سکتا تھا۔

پھر جیسے ہی ڈرائیور نے پیالہ خالی کیا۔ ناگو نے ایک بار پھر پیالہ بھر دیا۔

"دل کھول کر پیو دوست! —— ہمارا مالک کبھی کبھی ہی موڈ میں آتا ہے" —— ناگو نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈرائیور کی خوشی سے باچھیں کھل اٹھیں۔

"اوہ! —— بہت بہت شکریہ! —— آج صبح کا آغاز بڑے دلکش انداز

یک بور ہا ہے" ——— ڈرائیور نے ہنستے ہوئے کہا اور ناگو بھی ہنس پڑا۔ تھوڑی دیر بعد جب ڈرائیور نے دوسرا پیالا ختم کیا تو آدمی لیے ساگول ہوٹل میں داخل ہوا۔

"آیئے جناب! ——— ہم نے بورے ٹرک میں لاد دیئے ہیں" ——— ساگول نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے لیک بار ناگو کا شکریہ ادا کیا اور پھر ساگول کے ساتھ بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد ڈرائیور ساگول کے ساتھ عقبی گلی میں پہنچ گیا۔ جہاں ٹرک کھڑا تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جب کہ ساگول اس کے قریب والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ٹرک تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

جب وہ بڑی شاہراہ پر پہنچے تو انہیں ہر طرف پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کے آدمی نظر آئے۔ ہر سواری کو جگہ جگہ روک کر چیک کیا جا رہا تھا۔ ان کے ٹرک کو بھی روکا گیا۔ لیکن کرنل ڈیوڈ کا جعلی پاس دیکھ کر وہ اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کر دیتے۔

مختلف شاہراہوں سے گزرنے کے بعد جیسے ہی ٹرک ایک مضافاتی کالونی کے درمیان سے گزرنے لگا۔ اچانک ساگول نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یار! ——— میرا ایک کام کرو گے ——— سامنے والی کوٹھی میں میرا ایک دوست رہتا ہے۔ اس سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں ——— تم صرف پانچ منٹ کے لئے ٹرک اندر لے چلو ——— میں اس سے بات کر لوں پھر واپس چلے چلیں گے" ——— ساگول نے جیب سے ایک چھوٹا سا نوٹ نکال کر ڈرائیور کے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ——— اس کی کیا ضرورت تھی ——— بہرحال مجھے کیا اعتراض ہو سکتا

ہے" ——— ڈرائیور نے نوٹ جھپٹتے ہوئے کہا اور اس نے بڑی تیزی سے جیب میں ڈال لیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرک کو کوٹھی کے گیٹ کی طرف موڑ دیا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ ٹرک کو سیدھا اندر لیتا چلا گیا۔

یہاں پورچ میں دو آدمی موجود تھے۔ جنہوں نے سادہ سا لباس پہنا ہوا تھا۔

"مسٹر رابرٹ اندر ہیں" ——— ؟ ساگول نے نیچے اترتے ہوئے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی اس نے مخصوص انداز میں آنکھ مار دی۔

"جی ہاں! ——— وہ اندر ہیں ——— آپ چلے جائیں" ——— جواب میں اس آدمی نے بھی آنکھ سے مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ یار! ——— تم بھی آ جاؤ ——— یہاں اکیلے بیٹھ کر کیا مکھیاں مارو گے" ——— ساگول نے ڈرائیور سے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

اور ڈرائیور ہنستا ہوا ٹرک سے نیچے اتر آیا۔

ساگول آگے بڑھتے ہوئے کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ ایک کمرے میں ایک نوجوان کرسی پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ وہ ساگول کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

"او ساگول! ——— تم اس وقت کیسے آ گئے" ——— نوجوان نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں ساگول سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر رابرٹ میرے دوست ——— اور یہ ہیں لائبریری کے مسٹر" ——— ساگول نے ڈرائیور کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"بلیو ٹاگو" ——— ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

ابتدائی رسمی فقروں کے بعد رابرٹ نے انہیں بیٹھنے کے لئے کہا۔

"نہیں یار! ——— ہمیں بہت جلدی ہے ——— میں صرف اس لئے آیا تھا کہ تمہیں

بتا دوں کہ ماریا نے رقم دینے سے انکار کر دیا ہے ـــــ اس کا کہنا ہے کہ رابرٹ سے خود بات کرے گی" ـــــ ساگول نے کہا۔

"اوہ! ـــــ اچھا ٹھیک ہے ـــــ مگر اتنی بات تو تم ٹیلیفون پر بھی کہہ سکتے تھے"... رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے ہوٹل سے کئی بار تمہارا نمبر ملایا ـــــ مگر ہر بار انگیج ہی ملا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ راستے میں تمہیں خود ہی بتا دوں گا ـــــ ورنہ تم انتظار کرتے رہو گے" ـــــ ساگول نے جواب دیا۔

"اوہ ہاں! ـــــ میں ذرا مصروف تھا ـــــ اچھا بیٹھو! ـــــ میں کچھ کے لئے منگواتا ہوں" ـــــ رابرٹ نے جواب دیا۔

"ارے نہیں! ـــــ مجھے جلدی ہے ـــــ پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے اچھا اجازت ـــــ بائی بائی" ـــــ ساگول نے کہا اور پھر ڈرائیور سے بھی اس نے مصافحہ کیا اور وہ دونوں باہر آ گئے۔

چند لمحوں بعد ٹرک واپس کوٹھی سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ اب ساگول کے چہرے پر اطمینان کے گہرے تاثرات چھائے ہوئے تھے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ جواہرات کوٹھی میں اتار لئے گئے ہوں گے اور اب وہ مکمل طور پر محفوظ تھے۔

کرنل ڈیوڈ پر ایک بار پھر وحشت کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے بال پریشان تھے آنکھوں میں وحشت تھی اور وہ بار بار دانتوں سے اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا جیسے انہیں کاٹ کر کھا جائے گا۔

اس وقت وہ اپنے مخصوص کمرے میں تھا۔ سارے شہر میں مجرموں کی تلاش بڑے بھرپور انداز میں جاری تھی۔ مگر ابھی تک کہیں سے کوئی امید افزا رپورٹ نہیں ملی تھی۔

مجرم گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح غائب ہو گئے تھے۔

اچانک کرنل ڈیوڈ کو ایک خیال آیا اور وہ بجلی کی طرح اچھل پڑا وہ تیزی سے میز کی طرف بڑھا اور اس نے میز کی دراز کھول کر ایک ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر فریکوئنسی سیٹ کر کے بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو راکی ایئر پورٹ۔ اوور" ـــــ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"کرنل ڈیوڈ اٹنڈنگ یو۔ فائیو ـــــ ہیلی کاپٹر مجرموں کو لے کر پہنچ گیا۔ اوور" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"نہیں جناب! — ہم لوگ بھی کافی دیر سے اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسے آدھ گھنٹہ پہلے پہنچ جانا چاہیے تھا۔ اوور" — دوسری طرف سے جواب ملا۔

"اوہ! — کیا ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے رابطہ قائم نہیں کیا۔ اوور" — ڈیوڈ کے چہرے پر جیسے بھونچال سا آ گیا تھا۔

"نہیں جناب! — بلکہ ہم نے خود کوشش کی ہے — مگر دوسری طرف سے کوئی جواب ہی نہیں آ رہا۔ اوور" — دوسری طرف سے کہا گیا اور کرنل ڈیوڈ نے ایک جھٹکے سے بٹن آف کر دیا۔

اور پھر کرنل ڈیوڈ کا ہاتھ تیزی سے ٹیلیفون کی طرف بڑھا مگر اس سے پہلے کہ وہ رسیور اٹھاتا، ٹیلیفون کی گھنٹی تیزی سے بج اٹھی۔ کرنل ڈیوڈ نے ایک جھٹکے سے رسیور اٹھا لیا۔

"یس" — کرنل ڈیوڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"جناب! — میں جی۔ پی۔ فائیو [illegible] بول رہا ہوں — شہر سے باہر کھیتوں میں ایک ہیلی کاپٹر موجود ہے — جس کے قریب ہی اس کا پائلٹ بیہوش پڑا ہے" — دوسری طرف سے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! — ہیلی کاپٹر کا نمبر کیا ہے" — کرنل ڈیوڈ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"جناب! — وہ تو میں نے دیکھا نہیں — ابھی مجھے ایک کسان نے اطلاع دی تو میں دستہ لے کر وہاں پہنچا — اور اب آپ کو رپورٹ دے رہا ہوں" — دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

اور کرنل ڈیوڈ نے پوری قوت سے رسیور کریڈل پر پھینک دیا۔ اور صوفے پر نڈھال ہو کر گر گیا۔ اس کی حالت ایسی تھی جیسے کسی جواری نے اپنی آخری پونجی

تک جوئے میں ہار دی ہو۔

وہ چند لمحے کرسی پر بیٹھا آنکھیں بند کئے سوچتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور تیزی سے ٹیلیفون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں — یہ مجرم ہمارے قابو میں نہیں آ سکتے — ہمارے لئے یہ ناقابل تسخیر مجرم بن چکے ہیں" — نمبر ڈائل کرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑبڑا رہا تھا۔

رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"ریڈ آرمی"

"کرنل ڈیوڈ سپیکنگ — کون بول رہا ہے" — کرنل ڈیوڈ نے جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ کرنل ڈیوڈ! — کیا بات ہے — آپ بے حد پریشان معلوم ہو رہے ہیں۔ میں کرنل ہیرنج بول رہا ہوں — آپ نے میری آواز نہیں پہچانی — ؟" دوسری طرف سے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"کرنل ہیرنج! — پلیز فوراً میرے پاس آ جاؤ — ایک لمحہ ضائع کئے بغیر" — کرنل ڈیوڈ نے کہا اور اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

کرنل ہیرنج اسرائیل کی انتہائی خفیہ تنظیم ریڈ آرمی کا سربراہ تھا۔ اس کی تنظیم براہ راست ملک کے صدر کے سامنے جواب دہ تھی اور اسے اس وقت استعمال کیا جاتا تھا جب کسی مسئلے کے حل کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو۔ ریڈ آرمی انتہائی منظم تنظیم تھی۔ اور اس کے وسائل بے پناہ تھے۔ ریڈ آرمی کے افراد بے حد تربیت یافتہ تھے۔ بلکہ یہ وسعول آدمی پورے ملک میں سب سے زیادہ ذہین — چالاک — عیار — بہادر — دلیر — بے جگر — اور

مشاک سمجھے جاتے تھے۔ اور آج تک کوئی ایسا کام نہ تھا جسے انہوں نے حل نہ کر لیا ہو۔ اسی لئے اب کرنل ڈیوڈ نے آخری چارہ کار کے طور پر انہیں آگے لے آنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ گو یہ جی۔ پی۔ فائیو کی ایک لحاظ سے شکست تھی اور کرنل ڈیوڈ کی کارکردگی پر ایک زبردست تھپڑ تھا۔ مگر جس انداز میں جی۔ پی۔ فائیو جیسی تنظیم کو پے در پے شکستیں ہو رہی تھیں اس پر کرنل ڈیوڈ مجبور ہو گیا تھا کہ ریڈ آرمی کو بھی ساتھ ملا لے۔ اسے یقین تھا کہ جو کام کئی سو افراد پر مشتمل جی۔ پی۔ فائیو سر انجام نہیں دے سکی وہ ریڈ آرمی کے چند افراد یقیناً پورا کر لیں گے۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک قوی ہیکل مگر انتہائی سمارٹ جسم کا مالک نوجوان اندر داخل ہوا۔

یہ ریڈ آرمی کا سربراہ کرنل ہیمرج تھا جس کا شاندار ریکارڈ اس کی ذہانت دلیری اور بے جگری کا بین ثبوت تھا۔

"آؤ کرنل بیٹھو" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے بڑے ڈھیلے انداز میں کرسی سے اٹھ کر کرنل ہیمرج سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے کرنل ڈیوڈ ۔۔۔ میں نے آج سے پہلے تمہیں کس حالت میں کبھی نہیں دیکھا" ۔۔۔ کرنل ہیمرج کے چہرے پر واقعی حیرت کے تاثرات موجود تھے۔

"مسلسل ہی ایسا آن پڑا ہے کہ میں بے بس ہو کر رہ گیا ہوں ۔۔۔ آخر میں نے شکست تسلیم کر لی ہے اور تمہیں بلا لیا" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

"ارے ایسی کوئی بات نہیں ۔۔۔ ہماری تنظیمیں عظیم اسرائیل کی ترقی اور بھلائی کے لئے ہیں ۔۔۔ اس میں شکست اور فتح کا کیا تعلق" ۔۔۔ کرنل ہیمرج نے بڑے فراخدلانہ لہجے میں کہا۔

"مسٹر ہیمرج ۔۔۔ اب سے چار روز قبل ہمیں اطلاع ملی کہ پانچ مشکوک آدمی سوائے زرولی کو عبور کر کے سرحدی بستی آسلم میں داخل ہوئے ہیں ۔۔۔ ہم نے انہیں چیک کرنے کے لئے پکڑنا چاہا ۔۔۔ مگر وہ جال کا گھیرا توڑ کر ایک جیپ اور پانچ آدمی ہلاک کر کے ہماری جیپ پر ہی نکل بھاگے ۔۔۔ پھر انہوں نے ایک چیکنگ چوکی پر موجود سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور کمبرگ پہنچ گئے ۔۔۔ ہم نے کمبرگ میں ناکہ بندی کی مگر ان لوگوں نے کمبرگ ٹیم کو تباہ کر دیا ۔۔۔ جس سے پورے کمبرگ میں شدید افراتفری پھیل گئی اور مجبوراً اس افراتفری کا فائدہ اٹھا کر ہمارے گھیرے سے نکل جانے میں کامیاب ہو گئے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ۔۔۔ اتنے خوفناک مجرم ہیں وہ ۔۔۔ انہوں نے واقعی ذہانت سے کام لیا ۔۔۔ میں نے بھی ٹیم کی تباہی کی خبر سنی تھی۔ مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ مجرمانہ سازش کے تحت ہوا ہے" ۔۔۔ کرنل ہیمرج نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کمبرگ سے نکل کر مجرم پل کراس کر کے حیفہ آ گئے ۔۔۔ حیفہ میں ہمارے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ کمبرگ میں ایک کیفے کے مالک نے ایک کار پانچ آدمیوں کے حوالے کی ہے ۔۔۔ ہم مشکوک ہو گئے ۔۔۔ ہم نے حیفہ کے باہر چیکنگ پوسٹ قائم کی کیونکہ ہمارے خیال کے مطابق اتنے وقت میں مجرم حیفہ پہنچے ہوں گے۔ وہاں وہ مشکوک کار پکڑی گئی ۔۔۔ اس کار میں تین مجرم تھے جبکہ دو غائب تھے ۔۔۔ ان تینوں مجرموں کو یہاں لایا جا رہا تھا کہ مجرموں نے چیکنگ پارٹی کے

آدمیوں کو قتل کر دیا اور کار لے اُڑے ۔۔۔ ادھر باقی دو مجرموں نے حیدر کا
پل اڑا دیا" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔
"اوہ! ۔۔۔ تو حیدر کا پل ان مجرموں نے اڑایا ہے ۔۔۔ ویری بیڈ" کرنل
ہیمرچ اچھل پڑا۔
"سنو! ۔۔۔ وہ تینوں مجرم بعد میں ٹریس کر لئے گئے کہ وہ ٹازارن ایکسپریس
پر سوار ہوئے ہیں ۔۔۔ جی۔ پی۔ فائیو کا ایک دستہ ٹرین پر پہنچ گیا ۔۔۔ مگر
مجرموں نے بھری ٹرین میں انہیں قتل کر دیا اور خود انجن پر قبضہ کر لیا۔ وہاں
انہوں نے ڈرائیور اور اس کے اسسٹنٹ کو چلتی ٹرین سے باہر پھینک دیا
جن کی لاشیں بعد میں ملیں ۔۔۔ یہ شکر ہے کہ مجرموں نے اس ٹرین کو تباہ نہیں
کیا ۔۔۔ بلکہ انہوں نے گاڑی کی رفتار آہستہ کی اور نیچے اُتر گئے۔ اور ٹرین
آٹو میٹک سسٹم کی وجہ سے اگلے اسٹیشن پر پہنچنے سے پہلے رک گئی ۔۔۔ وہ
تینوں مجرم قریبی گاؤں میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے ایک کار چوری کی۔ مگر
ہمیں بروقت پتہ چل گیا ۔۔۔ ہم نے انہیں راستے میں چیک کر کے گرفتار کر لیا
اور چار پولیس کاروں میں انہیں لے کر یہاں آنے لگیں ۔۔۔ مگر تل ایب پہنچ
کر اچانک انہوں نے کار تقیسوں شاہراہ پر موڑ دی اور پھر کاروں میں موجود پانچ
آدمیوں کو قتل کر کے وہ نکل بھاگے اور اب تک غائب ہیں جبکہ پورے شہر
میں ان کی شدید تلاش ہو رہی ہے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے مزید تفصیل
بتاتے ہوئے کہا۔
"اوہ! ۔۔۔ واقعی خوفناک مجرم ہیں یہ" ۔۔۔ کرنل ہیمرچ کے چہرے پر
حیرت کے آثار بڑھتے چلے جا رہے تھے۔
"ادھر جن دو مجرموں نے پل اڑایا تھا ۔۔۔ وہ بھی ایک مخبری کی بنا پر پکڑے

گئے ۔۔۔ انہیں ایک خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں لایا جا رہا تھا۔ اور ابھی
ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ شہر سے باہر کھیتوں میں ہیلی کاپٹر موجود ہے ۔۔۔
پائلٹ باہر بے ہوش پڑا ہے ۔۔۔ اور مجرم غائب ہیں" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ
نے کہا۔
"اس کا مطلب ہے کہ پانچوں مجرم گرفتار ہونے کے باوجود نکل بھاگے۔
اور وہ پانچوں اس وقت تل ایب میں موجود ہیں" ۔۔۔ کرنل ہیمرچ نے کہا۔
"ہاں! ۔۔۔ اسی لئے میں نے تمہیں بلایا ہے کہ ان خوفناک اور خطرناک
مجرموں کو گرفتار کرنے کے لئے ریڈ آرمی کو کام میں لے آؤ ۔۔۔ کیونکہ یہ
جی۔ پی۔ فائیو کے بس کے معلوم نہیں ہو رہے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔
"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں اس کیس پر کام شروع کر دیتا ہوں ۔۔۔ مگر ان
مجرموں کا مقصد کیا ہے ۔۔۔؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی" ۔۔۔ کرنل ہیمرچ
نے کہا۔
"معلوم نہیں! ۔۔۔ بس جو اہم چیز سامنے آتی ہے وہ تباہ کر دیتے ہیں۔
کیا نہ ان کا اصل مشن کیا ہے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔
"ویسے ایک بات ہے کرنل ڈیوڈ! ۔۔۔ مجھے یہ لوگ عام مجرم معلوم نہیں
ہوتے ۔۔۔ عام مجرم اتنی ذہانت ۔۔۔ دلیری ۔۔۔ اور بے جگری سے کام
نہیں کرتے" ۔۔۔ کرنل ہیمرچ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
"ہاں! ۔۔۔ معلوم تو ایسے ہی ہوتا ہے ۔۔۔ تمہیں ایک اور بات بتا دوں
ہمارے فارن سیکشن نے یہ اطلاع دی تھی کہ شاکر سارت نے پاکیشیا کے دورے
کے دوران وہاں کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو سے خصوصی ملاقات کی

تھی" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"ایجنسٹو ـــــ کیا تم سچ کہہ رہے ہو" ـــــ کرنل ہیرنج یوں کرسی سے اچھل پڑا جیسے کرسی میں اچانک سپرنگ نکل آئے ہوں۔

"ہاں ہاں ـــــ مجھے یہی رپورٹ ملی تھی ـــــ کیوں کیا ہوا ـــــ کیا تم ایجنسٹو کو جانتے ہو" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"خدا کی پناہ ـــــ اگر یہ مجرم ایجنسٹو ٹیم کے ممبر ہیں تو پھر سمجھو کہ اسرائیل کا خدا ہی حافظ ہے" ـــــ کرنل ہیرنج کا چہرہ بجھ سا گیا۔

"کیا مطلب ـــــ میں سمجھا نہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"مائی ڈیئر کرنل ـــــ تمہیں شاید معلوم نہیں ـــــ ایک خصوصی مشن پر ریڈ آرمی دو سال پہلے پاکیشیا گئی تھی ـــــ مگر جانتے ہو اس مشن کا کیا حشر ہوا تھا ـــــ ریڈ آرمی کے نو بہترین آدمی ایجنسٹو کے ہاتھوں مارے گئے اور میں بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگا ـــــ اور پھر یہاں آکر میں نے نئے سرے سے ریڈ آرمی ترتیب دی" ـــــ کرنل ہیرنج نے جواب دیا۔

"اوہ ـــــ آخر یہ لوگ کس انداز میں کام کرتے ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم انہی مجرموں کو لے لو ـــــ انہوں نے اتنا بڑا ڈیم تباہ کر دیا ـــــ عظیم پل اڑا دیا ـــــ وہ بھی بنا گرفتار ہوئے نکل بھاگے ـــــ حالانکہ وہ غیر ملکی تھے اب ظاہر ہے کہ اپنے ملک میں انہیں کس قدر سہولتیں مہیا ہوں گی ـــــ وہاں ان کی کارکردگی کا کیا عالم ہو گا" ـــــ کرنل ہیرنج نے کہا۔

"تو تمہارا خیال ہے کہ یہ مجرم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے کہا۔

"تمہاری رپورٹ ـــــ اور پھر ان کے کام کرنے کے انداز سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے ـــــ اصل بات کا تو اس وقت علم ہو گا جب وہ پکڑے جائیں گے" کرنل ہیرنج نے جواب دیا۔

"پھر اب کیا خیال ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ نے پوچھا۔

"خیال کیا ـــــ میں آج ہی سے کام شروع کر دیتا ہوں ـــــ تم اپنا کام جاری رکھو ـــــ یہ ہمارا مشترکہ مشن ہو گا ـــــ باہم اطلاعات سے ہم ایک دوسرے کو باخبر رکھیں گے ـــــ مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں مل کر انہیں گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے" ـــــ کرنل ہیرنج نے تجویز پیش کی۔

"یہ ٹھیک ہے ـــــ بالکل ٹھیک ہے" ـــــ کرنل ڈیوڈ کے چہرے سے پہلی بار خوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ کیونکہ کرنل ہیرنج نے بھی در پردہ اس بات کا اقرار کر لیا تھا کہ ریڈ آرمی اکیلے کام کر کے ان مجرموں کو گرفتار نہیں کر سکتی دوسرے لفظوں میں جی۔ پی۔ فائیو کی عزت بحال ہو گئی تھی۔

"اچھا مجھے اجازت" ـــــ کرنل ہیرنج نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر کرنل ڈیوڈ سے ہاتھ ملا کر وہ تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

عمران اور جوزف بڑے اطمینان سے بس میں بیٹھ گئے۔ عمران نے کیپ ٹاؤن کے مرکزی حصے کے بس اڈے کے ٹکٹ لے لئے۔ عمران کھڑکی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔

بس شہر میں داخل ہو کر جیسے ہی مرکزی حصے کی طرف بڑھنے لگی۔ عمران یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ پورے شہر میں پولیس اور جی۔ پی۔ فائیو کے افراد کی زبردست چیکنگ شروع تھی۔ ان کی بس کو بھی جگہ جگہ روکا گیا اور مسلح سپاہیوں نے ایک ایک فرد کا بغور جائزہ لیا اور پھر نیچے اتر گئے۔

عمران حیران تھا کہ اتنی زبردست چیکنگ آخر کس لئے ہو رہی ہے! کیونکہ بیلی کاپٹر کی تباہی کے بعد اتنی جلدی تو ان کی تلاش اتنے بڑے پیمانے پر تو شروع نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایسی بات ہوتی بھی تو ظاہر ہے انہیں یوں آسانی سے نظر انداز نہ کیا جاتا۔

بہرحال تھوڑی دیر بعد بس مرکزی اڈے پر پہنچ گئی۔ اور باقی سواریوں کے ساتھ ساتھ عمران اور جوزف بھی نیچے اتر آئے۔ اڈے پر بھی ہر طرف پولیس

پھیلی ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے بھائی! — آخر اتنی زبردست چیکنگ — ؟" عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں ایک سپاہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تین خطرناک مجرموں کی تلاش ہو رہی ہے" — سپاہی نے بیزار سے لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ! — تو کیا وہ تینوں اکٹھے پھر رہے ہیں" — ؟ عمران نے چہرے پر خوف کے تاثرات پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! — وہ تینوں اکٹھے ہیں — ان میں دو مرد اور ایک عورت ہے"۔ سپاہی نے جواب دیا اور پھر مڑ کر دوسری طرف بڑھ گیا۔

"اوہ" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اڈے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

جوزف خاموشی سے عمران کی پیروی کر رہا تھا۔

اڈے سے باہر آ کر عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں ایک پبلک فون بوتھ پر جم گئیں اور عمران تیزی سے اس بوتھ کی طرف بڑھ گیا اس نے جیب سے سکے نکال کر فون میں ڈالے اور پھر تیزی سے ایک نمبر ڈائل کرنا شروع کر دیا۔

جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور دوسری طرف سے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

"ہوٹل الغریب"

"میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں — داؤد الفطری سے بات کرا دیں"۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ! — ایک منٹ ہولڈ کیجئے" — دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد ایک ہلکی سی کلک کی آواز کے ساتھ ہی داؤد کی آواز ابھری۔

"داؤد افریقی سپیکنگ"۔

"پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں ـــــ مال مل گیا ہے" ـــــ عمران نے کاروباری انداز میں پوچھا۔

"ہاں! ـــــ مل گیا ہے ـــــ اور سٹور میں محفوظ کر دیا گیا ہے" ـــــ داؤد نے جواب دیا۔

"مال کی پوزیشن کیا ہے ـــــ کوئی آئٹم ڈیمیج تو نہیں ہوا" ـــــ؟ عمران نے پوچھا۔

"نہیں! ـــــ مال بہت اچھی حالت میں ہے ـــــ ہمیں خوشی ہے کہ اس بار آپ نے اچھا مال بھیجا ہے" ـــــ داؤد نے جواب دیا۔

"شکریہ! ـــــ ہم تو آپ جیسے قدردانوں کے بل پر ہی زندہ ہیں" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"پرنس آف ڈھمپ! ـــــ میں سوچ رہا ہوں کہ ہوٹل کو مال سپلائی کرنے والے تمام اداروں کے اعزاز میں ایک ڈنر کا بندوبست کر دوں ـــــ آپ کا کیا خیال ہے" ـــــ؟ داؤد کی آواز سنائی دی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ جناب ـــــ مگر کیا یہ ڈنر ہوٹل میں ہوگا" ـــــ؟ عمران نے پوچھا۔

"نہیں! ـــــ بلکہ میں سوچ رہا ہوں کہ کسی پرائیویٹ کوٹھی میں اس کا بندوبست کیا جائے ـــــ سائمن کالونی میں میرے ایک دوست کی شاندار کوٹھی ہے ـــــ نمبر پانچ ـــــ وہ جگہ مناسب رہے گی" ـــــ داؤد نے

اب دیا۔

"ٹھیک ہے ـــــ بالکل ٹھیک ہے ـــــ میں آپ کی طرف سے دعوت نامے انتظار کروں گا" ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"شکریہ! ـــــ دعوت نامہ جلد ہی پہنچ جائے گا ـــــ اگر ہو سکے تو اور مال بھجوا دو" ـــــ داؤد نے جواب دیا۔

"ایک ہفتے بعد شاید میں اس پوزیشن میں آجاؤں کہ آپ کو مزید مال بھجوا سکوں ـــــ ویسے میں دیکھوں گا کہ کتنی جلد آپ کے آرڈر کی تعمیل کر سکتا ہوں"۔ ران نے جواب دیا۔

"اوکے" ـــــ داؤد نے کہا۔

"گڈ بائی" ـــــ عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ریسیور رکھ دیا۔

اور پھر عمران فوراً بوتھ سے باہر آگیا۔ جوزف باہر فٹ پاتھ پر ہی ٹہل رہا تھا۔

عمران نے باہر نکلتے ہی ایک خالی ٹیکسی کو ہاتھ دے کر روکا اور پھر اس کی پچھلی نشست پر بیٹھتے ہی اس نے ڈرائیور سے سائمن کالونی چلنے کے لئے کہا۔ جوزف آگے ڈرائیور کے پاس بیٹھ گیا۔

ٹیکسی مختلف ہچکولے کھاتی سڑکوں سے گزرتی ہوئی تھوڑی دیر بعد سائمن کالونی میں داخل ہو گئی۔ یہ کالونی بڑی بڑی کوٹھیوں پر مشتمل تھی اور یہاں امراء طبقہ کی رہائش تھی۔

سائمن کالونی کے پہلے چوراہے پر عمران اتر گیا اور جب ٹیکسی آگے جا کر ایک موڑ مڑ گئی تو عمران نے تیز تیز قدم بڑھائے اور تھوڑی دیر بعد وہ پانچ نمبر کوٹھی کے گیٹ

پر پہنچ گیا۔

یہ سرخ رنگ کی ایک بہت بڑی کوٹھی تھی جس کے دروازے پر "ہاؤس ہولڈنگ" کے نام کی تختی نصب تھی۔

عمران نے کال بیل کا بٹن دبا دیا —— دوسرے لمحے پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک نوجوان باہر آگیا۔

"جی فرمایئے" —— نوجوان نے تیز لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مائیکل صاحب سے ملنا ہے —— مجھے پرنس آف ڈھمپ کہتے ہیں"۔ عمران نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

"اوہ پرنس آف ڈھمپ! —— آیئے! —— صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں" نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر واپس کھڑکی میں داخل ہو گیا۔ عمران اور جوزف نے بھی اس کی پیروی کی۔

نوجوان نے کھڑکی کو اندر سے بند کیا اور پھر وہ ان کی رہنمائی کرتا ہوا تیزی سے پورچ کی طرف بڑھنے لگا۔

پورچ میں ایک اور باوردی شخص کھڑا ہوا تھا۔ نوجوان نے عمران کا تعارف اس سے کرایا اور اس نے مسکراتے ہوئے آگے اندر آنے کی دعوت دی۔ اور پھر مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

"اندر چلے جایئے" —— باوردی ملازم نے مؤدبانہ انداز میں ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔

اور عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

"ارے عمران صاحب" —— صفدر کی آواز سنائی دی۔

"ارے عمران نہیں —— علی عمران کہو —— کیوں میرے نام کا حلیہ بگاڑ

رہے ہو" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ اور جوزف اطمینان سے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

کمرے میں صفدر کے ساتھ جولیا اور کیپٹن شکیل بھی موجود تھے۔

"کیسی رہی بحری مہم —— کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی" —— عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں —— تکلیف تو نہیں ہوئی —— بس مرتے مرتے بچے ہیں" —— جولیا نے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"چلو اچھا ہوا —— زندگی کے جھنجھٹ سے تو نجات مل گئی" —— عمران نے جواب دیا۔ اور جولیا کے سوا سب ہنس پڑے۔

تھوڑی دیر تک آپس میں گپ شپ ہوتی رہی اور صفدر نے یہاں تک پہنچنے میں پیش آنے والے تمام حالات تفصیل سے بتا دیئے۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کوئی ٹھوس قدم اٹھانا چاہئے —— ایسا نہ ہو کہ ہم چھوٹے چھوٹے کاموں میں الجھ کر رہ جائیں —— اور بڑا مقصد پورا نہ ہو سکے" —— عمران نے کہا۔

"اب یہ آپ کو ہی معلوم ہوگا کہ ٹھوس قدم کیا ہے" —— کیپٹن شکیل نے کہا۔

"سنو دوستو! —— اسرائیل نے ایٹم بم تیار کر لیا ہے —— اور آج کل وہ ایسے میزائلوں کی تیاری میں مصروف ہے جو دور دراز کے نشانوں تک ان ایٹم بموں کو پہنچا سکیں —— ہمارا اصل مقصد ہے کہ ہم نے اس ایٹم بم کا فارمولا حاصل کرنا ہے —— اور اسرائیل کی خفیہ لیبارٹری اڑانی ہے جس میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے" —— عمران نے آواز دبا کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ۔۔۔ واقعی بہت بڑا مشن ہے" ۔۔۔۔ صفدر نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ اب تم سب یہاں ایک دو روز آرام کرو ۔۔۔ میں اس دوران اس لیبارٹری کے متعلق بنیادی تفصیلات حاصل کر لوں گا ۔۔۔ پھر آگے پروگرام بنائیں گے" ۔۔۔۔ عمران نے کہا اور ان سب نے سر ہلا دیئے۔



ریڈ آرمی کا خوفناک جاسوس میجر ہیرس ایک لمبا تڑنگا اور ورزشی جسم کا مالک نوجوان تھا۔ وہ لڑائی بھڑائی کے فن میں طاق اور بے خطا نشانے کا انتہائی سنگدل اور بے رحم شخص تھا۔ وہ زبان چلانے کی بجائے ریوالور کا ٹریگر دبانا زیادہ آسان سمجھتا تھا اور انتہائی ذہانت اور تیز رفتاری سے کام کرنے کا عادی تھا۔

ریڈ آرمی کے سربراہ کرنل ہیرتھ نے مجرموں کی تلاش کا کام میجر ہیرس کے ذمے لگایا اور اسے تاکید کی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے مجرموں کا سراغ نکالے۔ جی پی فائیو سے مجرموں کے حلیے کی بجائے تفصیل معلوم ہو سکی تھی وہ بھی اسے بتا دی گئی۔ اور میجر ہیرس نے تمام تفصیلات سننے کے بعد مجرموں کی

سرکوبی کی حامی بھر لی۔

"میجر! ۔۔۔ میں تو جانتا ہوں کہ تم بے حد ہوشیار اور ذہین ہو ۔۔۔ مگر اس بات کو نوٹ کر لو کہ مجرم انتہائی خطرناک اور چالاک ہیں" ۔۔۔ کرنل ہیرتھ نے میجر ہیرس سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! ۔۔۔ میں خیال رکھوں گا" ۔۔۔ میجر ہیرس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

چند لمحوں بعد اس کی سیاہ رنگ کی چھوٹی مگر انتہائی طاقتور انجن والی کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی تھیسوس شاہراہ کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ مجرم اسی شاہراہ پر غائب ہوئے تھے اور وہ وہیں سے اپنی تفتیش کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔

تھیسوس شاہراہ پر پہنچ کر اس نے ایک سائیڈ پر اپنی کار روکی اور پھر ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اس کی نظریں ہوٹل الغرب کے بڑے سے بورڈ پر جم گئیں۔ اسے معلوم تھا کہ کرنل ڈیوڈ نے خود اپنی نگرانی میں اس ہوٹل کی تلاشی لی ہے۔ مگر اس کا دل نجانے کیوں مطمئن نہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے ہوٹل الغرب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہوٹل کے مین گیٹ میں داخل ہو کر وہ سیدھا کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ وہاں اس وقت ایک نوجوان کھڑا تھا۔

"آج صبح کاؤنٹر پر کس کی ڈیوٹی تھی" ۔۔۔ میجر ہیرس نے کاؤنٹر مین سے پوچھا۔

"میری ۔۔۔ کیوں کیا بات ہے" ۔۔۔ نوجوان نے چونک کر جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے اُسے ایک ضروری پیغام دینا ہے ——— اس وقت وہ کہاں مل سکے گا؟"
میجر ہیرس نے بدستور بے نیازانہ انداز میں پوچھا۔

"وہ اپنے مکان میں ہوگا —— مقرفی اسکوائر روڈ" ——— کاؤنٹر مین نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے ——— کیا اس کے گھر میں ٹیلیفون ہے؟" ——— میجر ہیرس نے پوچھا۔

"نہیں جناب! ——— آپ کو خود وہاں جانا پڑے گا" ——— کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ اچھا" ——— میجر ہیرس نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے اسکوائر روڈ کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

مقرفی اسکوائر ایک تین منزلہ عمارت تھی جس میں چھوٹے چھوٹے فلیٹس بنے ہوئے تھے۔ میجر ہیرس نے کار عمارت سے ذرا ہٹ کر روکی اور کار سے اتر کر مقرفی اسکوائر کی عمارت میں داخل ہو گیا۔ مین گیٹ کے سامنے ہی لیٹر بکسوں کی قطار موجود تھی جن پر فلیٹوں میں رہنے والوں کے نام اور پتے لکھے ہوئے تھے۔

ہیرس نے تیزی سے لیٹر بکسوں کی اس طویل قطار پر نظریں دوڑانی شروع کر دیں۔ اور پھر اس کی نظریں ایک لیٹر بکس پر جم گئیں۔ اس پر ناٹو کا نام اور پتہ درج تھا۔ وہ دوسری منزل کے سات نمبر فلیٹ میں رہتا تھا۔ پتے پر نظریں پڑتے ہی ہیرس تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد ہیرس سات نمبر فلیٹ کے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے دروازے

پر لگے ہوئے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی اور اس وقت تک اسے دبائے چلا گیا جب تک ایک جھٹکے سے دروازہ نہ کھل گیا۔

"کیا مصیبت ہے ——— کون ہو تم؟" ——— دروازے میں کھڑے ناٹو کی تیز اور غصیلی آواز سنائی دی۔

"مصیبت آگئی مسٹر ناٹو" ——— میجر ہیرس نے کہا اور پھر اس نے زور سے دھکا دیا اور ناٹو اس کے طاقتور دھکے سے اچھل کر اندر کمرے کے فرش پر جا گرا۔

ہیرس اندر داخل ہوا اور اس نے لات مار کر دروازہ بند کر دیا۔

"تم ڈاکو ——— کمینے" ——— ناٹو غصے کی شدت سے اچھل کر کھڑا ہو گیا مگر دوسرے لمحے اس کی آنکھیں خوف سے پھیلتی گئیں کیونکہ ہیرس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار خنجر نظر آ رہا تھا۔

"اطمینان سے بیٹھ جاؤ ناٹو ——— اور میری بات سنو! ——— اگر تم نے چیخنے چلانے کی کوشش کی تو یاد رکھو چیخ تمہارے حلق سے باہر نکلنے سے پہلے ہی یہ خنجر تمہارے دل میں گھس جائے گا" ——— ہیرس نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

"تم ——— مگر ——— تم کون ہو ——— ؟ اور کیا چاہتے ہو؟" ——— ناٹو نے لڑکھڑاتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔ وہ خنجر سے زیادہ ہیرس کی آنکھوں سے ابلنے والی سرد مہری اور چہرے کی سپاٹ پن سے خوفزدہ ہو گیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے انسانی جان کی حیثیت ایک مکھی سے بھی کم ہوتی ہے۔

"ناٹو، میں چند معلومات چاہتا ہوں" ——— ہیرس نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے

انتہائی سپاٹ لہجے میں کہا۔
"کس کے ۔۔۔ کیسی معلومات" ۔۔۔ ناٹو نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا
"ایک منٹ ۔۔۔ ابھی بتاتا ہوں" ۔۔۔ ہیرس نے کہا اور دوسرے
اس نے جیب سے ہتھکڑیوں کا ایک جوڑا نکالا اور پھر اس سے پہلے کہ ناٹو
سمجھتا، ہیرس نے انتہائی پھرتی سے اس کے دونوں بازو پکڑ کر ایک جھٹکے
سے مروڑے اور ناٹو کرسی سے اٹھ کر کسی لٹو کی طرح گھومتا چلا گیا اور پھر کھٹاک
کی آواز سنائی دی اور ناٹو کے دونوں بازو اس کی پشت پر جکڑے گئے
اسی لمحے ہیرس نے دھکا دے کر اسے واپس کرسی میں دھکیل دیا۔
"آخر تم چاہتے کیا ہو" ۔۔۔ ناٹو نے اس بار قدرے غصیلے لہجے
"ابھی بتاتا ہوں ۔۔۔ جلدی کیا ہے" ۔۔۔ ہیرس نے بڑے اطمینان
لہجے میں کہا اور پھر کرسی کی پشت پر آ کر اس نے ایک ہاتھ سے ناٹو کا سر
دبایا اور دوسرے ہاتھ سے پکڑے ہوئے خنجر کی نوک اس نے ناٹو کی گردن
سے لگا کر اسے آہستہ سے دبایا۔ خنجر کی نوک ناٹو کی گردن میں گھستی چلی گئی۔ ناٹو
طرح تڑپا اور اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے چیخ نکلی مگر ہیرس کا
انتہائی پھرتی سے اٹھا اور ناٹو کے حلق پر جم گیا۔ اور ناٹو کی چیخ اس کے
میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔
"سنو ناٹو! ۔۔۔ آج صبح وہ تین مجرم جو ہوٹل المغرب میں آئے تھے،
کہاں ہیں" ۔۔۔ ہیرس نے انتہائی سرد لہجے میں ناٹو کے کان میں سرگوشی
کرتے ہوئے کہا۔
"م ۔ مجھے ۔۔۔" ناٹو نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر اسی لمحے ہیرس نے
خنجر کی نوک کچھ اور زیادہ گہرائی تک اتارنی چاہی اور اس بار ناٹو چیخ نہ سکا

ہیرس نے پوری قوت سے اس کا منہ دبا لیا تھا۔
"انکار مت کرو ۔۔۔ میں انکار سننے کا عادی نہیں ہوں" ۔۔۔ ہیرس نے
چنگھاڑتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ناٹو کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا۔
"میں سچ کہہ رہا ہوں ۔۔۔ مجھے نہیں معلوم" ۔۔۔ ناٹو نے کراہتے ہوئے
کہا۔
"ٹھیک ہے ۔۔۔ میں بھی خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہا ہوں" ۔۔۔ ہیرس
نے سپاٹ لہجے میں کہا
اور پھر دوسرے لمحے اس نے جیب سے ایک رومال نکال کر جبراً ناٹو کے
حلق میں گھسیڑا اور دوسرا رومال اس کے منہ پر مضبوطی سے باندھ دیا۔ پھر ہیرس
نے ناٹو کو کرسی سے اٹھایا اور اسے قریب بچھے بستر پر دھکا دے دیا۔
ناٹو نے بستر پر گرتے ہی اچھل کر کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ مگر ہیرس نے
پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر مکہ جڑا اور ناٹو دوبارہ بستر پر گر گیا۔ اس کی گردن
ڈھلک گئی۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا
ہیرس نے اس کے بے ہوش ہوتے ہی ادھر ادھر دیکھا اور پھر الماری کے
نیچے پڑی ہوئی رسی نظر آ گئی۔ ہیرس نے رسی اٹھائی اور پھر بے ہوش ناٹو کے جسم
کو اس انداز میں رسی سے باندھ دیا کہ اب ناٹو کے لئے معمولی سی حرکت بھی
ناممکن ہو گئی تھی۔
ہیرس بڑے اطمینان سے کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر
والا ہاتھ بڑھا کر اس کی نوک پوری قوت سے ناٹو کے گال میں گھسیڑ دی اور
دوسرے لمحے ناٹو ہوش میں آ گیا۔ اس کی آنکھیں ۔۔۔ پھیلتی چلی گئیں۔
"اب میں تمہاری آنکھ کا آپریشن کرنے والا ہوں ۔۔۔ فی الحال میں تمہاری

پپوٹے کی کھال چھیلوں گا ——— پھر آنکھ کے ڈھیلے کا آپریشن شروع ہوگا اور جب دوسری آنکھ کی باری آئے گی اور تم دیکھ سکنے کے لئے اندھیروں میں ڈوب جاؤ گے" میرین نے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر اس نے دو انگلیوں سے ناٹو کی دائیں آنکھ کا پپوٹا پکڑا اور خنجر کی تیز نوک سے پپوٹے کی کھال کو بڑی نفاست سے کاٹنا شروع کر دیا۔

ناٹو کا چہرہ تکلیف کی شدت سے بگڑتا چلا گیا۔ مگر وہ حرکت کرنے سے معذور تھا۔

میرین کی آنکھیں ناٹو کی دوسری آنکھ پر جمی ہوئی تھیں جس میں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا اور پھر میرین نے ہاتھ روک لیا کیونکہ اسے ناٹو کی آنکھ میں آمادگی کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

میرین نے منہ پہ بندھا ہوا رومال کھولا اور پھر حلق سے رومال کا گولہ بھی نکال لیا۔

"آہ! ——— تم ظالم ہو" ——— ناٹو کے حلق سے بے اختیار کراہ نکل گئی اور میرین کا خنجر والا ہاتھ دوبارہ آنکھ کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو! ——— میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں ——— میں مزید تکلیف برداشت نہیں کر سکتا" ——— ناٹو نے کراہتے ہوئے کہا۔

"جلدی بتاؤ ——— میرے پاس وقت نہیں ہے" ——— میرین نے سرد لہجے میں کہا۔

"تینوں مجرموں کو میلے کپڑوں کے بوروں میں بند کر کے لانڈری والے ٹرک میں لاد کر حبیب کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں لے جایا گیا ——— اور وہاں سے انہیں سالمن کالونی کی کوٹھی نمبر پانچ میں پہنچا دیا گیا ہے" ——— ناٹو نے

جواب دیا۔

"مجرموں کی تو تلاشی لی گئی تھی" ——— میرین نے مشکوک لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تلاشی کے وقت کیا ہوا ——— بہرحال مجرم اب وہیں ہیں" ——— ناٹو نے جواب دیا۔

"دلاور نے انہیں پناہ کیوں دی ہے" ——— میرین نے پوچھا۔

"دلاور ان کے لیڈر سے پہلے سے واقف تھا ——— ان کا لیڈر کوئی ایشیائی کن ڈوعپ ہے ——— مگر وہ ان تینوں مجرموں کے ساتھ نہیں آیا تھا صرف انہوں نے اس کے نام کا حوالہ دیا تھا" ——— ناٹو نے جواب دیا۔

"او کے! ——— میں چیک کر لیتا ہوں ——— فی الحال تمہاری جان بخشی کر دیتا ہوں ——— لیکن سوچ لو ——— اگر یہ بات غلط نکلی تو تمہارا انجام انتہائی عبرتناک ہوگا ——— تم ریڈ آرمی کے ہاتھ سے دنیا کے کسی کونے میں محفوظ نہ رہ سکو گے" ——— میرین نے رسیاں کھولتے ہوئے کہا۔

"ریڈ آرمی" ——— ناٹو ریڈ آرمی کا نام سن کر اور بھی زیادہ سہم گیا۔

"ہاں ریڈ آرمی" ——— میرین نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور پھر اس نے رسیاں کھول کر ناٹو کو پلٹ دیا اور اس کے ہاتھ سے ہتھکڑیاں کھول کر جیب میں ڈال لیں۔

"ان باتوں کا کسی کو پتہ نہ چلے کہ تم سے معلومات حاصل کی گئی ہیں ——— یہ احتیاط تمہاری اپنی ذات کے لئے بھی فائدہ مند ہوگی" ——— میرین نے تیز لہجے میں کہا اور تیزی سے چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار انتہائی تیز رفتاری سے سالمن کالونی کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ پہلے وہ اس کوٹھی میں گھس کر مجرموں کے

متعلق معلومات حاصل کرے گا اور پھر جی ریڈ آرمی اور جی۔ پی۔ فائر کر کے آپ پولیس کے ذریعے کوٹھی پر ریڈ کر کے مجرموں کو گرفتار کرے گا۔

مقررہ وقت سے بیس منٹ بعد میرس کی کار سامنے کالونی کے پہلے چوراہے پر پہنچ گئی اس نے کار ایک طرف روکی اور خود اتر کر سڑک پر ایک کیفے میں داخل ہو گیا۔ اسے گہرا اندھیرا ہونے کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔

کیفے میں بیٹھے بیٹھے اس نے دو گھنٹے گزار دیئے اور اب رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا اس لئے میرس نے اب حرکت میں آنے کا فیصلہ کر لیا۔ کافی کی پے ادائیگی کر کے وہ کیفے سے باہر نکلا اور پھر تیزی سے قدم اٹھاتا کوٹھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کوٹھی نمبر پانچ کے سامنے سے وہ بڑے اطمینان سے گزرتا چلا گیا اور پھر کوٹھی نمبر ۶ کے ساتھ موجود چھوٹی گلی میں سے ہوتا ہوا وہ کوٹھی نمبر پانچ کی عقبی سمت میں آ گیا۔

کوٹھی کی عقبی دیوار خاصی بلند تھی۔ میرس نے بڑے اطمینان سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جیب سے ایک سیاہ رنگ کا رومال نکال کر اس نے سر پر باندھا۔ کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکال کر اس میں موجود بے رنگ سا محلول اس نے اپنے کپڑوں پر اچھی طرح چھڑک دیا۔ یہ ایک مخصوص اور جابر ترین ایجاد تھی۔ اس محلول کی بو انسانی ناک نہ سونگھ سکتی تھی مگر کتے اس بو کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور اس بو کی موجودگی میں کتے اس آدمی سے نہ صرف دور بھاگتے تھے بلکہ وہ اس پر بھونکتے تک نہیں تھے۔ کیونکہ کتے انسان کی اجنبی بو پر بھونکتے تھے اور اس محلول کی بو سے وہ اجنبی بو دور ہو جاتا تھا میرس کو یقین تھا کہ کوٹھی میں پہرے دار کتے ضرور ہوں گے۔ کیونکہ کتے ہی ایسے پہرے دار ہیں جو سب سے بڑھ کر پہرے داروں سے زیادہ کارکردگی کا حامل ہوتا ہے۔

شیشی بند کر کے اس نے واپس جیب میں ڈالی اور پھر جیب سے ایک پتلی سی رسی کا گچھا نکالا۔ اس رسی کے سرے پر اینکر لگا ہوا تھا۔ میرس نے ایک بار ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس نے رسی کا سرا پکڑ کر اسے دیوار کے سرے کی طرف اچھال دیا۔ پہلی ہی کوشش میں اینکر کے تیز سرے والے نے دیوار کے کنارے کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔

میرس نے جھٹکا دے کر رسی کی طاقت کا اندازہ لگایا اور پھر رسی کے ذریعے وہ بندر جیسی تیزی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ پلک جھپکنے میں وہ دیوار کے اوپر پہنچ چکا تھا۔ یہ کوٹھی کی عقبی سمت تھی اور اس طرف ایک بلب جل رہا تھا جس کی روشنی نے ماحول کو قدرے روشن کر دیا تھا۔

میرس نے پھرتی سے رسی کو لپیٹ کر جیب میں ڈالا اور پھر اندر چھلانگ لگا دی۔ ایک ہلکے سے دھماکے سے وہ زمین پر گرا اور پھر پھرتی سے قد آدم جھاڑی کے پیچھے دبک گیا۔

اسی لمحے کوٹھی کے سامنے کی سمت سے دو کتوں کی آوازیں سنائی دیں۔ شاید کتوں کے حساس کانوں نے دھماکے کی آواز سن لی تھی۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے بھاگتے ہوئے سیدھے اسی جگہ آئے جہاں باڑ کے پیچھے میرس دبکا ہوا تھا۔ کتے باڑ کے قریب آئے اور انہوں نے میرس کو بھی دیکھ لیا۔ مگر قریب آتے ہی وہ تیزی سے دم ہلانے لگے اور پھر جس تیز رفتاری سے وہ آئے تھے اسی تیز رفتاری سے واپس مڑ کر بھاگ گئے۔ میرس کے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

کتوں کے جاتے ہی میرس باڑ سے باہر نکلا اور پھر دبے قدموں تیزی سے

عمارت کے عقب میں پہنچ گیا۔

یہاں ایک کھڑکی تو موجود تھی مگر اس پر باہر کی طرف لوہے کی مضبوط سلاخیں فٹ تھیں۔ ہیرس نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر کوٹ کی جیب سے ایک چھوٹی سی ٹیوب نکال لی۔ ٹیوب کا ڈھکن کھول کر اس نے ٹیوب کو ہلکے سے دبایا۔ ٹیوب سے سرخ رنگ کی پیسٹ باہر نکلی اور اس نے پیسٹ کو سلاخ کے نچلے حصے پر جما دیا اور پھر ٹیوب کا ڈھکن بند کر کے اس نے ٹیوب دوبارہ جیب میں ڈال لی۔

ٹیوب جیب میں ڈال کر اس نے انگلی سے پیسٹ کا ایک حصہ اٹھا کر اسے سلاخ کے اوپری سرے پر چاروں طرف ملنے لگا۔ اسی طرح تھوڑا تھوڑا پیسٹ اس نے پانچ سلاخوں کے اوپر اور نچلے حصوں پر مل دی اور پھر اس نے پہلی سلاخ کو درمیان سے پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور دوسرے لمحے سلاخ اوپر اور نیچے سے کٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے آہستگی سے سلاخ کو نیچے گھاس پر رکھا اور دوسری سلاخ نکال لی۔ اس طرح اس نے پانچوں سلاخوں کو اکھاڑ کر انہیں نیچے گھاس پر رکھ دیا۔ پھر جیب سے اس نے ہیرے کی نوک والا قلم نکالا۔ کھڑکی کے شیشے کے اوپر والے حصے پر اس نے مخصوص انداز میں پھیرا اور پھر ہیرے کے قلم سے شیشے کا ایک بڑا ٹکڑا کاٹ دیا۔ انگلی کے ہلکے سے جھٹکے سے شیشے کا وہ کٹا ہوا حصہ کمرے کے اندر لٹکنے لگا۔ اور ہیرس نے کٹے ہوئے حصے میں ہاتھ ڈال کر جیسے انگلیاں کھڑکی کی چٹخنی اندر سے کھول دی۔ کھڑکی کھول کر اس نے چند لمحے آہٹ لی مگر اندر تاریکی کے ساتھ سکوت طاری تھا اور پھر ہیرس کھڑکی کے اندر کود گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو شاید خوابگاہ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ہیرس نے پنسل ٹارچ نکالی اور پھر پنسل ٹارچ کی روشنی میں وہ ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

دروازے کے قریب پہنچتے ہی وہ ٹھٹھک گیا۔ کیونکہ دوسری طرف سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے دروازے کے ہینڈل کو دبایا تو دروازہ بے آواز طریقے سے کھلتا چلا گیا۔ اب وہ دوسری طرف نہ صرف جھانک سکتا تھا بلکہ ادھر سے آنے والی آوازیں بھی بخوبی سن سکتا تھا۔

"صفدر! ـــ میرا خیال ہے کہ جب تک اصل مشن کی طرف پیش قدمی نہ ہو ـــ ہمیں یوں ہاتھ باندھ کر نہ بیٹھا رہنا چاہیے" ـــ ایک لمبے تڑنگے نوجوان نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اور کیا کریں" ـــ دوسرے نے جواب دیا۔

"میرا خیال ہے کہ اس وقت تک ہمیں تل ابیب میں کچھ تخریبی کارروائیاں کر لینی چاہئیں ـــ کوئی اہم عمارت اڑا دی جائے ـــ کوئی بڑی شخصیت ہلاک کر دی جائے وغیرہ وغیرہ" ـــ پہلے نے کہا۔

"ہاں ـــ خیال تو اچھا ہے ـــ مگر مسئلہ عمران کے ماننے کا ہے" ـــ دوسرے نے جس کا نام صفدر تھا جواب دیا۔

"عمران کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے ـــ میرا خیال ہے کہ صبح اس نظریے پر عمران سے بات کر لی جائے تو بہتر ہے" ـــ پہلے نے کہا۔

"ٹھیک ہے کر لیں گے ـــ جولیا ابھی تک نہیں آئی" ـــ صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ آکر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی ہو ـــ میرا خیال ہے کہ اب

"ہمیں بھی سونا چاہیے ــــ کافی وقت ہوگیا ہے" ــــ دوسرے نے کہا، پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے! ــــ تم چلو ــــ میری خواب گاہ تو پاس ہی ہے" ــ صفدر نے اس دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس کی دوسری طرف ہیری کھڑا تھا۔

"اچھا خدا حافظ ــــ صبح اس آئیڈیے پر عمران سے ضرور بات کریں گے۔" دوسرے نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ہیری دبے قدموں پیچھے ہٹا اور پھر ایک قد آدم الماری کے پیچھے آکر چھپ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لمبی نال اور عجیب ساخت کا ریوالور موجود تھا۔

چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا اور صفدر اندر داخل ہوا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بتی جلائی اور پھر مڑ کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ تیزی سے اس الماری کی طرف بڑھا جس کے پیچھے ہیری چھپا ہوا تھا۔ اس نے الماری کھولی اور پھر اس میں سے نائٹ گاؤن نکالنے لگا۔ نائٹ گاؤن نکال کر وہ ملحقہ غسل خانے کا دروازہ کھول کر غسل خانے میں چلا گیا۔

جیسے ہی غسل خانے کا دروازہ بند ہوا۔ ہیری بلی کی چال چلتے ہوئے تیزی سے دروازے کے قریب پہنچا اور اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پستول کی نال تالے کے سوراخ سے لگا کر اس کا ٹریگر دو بار دبا دیا۔ نال میں سے سفید رنگ کا گاڑھا دھواں نکل کر غسل خانے میں پھیلتا چلا گیا۔

ہیری چند لمحوں تک انتظار کرتا رہا۔ پھر اس نے ہینڈل دبا کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے فرش پر صفدر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ نائٹ گاؤن ابھی تک اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔ ہیری نے چند لمحے بیہوش کر دینے وا

دار گیس کے باہر نکلنے کا انتظار کیا اور پھر تیزی سے آگے بڑھا۔ پستول اس نے پہلے ہی جیب میں ڈال لیا تھا۔

اس نے صفدر کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ صفدر بے ہوش تھا اور ہیری جانتا تھا کہ اب تین چار گھنٹوں سے پہلے وہ ہوش میں نہ آسکے گا۔ اس نے جھک کر صفدر کی دونوں بغلوں میں ہاتھ ڈالے اور پھر ایک جھٹکے سے اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر لاد لیا۔ غسل خانے سے لا کر اس نے صفدر کو بستر پر ڈالا اور جیب سے کیپسول سے بھرنے والے محلول کی شیشی نکالی کر اس نے صفدر کے ناک پر چھڑک دیا۔ شیشی خالی ہو چکی تھی۔ اس نے شیشی دریچے میں پھینکی اور پھر صفدر کو اٹھا کر کھڑکی کی طرف توجہ کیا۔

اندر آتے وقت وہ کھڑکی کے پردے برابر کر آیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کوئی بھی صفدر کو کھڑکی کی طرف لے جاتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ہیری نے پردے ہٹا کر پہلے صفدر کے بے ہوش جسم کو دوسری طرف نکال کر نیچے زمین پر لٹا دیا۔ پھر وہ تیزی سے مڑا اور اس نے بتی بجھا دی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بتی جلتی دیکھ کر کوئی اس طرف متوجہ ہو۔

پھر وہ خود بھی کھڑکی سے باہر آگیا۔ اس نے کھڑکی کے پٹ بند کئے اور ٹیپ کی مدد سے شیشے کو واپس اپنی جگہ پر چپکا دیا۔ البتہ سلاخیں وہ دوبارہ ٹھیک نہ کر سکتا تھا اس لئے اس نے انہیں نہ چھیڑا اور پھر صفدر کو اٹھائے وہ تیزی سے عقبی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

پھر اس نے دیوار کی جڑ کے ساتھ صفدر کو لٹایا اور پھر جیب سے رسی نکالنے لگا۔ اسی لمحے دو لوگ دونوں سمتوں سے تیزی سے دوڑتے ہوئے دیوار کی طرف آتے

نگران دونوں کے قریب آ کر وہ خاموشی سے کھڑے ہو گئے۔ البتہ وہ ذرا پیچھے ضرور ہٹ گئے تھے۔

بیرن نے بڑے اطمینان سے کمند ڈالی اور رسی کی مضبوطی کا اندازہ کر کے اس نے صفدر کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر رسی کے ذریعے تیزی سے دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔ دیوار پر پہنچ کر اس نے بڑی پھرتی سے اینکر کو کر اندر کی طرف منتقل کیا اور پھر رسی دوسری طرف لٹکا دی اور صفدر سمیت نیچے سے عقبی گلی میں پہنچ گیا۔ رسی کو ایک مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر اس نے کھینچ لیا — اور پھر اسے یوں ہی اکٹھا کر کے جیب میں ڈال لیا۔

دوسرے لمحے وہ صفدر کو اٹھائے تیزی سے عقبی گلی سے ہوتا ہوا بڑی گلی میں سے گزرتا چلا گیا۔ سڑک کے قریب پہنچ کر اس نے صفدر کو ایک باڑ کے پیچھے لٹا دیا اور سر پر بندھا ہوا رومال اتار کر اسے جیب میں ڈالتے ہوئے تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس آسانی سے مشن مکمل ہونے پر اس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنی کار کے پاس پہنچ گیا اور پھر کار سٹارٹ کر کے اس نے کار کا رخ موڑا اور اسے اس جگہ لے آیا۔ جہاں اس نے صفدر کو چھپایا تھا۔ باڑ کے پاس کار روک کر وہ نیچے اترا اور پھر اس نے صفدر کو اٹھا کر کار کی پچھلی نشست پر ڈالا اور انتہائی تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا ریڈ آرمی کے ہیڈ کوارٹر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا مسٹر ابو نافع — اب مجھے اجازت دو — مجھے یقین ہے کہ کل تک میرا کام ہو جائے گا" — عمران نے سامنے کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک عرب نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا جس کے چہرے پر موجود چھوٹی چھوٹی داڑھی نے اسے بڑا وجیہہ بنا دیا تھا۔

"بالکل پرنس — آپ کا کام تو ہمارے مشن کے عین مطابق ہے — آپ قطعاً بے فکر رہیں — مسٹر شاکر ہارات سے ہمیں تفصیلی ہدایات مل چکی ہیں — اور ہمارا پورا گروپ آپ سے ہر ممکن تعاون کرے گا" — ابو نافع نے مصافحہ کرتے ہوئے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے" — عمران نے جواب دیا اور پھر مڑ کر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران سیڑھیاں اتر کر عمارت کے صدر دروازے سے باہر آگیا۔ اس کی کار نزدیک ہی پارکنگ میں موجود تھی۔ پارکنگ کے چوکیدار کو ادائیگی کر کے اس نے کار باہر نکالی اور پھر خاصی تیز رفتاری سے سائنس کالونی کی طرف

بڑھتا چلا گیا۔

جس وقت وہ ساتھی کا ہوٹل کے پچھلے پورچ میں پہنچا اس وقت رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا۔ پانچ نمبر کوٹھی کے گیٹ پر پہنچ کر اس نے مخصوص انداز میں ہارن بجایا۔ اور ہارن بجتے ہی کوٹھی کا گیٹ کھلتا چلا گیا۔

عمران کار سیدھی پورچ میں لے گیا۔ پورچ میں کار روک کر وہ نیچے اترا اور برآمدے میں کھڑے ہوئے ایک باوردی ملازم سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میرے ساتھی کہاں ہیں ——؟"

"جناب! —— سب آرام کرنے کے لئے اپنی اپنی خوابگاہوں میں جا چکے ہیں" —— ملازم نے بڑے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"مس جولیا آگئی ہیں" —— ؟ عمران نے پوچھا۔

"ہاں جناب! —— وہ تھوڑی دیر پہلے پہنچی ہیں —— اور اب وہ اپنی خوابگاہ میں ہیں" —— ملازم نے جواب دیا۔

"اس کوٹھی میں پہرے کا کیا انتظام ہے" —— ؟ عمران نے ایک خیال کے تحت ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جناب! —— دو پہرے دار کتے موجود ہیں —— جن کی ڈیوٹی کوٹھی کی پچھلی طرف ہے —— اور میں سامنے کی طرف پہرہ دیتا ہوں" —— ملازم نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے —— بس ذرا ہوشیار رہنا" —— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب! —— کتوں اور میری موجودگی میں بغیر اجازت مکھی بھی کوٹھی کے اندر نہیں آ سکتی" —— ملازم نے بڑے اعتماد بھرے

لہجے میں کہا۔

"کتوں کی حد تک تو معاملہ ٹھیک ہے —— مگر تمہیں نیند بھی آ سکتی ہے —— اس لئے ہوشیار رہنا" —— عمران نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اپنی خوابگاہ میں پہنچ گیا۔ اس نے کپڑے تبدیل کئے اور پھر بتی بجھا کر بستر پر لیٹ گیا۔

بستر پر لیٹ کر تھوڑی دیر تو وہ مشن کے متعلق سوچ بچار کرتا رہا —— پھر نہ جانے کس وقت اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نیند کی وادیوں میں پہنچ گیا۔

پھر نہ جانے کیا ہوا کہ عمران کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھل گئی۔ چند لمحے تو وہ لاشعوری کی کیفیت میں رہا۔ مگر دوسرے لمحے ایک زحمت آمیز احساس کے ساتھ وہ پوری طرح ہوش میں آگیا۔

"ہوش آگیا تمہیں!"

اور اسی لمحے عمران نے محسوس کیا کہ کمرے میں تیز روشنی ہو رہی ہے اور یہ وہ کمرہ نہیں جس میں وہ سویا تھا۔

یہ تو ایک کافی بڑا ہال تھا۔

عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے اس کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ اسے مضبوط بیلٹوں سے اس انداز میں جکڑ دیا گیا تھا کہ سوائے سر ہلانے کے وہ ذرا سی بھی حرکت نہ کر سکتا تھا اور جب عمران نے گردن موڑ کر دیکھا تو اسے اپنے تمام ساتھی اسی طرح بندھے ہوئے نظر آئے۔ وہ سب ایک قطار میں پڑی کرسیوں سے باندھے گئے تھے۔

ہال کمرے میں چاروں طرف مسلح سپاہی موجود تھے۔ اور عمران کے بستر کے سامنے بھی تین افراد کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک ریڈ آرمی کا سربراہ کرنل ہیمرنج تھا ۔۔۔ دوسرا جی۔ پی۔ فائیو کا چیف کرنل ڈیوڈ ۔۔۔ اور تیسرا اس مشن کا ہیرو میجر ہیرس تھا۔ جس کی آنکھیں مسرت سے قندیلوں کی طرح جگمگا رہی تھیں۔

"کمال ہے ۔۔۔ بچپن میں کہانیوں میں تو پڑھا تھا کہ شہزادہ اپنے محل میں سوتا ہے ۔۔۔ اور جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ بدصورت جادوگروں کے چنگل میں ہوتا ہے ۔۔۔ مگر آج یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے" ۔۔۔ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ آج کی سائنس سب سے بڑا جادو ہے ۔۔۔ اور اسے استعمال کرنے والا جادوگر ہے میجر ہیرس" ۔۔۔ کرنل ہیمرنج نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا! ۔۔۔ ایسا جادو تو پھر مجھے بھی سکھا دو ۔۔۔ مگر پہلے میں وہ کہانی سننا چاہتا ہوں" ۔۔۔ عمران نے کہا۔ وہ ایسے بول رہا تھا جیسے دوستوں سے گفتگو کر رہا ہو۔

"کہانی کیا ہے ۔۔۔ میجر ہیرس نے ہوٹل الغرب کے کاؤنٹر مین مالو سے تمہارا پتہ پوچھا ۔۔۔ اور وہ کوٹھی میں داخل ہو کر تمہارے ایک ساتھی کو بے ہوش کر کے ہیڈ کوارٹر لے آیا اور یہاں سے ریڈ آرمی اور جی۔ پی۔ فائیو کے مسلح دستوں نے کوٹھی کا محاصرہ کر لیا ۔۔۔ بے ہوش کر دینے والی زود اثر گیس کے بموں کی کوٹھی پر بارش کر دی گئی۔ ان بموں سے کوئی دھماکہ نہیں ہوتا۔ اس لئے کوٹھی میں موجود ہر جاندار بغیر کوئی احتجاج کئے بے ہوش ہو گیا اور تم لوگوں

زیادہ آسانی سے یہاں منتقل کر دیا گیا ہے" ۔۔۔ کرنل ہیمرنج نے بڑے فخریہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"بہت ۔۔۔ کاش! میں اس پر لطف ایڈونچر پر تالیاں بجا سکتا ۔۔۔ بہرحال میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیے" ۔۔۔ عمران نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"اگر تم کسی طرف سے امداد آنے کا انتظار کر رہے ہو تو یہ بات ذہن سے نکال دو ۔۔۔ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبر ہو اور شاکر سرات کے اشارے پر یہاں تباہی پھیلانے کے لئے آئے ہو ۔۔۔ مگر اب جلد ہی موت تمہارا مقدر بن چکی ہے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"اچھے ڈائیلاگ ہیں ۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اگر تم ہالی وڈ چلے جاؤ تو اچھے ایکٹر بن سکتے ہو" ۔۔۔ عمران کا ذہن پٹڑی سے اتر چکا تھا۔

"شٹ اپ ۔۔۔ انہیں گولی مار دو ۔۔۔ ان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی نہیں بڑھنا چاہئے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے غصے سے پیر پٹختے ہوئے کہا۔

"گولی تو بہرحال انہیں ماری ہی جانی ہے ۔۔۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ انہیں زندہ وزیر اعظم کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وزیر اعظم کو اس بات کا یقین دلایا جا سکے کہ یہ تمام شرارت شاکر سرات کی ہے" ۔۔۔ کرنل ہیمرنج نے کہا۔

"وزیر اعظم کو پیغام دے دیا گیا ہے" ۔۔۔ کرنل ڈیوڈ نے وزیر اعظم کا سن کر لہجہ نرم کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں! ۔۔۔ وہ تین گھنٹے بعد یہاں پہنچنے والے ہیں ۔۔۔ ان کے واپس جانے کے بعد انہیں گولی مار دی جائے گی" ۔۔۔ کرنل ہیمرنج نے جواب دیا